حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز

کے علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ کی پہلی اردو شرح

سعادت العباد

شرح

مبدأ و معاد

شارح

ابو البیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز

کے علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ کی پہلی اردو شرح

سعادت العباد

شرح

مبدا و معاد

شارح

سراج العارفین شیخ طریقت شارح مکتوبات امام ربانی

حضرت علامہ پیر محمد سعید احمد مجددی

ترتیب و تدوین

علامہ محمد بشارت علی مجددی

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز

121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

پاکستان ☎:+92-55-3841160

marfat.com

جملہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ

سعادت العباد

باراول .... 2004 .... تعداد 1,100

باردوم .... 2011 .... تعداد 1,100

ھدیہ .... 425 روپے

ناشر

تنظیم الاسلام پبلی کیشنز

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications

121-B Model Town Gujranwala, Pakistan

Ph #. +92-55-3841160, Fax #: +92-55-3731933

Mob #: 0333-7371472

Website:tanzeemulislam.org

E-mail: info@tanzeemulislam.org

tanzeemulislam@yahoo.com

marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا ربنا ولا
تحمل علينا إصرا كما حملته على الذين من قبلنا
ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا
وارحمنا أنت مولانا فانصرنا على القوم
الكافرين

ربنا

تقبل منا إنك أنت السميع العليم
وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم

marfat.com

اَللّٰهُمَّ

إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ

يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ جَمِيْعِ مَا كَرِهَ اللّٰهُ

سُبْحَانَهُ قَوْلًا وَفِعْلًا وَخَاطِرًا وَسَامِعًا وَنَاظِرًا

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

◎

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَسَلَّمَ

marfat.com

الاھداء

ہم اس تصنیف لطیف کو اپنے شیخ مکرم

سراج العارفین شہبازِ طریقت شارحِ مکتوبات العلم لدنی

حضرت علامہ ابو البیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز

کے

والدین کریمین

کی طرف منسوب کرتے ہیں

جن کی آغوشِ ولایت اور حسنِ تربیت کی بدولت

ادب و نیاز اور سوز و گداز کا پیکر جمیل

تشکیل پایا

/

خادم محمد رفیق احمد مجددی

marfat.com

بُرہانِ ولایتِ محمّدیہ ؛ حُجتِ شریعتِ مُصطفویہ

کاشفِ اسرارِ سبع مثانی ؛ عالمِ علومِ مُقطعاتِ قرآنی

امامِ ربّانی ، عارفِ حقّانی ، قیّومِ زمانی

شیخ الاسلام والمُسلمین ، آیۃ اللہ فی الارضین

حضرت شیخ احمد فارُوقی

حنفی ، ماتُریدی ، نقشبندی ، سرہندی

المعروف مجدّد الفِ ثانی

اُویسی ۔ رحمانی

؛

قُدس سرہ السُبحانی

marfat.com

فہرست

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
سخن ہائے گفتنی	17	قابلیت، نسبت قابلیت اولیٰ	46
مختصر سوانح حیات جامع مبدا و معاد	22	حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات	47
منہا ۔ ۱		خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ	48
حضرت امام ربانی کی خانقاہ باقویہ میں حاضری	26	سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	51
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	26	اقطاب محمدیہ	54
سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف	29	قطب کی قسمیں	55
مختصر تعارف خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	32	خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	56
توبہ، اقسام توبہ	35	قطب ارشاد، قطب ابدال	58
جذبہ، سلوک	37	دائرہ ظلال	60
اقسام جذبہ	38	ذات اور کائنات کا باہمی تعلق	61
صفت قیومیت	39	دائرۂ اصل	63
قیوم کے دو مفہوم	40	خلعت قطب ارشاد	65
صفت قیومیت میں فنائیت	41	فنا	66
جذبہ قیومیت	41	بقا	67
جذبہ معیت	41	شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ	69
جذبہ محبت	41	چند توضیحات	72
جذبہ ذات بحت	42	حضرت شاہ غلام علی دہلوی کا فرمان	73
مختصر تعارف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	42	کثرتِ کرامات کی وجوہات	75
اسم مربی	45	کثرتِ کرامات باعثِ فضیلت نہیں	76
		نزول ہی کامل مرتبہ ہے	77

marfat.com

مضامین	صفحہ
مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی رحمۃ اللہ علیہ	79
حضرت شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ	81
علم لدنی	84
حضرت سیدنا خضر علیہ السلام	85
علم لدنی کا حصول	87
حضرت امام ربانی کے علوم و معارف کی	
اقسام اربعہ	88
نزول	91
سیر عن اللہ باللہ	91
اکابر چشتیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم	93
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	94
حضرت خواجہ کا فیضان	96
اکابر کبرویہ رحمۃ اللہ علیہم	100
اکابر سہروردیہ رحمۃ اللہ علیہم	103
شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ	104
امام ربانی کا مشاہدہ	106
مقام قلب	108
حقیقت جامعہ	109
عروج	111
منہا ۔ ۲	
قطب الارشاد	112
مخلصین	116
معتقدین	117

مضامین	صفحہ
منکرین	119
معترضین حضرت امام ربانی کے خرابی	
احوال	119
اہل اللہ کے منکرین محروم ہی رہتے ہیں	120
قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات	121
منہا ۔ ۳	
سلوک کے مراتب ثلاثہ	123
ذوق یافت	123
یافت	125
فقد یافت	126
سالک اور مجذوب کے مختلف درجات	128
منہا ۔ ۴	
نسبت نقشبندیہ	131
جذبہ ہدایت	132
منہا ۔ ۵	
تحدیث نعمت	134
تحدیث نعمت سے منع کی وجوہات	134
اظہار تحدیث نعمت کی وجوہات	135
ایک روحانی مرض اور اس کا علاج	136
تواضع	137
تواضع مذموم	138
تواضع محمود	138
حضرت امام ربانی اور تواضع	139

marfat.com

مضامین	صفحہ
وارثانِ جنت اور اذن شفاعت	139
مسئلہ شفاعت	141
شافع اول	144
منہا ۔ ٦	
سیر	147
سیر الی اللہ	148
مبداء تعین	148
سیر فی اللہ	149
حضرت امام ربانی کا امتیاز	152
منہا ۔ ٧	
کمالات ولایت کے درجات خمسہ	153
تجلی کا معنی ومفہوم	154
حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا	155
ورودِ تجلیات	156
تجلی فعلی	156
تجلی صفاتی	157
تجلی ذاتی	157
تجلی ذاتی کی اقسام	158
حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ	162
منہا ۔ ٨	
سالک کا نزول	164
توجہ الی الطرفین	165

مضامین	صفحہ
لطائف ستہ	166
تطبیق	167
منہا ۔ ٩	
مشاہدہ	170
اقسام مشاہدہ	171
مشاہدۂ انفس	171
مشاہدۂ آفاق	172
مطلوب ورائے آفاق وانفس ہے	173
بے چون و بے چگون	175
اہلسنت کا موقف	175
ایک سکریہ قول پر نقد ونظر	176
امام ربانی کا موقف	176
مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ	177
رؤیت باری تعالیٰ اور علمائے اہلسنت	177
رؤیت در دنیا اور امام تورپشتی	181
رؤیت در دنیا اور حضرت امام ربانی	182
اقسام رؤیت	182
کیفیات رؤیت	184
حدیث رؤیت کی مختلف جہات	187
رؤیت قلبی	187
رؤیت کالرؤیت	189
رؤیت باری تعالیٰ اور خواجہ محمد پارسا	189

marfat.com

مضامین	صفحہ
رؤیت باری تعالیٰ کا راز اخص الخواص پر منکشف ہوا ہے	191
منہا ۔ ۱۰	
استخارہ کی شرعی حیثیت	193
استخارہ کا مسنون طریقہ	194
مریدین کی اقسام	199
توبہ	201
توبہ کی دو قسمیں	204
اجمالی توبہ	206
تفصیلی توبہ	208
باطنی تربیت کے مختلف طرق	211
آداب شیخ	215
مسئلہ تقلید کا اجمالی تذکرہ	219
کشف	222
واقعہ	222
اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے	223
رزق حلال کی فضیلت	229
سالکین پر وارد ہونے والی دو حالتیں	238
مقام حیرت	238
حیرت و جہل	239
مقامات عشرہ	243
تجلیات ثلاثہ	251
محبت ذاتیہ کی پہچان	253
فنائے مطلق	255
مشاہدہ	256
سالک مجذوب اور مجذوب سالک	258
منہا ۔ ۱۱	
طالب حق کو نصیحت	262
حق تعالیٰ وجود سے ماوراء ہے	265
مختصر تعارف شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ	267
حضرت امام ربانی اور عالم وجود	270
حضرت ابن عربی کا تصورِ معرفت	272
حضرت امام ربانی کا تصورِ معرفت	273
مسئلہ عینیت	275
آفاق اور انفس	277
منہا ۔ ۱۲	
جہاتِ قلب	279
عنایت رحمانی بر حضرت امام ربانی	282
امام ربانی اور آئینہ قلب	283
قلب صنوبری	284
سلسلہ نقشبندیہ اور جہاتِ قلب	286
قلب قلب کے اسرار	289
قلب قلب میں دو لطائف کا عدم شہود	290
لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفی کے مقامات میں اختلاف	291

marfat.com

مضامین	صفحہ
قلبِ محض ہر قسم کے اعتبارات سے پاک ہے	292
انسان خلاصہ کائنات ہے	293
تصفیہ کے بعد انسانی جسم آئینہ بن جاتا ہے	295
قلبِ قلب ہی تجلیاتِ الٰہیہ کی گنجائش رکھتا ہے	300
مضغہ ءگوشت لطیفہ قلب نہیں	301
اقسامِ قلب	302
صفائے قلب شیخ کی توجہات پر موقوف ہے	302
حضرت ابن عربی کا نظریہ کثرت و وحدت	305
ولایتِ محمدیہ	307
اقسام طالب	308
الف ستہ اور الوف ستہ میں مطابقت	309
منہا ۔ ۱۳	
روح، مکانی ہی ہے	315
سالک کا مشاہدۂ روح	316
روح کیا ہے؟	317
روح کی تعریف	317
اقسام روح	318
روح کے دو بدن	318
موتِ اختیاری	319
روح اور جسم کا باہمی تعلق	321
مولانا روم اور روح	322
استغراقِ جسم کے اعتبار سے روح کی اقسام	324
روح کا عروج	326
پیری مریدی سے مقصود	329
شیخ کامل مکمل	330
عنصر ناری	334
اسلام میں معیار فضیلت	335
جسم عنصری میں بغاوت کا امکان	337
شیطان انفسی	340
شیطان آفاقی	340
لطائف ستہ کا خلیفہ	345
مضغہ ءگوشت پر الہام	346
انہ لیغان علیٰ قلبی کی وضاحت	348
حجابِ قلبی کی اقسام	348
اثراتِ صحبت	349
قلب مومن کی تقلیب	351
قلبِ مومن	352
ایک سوال	353
امام ربانی کا جواب	353
صاحبِ عوارف کے قول پر تبصرہ	356
اقسام موت	359
عارف کے احساسات	361

marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	363	کرامت ولایت کی دلیل نہیں	388
روح و جسد کا باہمی استفاضہ و استفادہ	366	عصر حاضر اور ترویج شریعت	389
عقل معاد کی خلافت	368	کیا عقل روح کی ترجمان ہے	391
عقل معاش	368	مبداء فیاض	392
عقل معاد	369	ترجمان قلب	392
عقل کی تعریف	370	لطیفہ نار کا اسلام حقیقی سے مشرف ہونا	396
محل عقل	371	لطیفہ باد	398
حضرت خطیب الاسلام کی تطبیق	371	خدا اور روح کے انوار میں ظاہری	
عقل جزی	371	مماثلت	400
عقل کلی	372	مرکز موجودات	404
فکر کی اقسام	373	مسند دعوت وارشاد	407
فراست	374	مقام عبودیت	409
اہل معرفت کی فراست	375	عبادت اور عبودیت میں فرق	409
اہل ریاضت کی فراست	375	فرق بعد الجمع	411
حضرت امام ربانی کی فراست	377	ابن عربی کا تصور فرق بعد الجمع	412
چند اصطلاحات طریقت	378	امام ربانی کا تصور فرق بعد الجمع	412
مقام جمع اور مقام فرق	378	مقام فرق کے مراتب	413
اسلام حقیقی	380	روح اور قالب میں مطابقت	415
فلاسفہ اور صوفیاء	382	حقیقت نماز	415
معیارِ فضیلت	384	حقیقت نماز سے بے خبر	417
حضرت امام ربانی کے ناقدین	384	اقسام صوفیاء	417
کثرتِ کرامات کی وجوہات	385	عارفین کی نماز	419
قلتِ کرامات کی وجوہات	386		

marfat.com

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
449	اپنے آپ کو شیخ کے برابر سمجھنا وہم ہے	421	انوار کی برداشت روح کی استعداد پر موقوف ہے
451	ایک شبے کا ازالہ	423	عظمتِ غفلت
	منہا ۔ ۱۵		عرفائے محفوظین ہی ملائکہ سے افضل ہیں
453	احوال غائب کیوں ہوتے ہیں	425	
455	لطائف کا غالب و مغلوب ہونا	427	غفلت کی کرم فرمائیاں
	مختلف لطائف کے جوش مارنے کی وجوہات	429	غفلت کے باعث صحو کا سکر پر فضیلت
456		430	سکر و صحو
458	ارباب تلوین و تمکین	430	نبوت ولایت سے افضل ہے
459	صاحب حال و صاحب مقام	433	قطب ارشاد
	منہا ۔ ۱۶	433	قطب ابدال
	اسرار قرآنی کا انکشاف تزکیہ نفس پر موقوف ہے		**منہا ۔ ۱۴**
462		437	حضور اکرم ﷺ کا خصوصی امتیاز
463	امام ربانی کا علمی مقام	438	تجلی کی اقسام
464	تفسیر آیت	438	حضرت ابن العربی اور تجلی ذاتی
465	حضرت امام ربانی اور تعمیل سنت	439	حضرت امام ربانی اور تجلی ذاتی
466	چند شبہات کا ازالہ	440	ایک اعتراض اور اس کا جواب
	عارف کیلئے مستلذات سبب نور و حضور ہوتے ہیں	442	مقام وصول اور مقام حصول
468		442	ایک مثال
472	حرمت کی اقسام		اولیاء انبیاء کرام کے زیر قدم ہوتے ہیں
473	حضور ﷺ کے عدم سایہ کی وجہ	445	
475	حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی کیفیت مشاہدہ	446	محمدی المشرب اولیاء
476	علامہ جار اللہ زمخشری کا مختصر تعارف	446	غیر محمدی المشرب اولیاء
477	طیبات سے مراد مستلذات ہیں		

marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
مقتبا۔ ۱۷		ایک مثال	502
معرفت	479	وحدت الوجود اور سلسلہ چشتیہ	508
معرفت کی اقسام	480	وحدت الوجود اور سلسلہ قادریہ	509
حق معرفت	480	فرمان غوث اعظم (قدس سرہ) اور	
تخلیق انسانی سے مقصود معرفت ہے	481	حضرت مجدد الف ثانی	514
پہلی توجیہ	483	علمائے اہل سنت کے لئے لمحہ فکریہ	517
اسلام کی دو قسمیں	484	اقسام وجود	518
دوسری توجیہ	485	صفات زائد برذات ہیں	520
گناہ کی اقسام	486	زائد کا مفہوم	520
عارفین کبیرہ گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں	487	لاھو ولا غیرہ کا مفہوم	521
ملاحدہ کی تردید	489	غیرت کی دو قسمیں	522
حضرت امام ربانی کی دعا	490	حضرت امام ربانی کا تجزیہ	522
عارفین کے گناہوں کی مغفرت	491		
اسلام کی اقسام	493		
ایک سوال اور اس کا جواب	493		
مقتبا۔ ۱۸			
حق تعالیٰ اپنی موجودیت میں وجود کا			
محتاج نہیں	495		
متکلمین اہل سنت اور ابن عربی قدس سرہٗ	496		
متکلمین اہل سنت اور حضرت امام ربانی	498		
وجود باری تعالیٰ اور حضرت امام ربانی	499		
وجود باری تعالیٰ اور حضرت ابن عربی	500		
امام ربانی کا نقد و نظر	501		

marfat.com

سخن ہائے گفتنی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہٗ العزیز کی تصانیف لطیفہ شریعت وطریقت کے انوار کا خزینہ اور معرفت وحقیقت کے اسرار کا گنجینہ ہیں جو علماء کے علوم اور عرفاء کے معارف سے وراء، مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس اور مجدد الف ثانی کے ساتھ مختص ہیں۔ان کتب مقدسہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ آپ نے یہ علوم ومعارف ایک مصلح، مجدد اور مجتہد کی حیثیت سے تحریر فرمائے ہیں جو آپ کے مسند تجدید اور مرتبہء اجتہاد پر فائز المرام ہونے کا بین ثبوت ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی جملہ تصانیف میں سے ''مبدأ ومعاد'' ایک نہایت اہم رسالہ ہے جو نہ صرف الہامی علوم ومعارف اور لدنی حقائق ودقائق پر مشتمل ہے بلکہ آپ کے احوال وکیفیات، واردات ومکاشفات اور مقامات خاصہ کو متضمن ہے جسے حضرت خواجہ محمد صدیق کشمی ملقب بہ ''ہدایت'' رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۱۹ھ میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی ذاتی بیاض سے لے کر مدون ومرتب فرمایا اور ان مضامین کو ''منہا'' کا عنوان دے کر الگ الگ کر دیا۔لفظ منہا من (حرف جار) اور ھا (اسم اشارہ) کا مجموعہ ہے جس کا مطلب ہے واحدۃ من ذالك الاشارات یعنی ان لطیف ودقیق اشارات میں سے ایک اشارہ۔اس رسالہ میں منہا کی مجموعی تعداد ۶۱

marfat.com

ہے لیکن ترتیب متن کے دوران پیش نظر مطبوعہ تینوں فارسی نسخوں میں منہا کی نشاندہی چند مقامات پر مختلف ہے۔ جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا نوراحمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ نسخہ مطبوعہ ۱۳۳۰ھ میں منہا ۱۷ کی آخری ۵ سطروں کے حاشیہ میں منہا کا لفظ تحریر ہے جس کے حساب سے وہ منہا ۱۸ بنتا ہے لیکن انہوں نے متن میں منہا کا لفظ نہیں لکھا مگر آخری منہا کے متن میں منہا کا لفظ درج ہے جس کے اسلوب تحریر اگر درعبارت آن عالی حضرت (حضرت امام ربانی قدس سرہٗ) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی تحریر مبارک نہیں ہے اور حاشیہ پر یہ جملہ بھی رقم ہے ''ازینجا تا آخر کتاب از کلام جامع رسالہ ھذا شیخ محمدصدیق بدخشی است فافہم ''سعادت العباد شرح مبدأ و معاد کا انحصار اسی متن پر ہے مگر عبارت میں چند مبہم مقامات پر دیگر متون سے تقابل کے بعد انہیں متون کے جزئیات پر اعتماد کیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت العلام میر مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی نسخہ مطبوعہ تاشقند ۱۳۲۷ھ کے آخری منہا کے آغاز میں اسلوب بیان یوں ہے ''اگر درعبارات ایں رقم کہ دربیان ......'' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی تحریر مبارک ہے جو ۶۱ واں منہا ہے مگر انہوں نے منہا ۲۱ اور منہا ۲۳ کے درمیان منہا ۲۲ کا عنوان قائم نہیں کیا بلکہ منہا ۲۲ کو منہا ۲۱ کا آخری حصہ قرار دیا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ کے مصداق طاق عدد کو مستحب سمجھ کر زیادہ پسند فرماتے تھے اس لئے دیگر نسخوں کے مطابق منہا کی تعداد ۶۱ ہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

چونکہ اس رسالہ مبارکہ میں اس امر کی کھل کر وضاحت فرمائی گئی ہے کہ سلوک

marfat.com

طے کروانے کے دوران حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سیدنا فاروق اعظم، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت سیدنا خضر رضی اللہ عنہم کے علاوہ سلاسل اربعہ کے اکابر مشائخ عظام نے بھی امداد و اعانت فرمائی، اس لئے مشائخ مجددیہ کے علاوہ دیگر مشائخ طریقت اور علمائے حقیقت اسے اپنے خلفاء و مریدین خاص کو خلوت میں سبقاً پڑھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ بزرگان دین کے اسی مبارک طریقہ کو جاری رکھتے ہوئے ہمارے مرشد و مربی سراج العارفین، شارح مکتوبات امام ربانی حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے قریبی احباب و مریدین کو یہ رسالہ مبدأ و معاد سبقاً پڑھایا۔ جنہیں دوران تدریس باقاعدہ کیسٹوں میں محفوظ کرلیا گیا اور اب انہیں فرمودات عالیہ کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے ترتیب و تسوید کے جانگسل مراحل سے گذار کر کتابی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔ دوران تدوین حضرت ابوالبیان قدس سرہٗ العزیز کا بیان فرمودہ ترجمہ اور تشریحات ہی ''سعادۃ العباد'' کی اصل ہیں البتہ دیگر کتب سے استفادہ کے علاوہ البینات شرح مکتوبات کے اقتباسات شریفہ کو بھی زیادہ جامع اور متبرک جان کر نقل کیا گیا ہے۔ نیز دوران ترجمہ، مترجم اول مکتوبات امام ربانی حضرت شیخ قاضی عالم دین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مدنظر رہا۔ گاہے گاہے حضرت مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لاہور کے ترجمے سے بھی استفادہ کیا گیا۔ چونکہ حضرت ابوالبیان قدس سرہٗ العزیز نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم نے اس رسالہ کو اپنے مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل کرنا ہے اس لئے سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا تاہم بآسانی جملوں کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے اور درسی کتب کے تراجم کرنے کا یہی مقصد ہوتا ہے تاکہ کتاب کے مشکل مقامات اور ادق عبارات کا حل ہوجائے اور دوران تدریس علماء و طلباء کے لئے کتاب کے افہام و تفہیم میں سہولت

marfat.com

رہے۔ہمیں امید ہے کہ ہمارے مدارس و یونیورسٹیوں کی نصاب کمیٹیوں کے ممبران اس رسالہ کو نصاب میں شامل فرمائیں گے تاکہ ہمارے علماء واسکالرز کم ازکم علمی تصوف (احسان) سے آگاہ ہوسکیں، انہیں عملی تصوف کے حصول کا شوق دامنگیر ہو..... ایمان کی حلاوت وچاشنی سے لطف اندوز ہوسکیں..... وہ صوفیائے کاملین اور علمائے راسخین کے طریق دعوت..... طرز تبلیغ کو اپنا کر اسلامی تعلیمات کو لوگوں کے قلب ونظر میں جاگزیں کردیں..... محبتوں کے دیپ جلا کر..... الفتوں کے گلشن بسا کر اصلاح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں اہم کردار ادا کرسکیں اور ایسے صالح اور باکردار افراد تیار ہوں جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا ہراول دستہ ثابت ہوں

زمانہ منتظر تیری یلغار کا
تیری شوخیٔ فکر و کردار کا

تسوید وتہذیب، ترتیب وتدوین، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور طباعت و اشاعت میں ابوالبیان ریسرچ انسٹیٹیوٹ اور تنظیم الاسلام گرافکس کی شبانہ روز محنت لائق تحسین اور جذبہ قابل تعریف ہے۔حق تعالیٰ ان احباب کو اجر عظیم اور ثواب عمیم عطا فرمائے، اولیائے کرام کی عقیدت اور اپنے مشائخ کی نسبت کا فیضان عطا فرمائے، بیش از بیش دین متین کی خدمت کی توفیق انیق رفیق مرحمت فرمائے اور اپنے محسن ومربی، قبلہ عالم حضرت ابوالبیان قدس سرہٗ العزیز کے مشن کے ساتھ وفا کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔خدا کرے کہ یہ کتاب مستطاب اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کے لئے بہترین تحفہ ثابت ہو۔

حق تعالیٰ کی بارگاہ قدس جل سلطانہ' میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے آقائے ولی نعمت حضرت ابوالبیان قدس سرہٗ العزیز کے جنت

marfat.com

الفردوس میں درجات بلند سے بلندتر فرمائے اور آپ کی مرقد انور کو بقعہ نور بنائے۔

اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ الْاَمِیْنِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم

قارئین کرام سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ اگر کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی کوئی فروگذاشت پائیں تو دامن عفو میں جگہ دیتے ہوئے ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی
سجادہ نشین درگاہ حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ
امیر اعلیٰ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام

marfat.com

مختصر سوانح حیات، جامع مبدأ و معاد
حقائق آگاہ حضرت خواجہ محمد صدیق کشمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خواجہ محمد صدیق بن ظہیر الدین حسن کشم (بکسر کاف) علاقہ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ عنفوان شباب میں بدخشاں سے ہندوستان آئے۔ چونکہ شعروسخن سے دلچسپی رکھتے تھے اس لئے ایک عرصہ تک محب الفقراء عبدالرحیم خان خاناں کی صحبت میں رہے۔ خان خاناں کو بھی اس گروہ سے خاص تعلق تھا۔ آپ ہدایت تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے اشعار بڑے دلفریب اور درد و سوز سے لبریز ہوتے تھے۔

اسی دوران آپ قطب الاقطاب، عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ حضرت خواجہ آپ پر خصوصی کرم فرماتے تھے اور اکثر اوقات ارشاد فرماتے کہ خواجہ محمد صدیق بہت بلند استعداد اور بڑی صلاحیت رکھتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز ہم کئی درویش حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے مجھے نیا اور اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر مجھ پر گلاب چھڑکا۔ اس امر نے میرے قلب پریشان کو جمعیت بخشی۔

ز دامانِ تو ہر راشح گلابے
زند بر روئے بختِ خفتہ آبے

marfat.com

آپ فرماتے ہیں کہ سفر دکن سے واپسی پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز سے میرا رابطے کا یہ عالم تھا کہ ہر ہر چیز سے حضرت خواجہ کا جمال با کمال نظر آتا تھا یہاں تک کہ در و دیوار اور شجر و حجر سے بھی سوائے آپ کے جمال کے اور کوئی چیز نمودار نہ ہوتی تھی حتی کہ میرا وجود موہوم بھی حائل نہ رہا اور میں خود کو بھی حضرت خواجہ سمجھتا تھا۔

آں یکے شد روئے او شد سوئے دوست
واں یکے شد روئے او خود سوئے دوست

ترجمہ: ایک وہ تھا جس کا رخ تھا سوئے دوست
ایک وہ جس کی طرف خود روئے دوست

جب شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد تمام روحانی نظام حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے سپرد فرما کر خلوت گزیں ہو گئے اور ماسوائے چند کے اپنے تمام مریدین کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت خواجہ محمد صدیق فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا کیفیت کی وجہ سے میں نے انکار کیا۔ کہ حضرت خواجہ کا جلال رونما ہوا مجھ پر بے ہوشی کی حالت طاری ہوگئی۔ بالآخر افاقہ کے بعد حضرت خواجہ نے شفقت فرماتے ہوئے کہا! خوف نہ کرو، وہ محبت کی وجہ سے ایک پھول ہے جو شگفتہ ہوا ہے اگر تم صحیح اعتقاد اور گفتار کی سچائی رکھتے ہو تو یقین جانو کہ آج آسمان کے نیچے مثل میاں شیخ احمد کوئی دوسرا نہیں اور سب سے کامل لوگ جو تین چار ہی ہوئے ہیں ان (حضرت مجدد) کے کمالات جیسے ہی رکھتے ہونگے زیادہ نہیں اور میں خود کو ان کا طفیلی جانتا ہوں۔ جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو تمہارے کام آئے گا اب جلدی کرو اور پہنچو۔

چنانچہ آپ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں آستانہ

marfat.com

عالیہ پر حاضر ہوئے اور شعروشاعری سے دستکش ہو گئے۔ بعدازیں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے رابطہ قوی اور محبت کامل رکھنے لگے اور آپ کی صحبت و خدمت کو لازم جاننے لگے چنانچہ ایک روز صبح کے حلقہ سے اٹھ کر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے مریدوں کے مجمع میں فرمایا کہ آج خواجہ محمد صدیق ولایت خاصہ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) سے مشرف ہوئے ہیں۔

آپ خلافت واجازت کے بعد مخلوق خدا کی رشد وہدایت اور تبلیغ ودعوت میں دن رات کوشاں رہتے اور بے شمار لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کا باعث ہوئے۔

آپ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے اکابر اصحاب وخلفاء میں سے تھے۔ صوری ومعنوی فضائل وکمالات سے آراستہ اور طریقت وحقیقت کے مقامات سے پیراستہ تھے غرضیکہ آپ بے شمار مناقب وکمالات کے مالک اور مآثر ومقامات کے حامل تھے۔ اختصار کے پیش نظر انہیں کلمات پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

آپ ماہ شوال ۱۰۵۱ھ کو خالق حقیقی سے جا ملے اور دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ نہایت صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں۔ آپ کے ہمراہ صدق نیت کے ساتھ حضرت امام ربانی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور حضرت امام ربانی کے الطاف وعنایات سے حظ وافر حاصل کیا۔ خواتین کی بہت بڑی جماعت اس نیک سیرت خاتون سے بہرہ مند ہوئی کیونکہ ان کی صحبت بہت مؤثر تھی۔

مکتوبات شریفہ میں بارہ مکتوبات شریفہ خواجہ محمد صدیق کے نام صادر فرمائے گئے۔

مبدأ ومعاد کا مسودہ حضرت خواجہ کشمی نے ۱۰۱۹ھ ماہ رمضان المبارک کے اواخر میں دوران اعتکاف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی بیاض خاص سے لے کر

marfat.com

اسے ترتیب دیا اور اس کے سن تسوید کا قطعہ تاریخ یوں رقم فرمایا

این نسخہ کہ مبدأ و معاد ست بنام
ز انفاسِ نفیس حضرت فخر کرام
چون کرد ہدایت اقتباس از سرِ صدق
در سال ہزار و نوزدہ گشت تمام
صدیق ہدایت کہ شدش چرخ بکام
مانا کہ ز صدق شد ہدایت فرجام
زین خود چہ عجب و لیک تحقیق این ست
کز جوشِ شرابِ احمدی یافتہ جام

marfat.com

منہا - ا

چوں ایں درویش را ہوسِ ایں راہ پیدا شد

جب اس درویش کو اس راہ سلوک کا شوق پیدا ہوا [1]

حضرت امام ربانی کی خانقاہ باقویہ میں حاضری

[1] آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہُ العزیز سے طریقہ چشتیہ اخذ فرمایا پھر جب والد بزرگوار کے وصال کے بعد حج کی سعادت اور حرمین طیبین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا تو آپ ۱۰۰۸ھ میں حج کے ارادہ سے دہلی پہنچے، جہاں آپ کی ملاقات حضرت مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو آپ کے شناسا اور عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ کے کمالات اور طریقت نقشبندیہ کے فضائل کا ذکر کیا، چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے بارہا اپنے والد بزرگوار سے نسبت نقشبندیہ کی بابت سن رکھا تھا فلہٰذا آپ حضرت خواجہ کی ملاقات وزیارت کے لئے خانقاہ باقویہ میں تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ کی خواہش پر دو ہفتہ کی مہمانی قبول کرلی۔ ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کی قلبی کیفیت بدلی اور حضرت خواجہ کی کشش غالب ہوئی اور آپ بزبان حال

كَمُلَتْ مَسَافَةُ كَعْبَةِ الْآمَالِ
حَمْدًا لِمَنْ قَدْ مَنَّ بِالْإِكْمَالِ

کا نعرۂ مستانہ لگاتے ہوئے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر

marfat.com

بیعت سے مشرف ہوئے۔آپ نے مہمانی کو ترک کیا، اڑھائی ماہ حضرت خواجہ کی دربانی کو غنیمت جان کر ارادۂ حج کو خیر باد کہا اور فیوض و برکات اور نسبت نقشبندیہ سے معمور ہو کر واپس سرہند شریف میں مراجعت فرمائی۔ و للہ الحمد

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض افراد نے کہا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہ، حج بیت اللہ کی نیت سے اپنے وطن سرہند سے روانہ ہوئے تھے۔راستہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ، سے بیعت ہونے کے بعد وطن واپس آ گئے۔اس کے بعد پھر حج کو نہیں گئے اور آپ نے فریضۂ حج ادا نہ کیا۔

بظاہر یہ شبہ وجیہہ ہے لیکن حقیقت حال کچھ یوں ہے کہ ۱۰۰۸ھ میں آپ کا قصد حج کرنا غلبۂ شوق کی بنا پر تھا۔آپ نے ازراہ توکل وشوق بلا زادِ راہ یہ ارادہ کیا تھا۔ حضرت خواجہ کے فیضانِ صحبت نے آپ پر احکام شرعیہ کے حقائق وعزائم کھول دیئے لہٰذا آپ نے بلا زادِ سفر کا ارادہ ترک فرمادیا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يَاُولِي الْاَلْبَابِ

(البقرہ ۲: ۱۹۷)

ترجمہ: اور سفر کا توشہ تیار کرو بلاشبہ سب سے بہتر توشہ تو پرہیز گاری ہے اور ڈرتے رہو مجھ سے اے عقل مندو!

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ زیر نظر آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

عرب کے لوگ خصوصاً اہل یمن کا دستور تھا کہ جب حج کی نیت سے گھروں سے نکلتے تو سفر کا خرچ ساتھ نہ لاتے، اسے توکل کے خلاف سمجھتے اور رستہ میں لوگوں سے بھیک مانگا کرتے۔مسلمانوں کو اس غیر اخلاقی طریقہ کار سے روک دیا گیا اور حکم دیا کہ زادِ راہ

marfat.com

لے کر چلا کرو، کسی کی خدمت نہ کر سکو تو کم از کم دوسروں پر بوجھ تو نہ بنو۔ ساتھ ہی فرما دیا بہترین توشہ تقویٰ ہے جو سفرِ آخرت میں کام آتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد اول: ۱۳۷)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مالی کمزوری اور علوفقر کا بیان حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مخلص کو ایک رقعہ میں یوں تحریر فرمایا!

بہ جہت کثرت عیال و علو فقر و بے معاشی تفرقہ در اوقات آن جماعت بست۔ اگر از وجہ چہل یک ہر سال قدرے معین بہ آں خانوادہ برسد چنانچہ کاتب قسمتی درمیان ایشاں قرار دہد بغایت مستحسن است مورث خیربسیار، ہر چند کہ اند کے باشد رکن عظیم از خیرات خواہد بود، فقرائے باب اللہ اند دلہائے عجب دارند زیادہ جرأت است۔

یعنی عیال کی کثرت اور فقر و بے معاشی کی وجہ سے اس جماعت کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر چالیس میں سے ایک کی کوئی مقدار اس گھرانے کے واسطے مقرر کر دیں کہ ہر سال پہنچ جایا کرے اور یہ کاتب اس کی تقسیم مقرر کر دے تو بہتر اور مورث خیر کثیر ہے۔ یہ مقدار چاہے کتنی ہی کم ہو خیرات میں رکن عظیم رہے گی۔ یہ لوگ اللہ کے در کے فقراء ہیں۔ عجیب وغریب دل رکھتے ہیں، زیادہ جرأت۔

حضرت مجدد نے پہلے راہ توکل فرطِ شوق ومحبت میں اختیار کی تھی اور بعد میں راہ عزیمت، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے۔

در دم از یار است و درمان نیز ہم
دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (انعام ۶: ۱۶۳)

marfat.com

عنایتِ خداوندی جلّ سلطانه او را به یکے از خلفائے خانوادۂ

خداتعالیٰ جل سلطانہ کی عنایت نے اس کو خانوادۂ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ

حضرات خواجہا قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم رسانید وازاں جا طریقۂ

اسرارھم [۲] کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفہ [۳] کے پاس پہنچادیا۔ وہاں سے ان بزرگوں

ایں بزرگواران را اخذ کردہ ملازم صحبت آں عزیز گشت

کے طریقہ کو اخذ کیا اور ان عزیز کی صحبت اختیار کرلی۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

(ملخصا حضرت مجدد اوران کے ناقدین ۴۶، ۴۷)

سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف

[۲] علمائے شریعت وصوفیائے طریقت کے مطابق امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں نبوت اور ولایت کا فیضان جاری وساری ہے۔ فیضانِ نبوت کے قسیم خلیفۂ رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ فیضان ولایت امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے تقسیم ہورہا ہے۔ جن حضرات کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے فیض ملتا ہے ان حضرات کے طریقہ کو سلسلہ صدیقیہ کہا جاتا ہے اور جو حضرات، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے فیضیاب ہوتے ہیں ان کے طریقہ کو سلسلہ حیدریہ کہا جاتا ہے۔ طریقت کے معروف سلاسل اربعہ (نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ) کو فیضان نبوت اور فیضانِ ولایت دونوں مل رہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں فیضانِ ولایت

marfat.com

کا غلبہ ہے جبکہ سلسلہ نقشبندیہ میں فیضانِ نبوت کا غلبہ ہے۔ چونکہ سلسلہ صدیقیہ کے مرشد اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے یہ سلسلہ اولا سلسلہ صدیقیہ کے نام سے مشہور ہوا بعدازاں دیگر مشائخ طریقت کی نسبتوں سے مختلف زمانوں میں مختلف ناموں اور القابات سے منسوب ہوتا رہا۔

صدیقیہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تک اس سلسلہ کو ''صدیقیہ'' کہا جاتا رہا۔

طیفوریہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ تک اسے ''طیفوریہ'' کہا جاتا رہا۔

خواجگانیہ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر امام الطریقہ حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین اویسی بخاری المعروف شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تک اسے ''خواجگانیہ'' کہا جاتا رہا۔

نقشبندیہ

غوث الخلیقہ حضرت شاہِ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ خواجگانیہ کی اس قدر ترویج واشاعت کی کہ چہاردانگ عالم میں یہ سلسلہ ''نقشبندیہ'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔

marfat.com

نقشبندیہ علائیہ

امام الطریقہ حضرت شاہِ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے جانشینِ مکرم حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے ''نقشبندیہ علائیہ'' مشہور ہوا۔

نقشبندیہ احراریہ

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سلسلہ ''نقشبندیہ احراریہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔

نقشبندیہ مجددیہ

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے شریعت وطریقت کی تجدید وترویج کچھ اس انداز سے فرمائی کہ عالم اسلام میں اس سلسلہ کو خوب شہرت اور پذیرائی نصیب ہوئی جس کی بنا پر اسے ''نقشبندیہ مجددیہ'' کہا جانے لگا۔

نقشبندیہ مجددیہ نوریہ

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے بعد یہ سلسلہ متعدد مشائخ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا چنانچہ قطب اوحد حضرت باواجی خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی رحمۃ اللہ علیہ (تاجدار چورہ شریف ضلع اٹک) سے یہ سلسلہ ''نقشبندیہ مجددیہ نوریہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔

نقشبندیہ مجددیہ امینیہ

قطب العالمین حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (وارث مسند آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ) سے ''نقشبندیہ مجددیہ امینیہ'' کے نام سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

والحمدللہ علی ذالک

marfat.com

مجددیہ سعیدیہ

سراج العارفین حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہٗ العزیز نے زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہء خاص آلومہار شریف) اور خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن قدس سرہٗ العزیز (آستانہ عالیہ آلومہار شریف) سے روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد روئے زمین پر طریقت نقشبندیہ مجددیہ کو ایسا شیوعِ عام بخشا کہ لفظ ''مجددی'' آپ کے اسم گرامی کا جزو لاینفک ہوکر رہ گیا اور آپ کے متوسلین اپنے شیخ کی مخصوص وضع قطع اور نسبت کی وجہ سے دور سے ہی پہنچانے جاتے ہیں۔ آپ کے جانشین محترم شیخ طریقت ابوالحبیب حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی دامت برکاتہم العالیہ ''نسبت مجددیہ سعیدیہ'' کی اشاعتِ عام کیلئے اندرون ملک اور بیرون ملک شب و روز کوشاں ہیں۔

عارف باللہ خواجہ باقی باللہ احراری رحمۃ اللہ علیہ

۳ آپ کا اسم گرامی رضی الدین محمد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہے اور آپ ۹۷۱ھ کابل میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت قاضی عبدالسلام خلجی قریشی رحمۃ اللہ علیہ تھا جو اپنے زمانے کے معروف عالم باعمل، صاحب وجد و حال و فضل و کمال بزرگ تھے۔ آپ کے نانا جان کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عمر یاغستانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو قطب الارشاد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے نانا تھے۔ آپ پر بچپن سے ہی تجرید و تفرید، خلوت گزینی اور عزلت نشینی کے آثار غالب تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

marfat.com

آپ نے آٹھ برس کی عمر میں حفظ قرآن کے بعد کابل کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں علم وعمل کے آفتاب بن کر چمکنے لگے۔ جب فقر و درویشی کا شوق دامنگیر ہوا تو ماوراء النہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے علاوہ مختلف دیار وامصار کا سفر اختیار فرمایا اور مختلف اکابر اولیاء کی صحبت و خدمت میں رہ کر بے شمار روحانی فیوض وبرکات حاصل کیے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے بلاواسطہ بطریق اویسیت فیضیاب تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

شنیدم کاشف راز نہانی
ابو القاسم چراغ کرگانی
کہ بودے ورد جاں نام اویسش
کہ باشد شربے از جام اویسش

آپ کے مرشد گرامی حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارۂ غیبی پاکر آپ کو ہندوستان کی طرف ہجرت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ "وہاں ایک عزیز الوجود ہستی (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا) آپ کے حلقۂ بیعت میں شامل ہوگی جس کے ذریعے تمام عالم منور ہو جائے گا"۔ چنانچہ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دینے والے پہلے بزرگ آپ ہی ہیں جن کی توجہات قدسیہ اور تجدیدی کارناموں نے ہندوستان کی قسمت بدل کر رکھ دی۔ آپ کے حلقۂ بیعت و صحبت سے ہزاروں صلحاء وصوفیاء پیدا ہوئے۔

آپ نے ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں مستقل قیام اختیار فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری سے پانچ، چھ سال کے اندر

marfat.com

اندر روحانی حلقوں میں انقلاب برپا ہوگیا۔ عامۃ المسلمین اور علماء ومشائخ کے علاوہ اعیانِ مملکت اور ارکانِ سلطنت بھی آپ کے حلقۂ بیعت میں شامل ہوئے۔

شیخ فرید بخاری، عبدالرحیم خان خاناں، مرزا قلیج خان اور صدر جہاں وغیرہم بھی آپ کے نیاز مندوں میں شامل ہوئے۔ آپ کی نظر کیمیا، توجہ اکسیر اور دعا مستجاب تھی اس لئے آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد بالآخر تمام روحانی نظام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما کر ۲۵ جمادی الثانی بروز شنبہ ۱۰۱۲ھ بعد نماز عصر، ذکر اسم ذات کرتے ہوئے عالم قدس میں جا پہنچے (اِنَّـا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن) آپ کا مزار مبارک دہلی میں فیروز شاہ کے قبرستان میں صحن مسجد کے متصل واقع ہے۔

marfat.com

به برکتِ توجهِ آں بزرگ جذبۂ خواجها که از جهتِ

ان بزرگ کی توجہ[۴] کی برکت سے خواجگان نقشبندیہ کا جذبہ[۵] جو صفت

استهلاك درصفت قیومیّت می خیزد او را حاصل

قیومیت[۶] میں فنائیت کی جہت سے پیدا ہوتا ہے اس کو حاصل ہوا

گشت وازطریق اندراج النهایة فی البدایة نیز شِربی میسر

اور اندراج النہایۃ فی البدایۃ کے طریق سے بھی ایک گھونٹ میسر ہوا

شد بعد از تحقق ایں جذبه کارِ او بسلوك قراریافت

اس جذبہ کے تحقق کے بعد اس کو سلوک میں قرار حاصل ہوا۔

توجہ

۴ شیخ کا اپنی قوت ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ کہلاتا ہے۔ سلوک کی منزلوں میں شیخ ہر سبق کے لئے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القاء کرتا ہے۔ اس کو تصرف یا ہمت بھی کہا جاتا ہے۔

اقسام توجہ

مشائخ طریقت نے توجہ کی معروف تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

۱.....توجہ انعکاسی ۲.....توجہ القائی ۳.....توجہ اتحادی

توجہ انعکاسی

جیسے کسی چیز پر شیشے یا روشنی کا عکس اور پرتو پڑنا یا اہل مجلس کا عطر وغیرہا کی خوشبو

marfat.com

پانا انعکاسی توجہ کے مشابہ ہے۔ یہ توجہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے، اس توجہ کا اثر بھی تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے اس لئے یہ توجہ اگرچہ ضعیف ہوتی ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں ہوتی۔

توجہ القائی

اس توجہ کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص دیئے میں بتی اور تیل ڈال کر لایا تو دوسرے نے آگ لگا کر روشن کر دیا۔ اس توجہ کی تاثیر کچھ طاقت رکھتی ہے اور کچھ دیر تک اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی بیرونی صدمہ مثلاً آندھی اور بارش وغیرہ پہنچے تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لئے یہ توجہ کسی حد تک مفید ضرور ہے لیکن لطائف کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتی اس لئے مرید کو مجاہدہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

توجہ اتحادی

یہ توجہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اس میں شیخ اپنی پوری ہمت صرف کر کے اپنی روح کے کمالات طالب کی روح میں القا کر دیتا ہے۔ اس طرح کہ دونوں روحیں باہم جذب ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نانبائی کو توجہ اتحادی دے کر اس کے ظاہر و باطن کو اپنے جیسا بنا دیا جس کو وہ ضبط نہ کر کے وصال پا گیا۔ (البینات شرح مکتوبات، جلد اول مکتوب:۳)

⊙ ...... ہجرت کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ اتحادی کے ذریعے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صورت و سیرت کو اپنے جیسا بنا دیا کہ اہل مدینہ کے لئے آقا و غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

marfat.com

⊙ ......خواجہ ء خواجگان حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہُ العزیز نے بھی ایک معتقد طعام فروش کو توجہ اتحادی کے ذریعے اپنے جیسا بنا دیا تھا۔ (نفحات الانس)

جذبہ

۵ جذبہ سیر انفسی کا نام ہے ،اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کامل کی توجہات سے سیر انفسی میں عالم امر کے لطائف کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور لطائف اپنی اصل میں فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت جذب ہے اور اس تربیت کے حاصل کرنے والے کو مجذوب کہتے ہیں۔

سلوک

سلوک سیر آفاقی کا نام ہے۔ مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق اتباع سنت و شریعت اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے طہارت نفس و عناصر حاصل کرنا سیر آفاقی ہے اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس قسم کی تربیت حاصل کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

بینہ: جذبہ سلوک سے مقدم ہو تو ایسے مرید کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ اگر سلوک جذبے پر مقدم ہو تو ایسے مرید کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ حضرات نقشبندیہ جذبے کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں اسی لئے اکثر نقشبندی صوفیاء مجذوب سالک ہوتے ہیں۔ دیگر سلاسل کے بزرگ سلوک کو جذبے پر مقدم کرتے ہیں اسی لئے ان کے اکثر صوفیاء سالک مجذوب کہلاتے ہیں۔

یہاں مجذوب کا عوام میں متعارف معنی مراد نہیں بلکہ مجذوب کا لفظ توجہ شیخ سے فیضیاب ہونے والے پابند شریعت صوفی پر استعمال فرمایا ہے۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:٦)

marfat.com

اقسام جذبہ

جذبہ کی دو قسمیں ہیں۔ جذبہ صوری اور جذبہ حقیقی

جذبہ صوری

وہ جذبہ جو سیر فی اللہ سے قبل ابتدائے سلوک میں تصفیۂ لطائف سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور صرف تسہیلِ منازل سلوک کے لئے عطا کیا جاتا ہے اسے جذبہ صوری کہتے ہیں۔ اس کو جذبۂ بدایت یا جذبہ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

جذبہ حقیقی

وہ جذبہ جو سیر فی اللہ کے دوران انتہائے سلوک میں حاصل ہوتا ہے، اس کو جذبہ حقیقی کہتے ہیں، اس کو جذبہ نہایت یا جذبہ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ جذبہ حقیقی بلا امتیاز تمام سلاسل طریقت میں موجود ہے لیکن جذبہ صوری طریقہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے اور یہ نعمت حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخلصین کو بطور خیرات وصدقہ جاریہ عطا فرمائی ہے تاکہ مرید اگر نسبت جذبہ کی تکمیل سے پہلے مر جائے تو محروم مطلق نہ مرے کم از کم جذبہ کی لذت تو چکھ لے۔

اس حقیقت کا اظہار آپ نے یوں فرمایا ہے:

ما نہایت را در بدایت درج می کنیم

یعنی وہ جذبہ جو تمام سلاسل کے سالکین کو آخر میں دیا جاتا ہے ہم بفضلہٖ تعالیٰ اپنے سلسلے کے مریدین کے لئے اس کو انتہا سے ابتدا میں کھینچ لائے ہیں۔ چنانچہ باقی سلاسل کی ابتداء عالم خلق کی سیر سے ہوتی ہے اور انتہا عالم امر کی سیر پر ہوتی ہے۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں اس کے برعکس عالم امر سے سیر شروع ہوتی ہے۔

اس جذبہ کی تعریف میں آپ نے فرمایا:

marfat.com

جَذْبَةٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ (نفحات الانس)
یعنی ایک جذبہ، اللہ تعالیٰ کے جذبات سے ساری کائنات کے جنوں اور انسانوں کے اعمال کے برابر ہے۔ یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی عطیات میں سے ہے اور اس کے فضل وکرم پر موقوف ہے۔

آپ نے فرمایا: مافضلیا نیم ہم فضلی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبتِ فضل ہم کو حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوں کو بدایت میں میسر ہے۔

اگر از جانب معشوق نباشد کششے
کوشش عاشق بے چارا بجائے نرسد

طریقہ جذبہ صوری

سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر نے حصول جذبہ صوری کا ایک مخصوص طریقہ وضع فرمایا ہے اور وہ تکرار اسم ذات ونفی اثبات، حبس دم اور رعایتِ وقوف عددی ہے۔ جبکہ دوسرے سلاسل میں اس جذبہ ابتدائی کے حصول کا کوئی معین طریقہ اور مخصوص ضابطہ نہیں البتہ اگر علیٰ سبیل الاتفاق ان کو یہ جذبہ حاصل ہو جائے تو کوئی امر مانع بھی نہیں۔
ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۲)

صفت قیومیت

۶ صوفیائے مجددیہ رضوان اللہ علیہم کے نزدیک قیوم طریقت کی ایک اصطلاح ہے۔ جو اسم باری تعالیٰ القیوم سے ماخوذ ہے اور قیومیت اسم القیوم کی نسبت سے ہے۔ نسبت قیومیت قیوم اول حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز کا مکشوف ہے۔ عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز قیوم کے متعلق رقمطراز ہیں۔

marfat.com

قطب ہونا قیومیت کا ایک شعبہ ہے۔ قیوم اس عالم میں حق جل وعلا کا خلیفہ اور اس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے۔ اقطاب وابدال اس کے دائرہ ظلال میں داخل اور افراد واوتاد اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں۔ تمام افراد عالم اس کی طرف رخ رکھتے ہیں اور اہل جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے، خواہ وہ جانے یا نہ جانے بلکہ اہل عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے۔ اس لئے کہ افراد عالم چونکہ اسماء وصفات کے مظاہر ہیں۔ کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے۔ سب کے سب اعراض واوصاف ہیں اور اعراض واوصاف کو ذات جوہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ ان کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت وخلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جاتا ہے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ نسبت قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اس وقت تک میسر نہیں ہوتا جب تک وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو۔ حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ اشیاء میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی اور خوش ہیں۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب:۸۶)

قیوم کے دو مفہوم

لفظ قیوم جب ذات باری تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کیلئے بولا جائے تو اس کا معنی قَـائِـمـاً بِذَاتِهٖ وَمُقَوِّماً لِغَيْرِهٖ ہوگا یعنی جو بذات خود قائم ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہو۔ یہ لفظ جب کسی مخلوق کیلئے بولا جائے تو اس کا لغوی معنی مراد لیا جائے گا اور اس کی تاویل کی جائے گی یعنی کسی شئی کے قیام اور بقا کا وسیلہ وذریعہ (مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو سرمایہ ملت کا نگہبان، البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۲۱ اور مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب:۴۷)

marfat.com

صفت قیومیّت میں فنائیت

جانشین امام ربانی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

ان بزرگوں (خواجگانِ نقشبندیہ) کا جذبہ جو کہ صفت قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبہ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت خواجہ (حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ) کو پہنچا ہے اور ان سے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوف عددی ہے۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب:۳۶)

صوفیائے مجددیہ نے صفت قیومیت میں انجذاب کے اعتبار سے جذبہ کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ جذبہ قیومیت ۲۔ جذبہ معیت ۳۔ جذبہ محبت ۴۔ جذبہ ذات بحت

جذبہ قیومیت

وہ جذبہ ہے جس میں عارف پر حق تعالیٰ کی قیومیت جلوہ گر ہوتی ہے اور اس کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔

جذبہ معیت

وہ جذبہ ہے کہ جس میں عارف کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت جلوہ گر ہوتی ہے

جذبہ محبت

وہ جذبہ ہے کہ جس میں عارف پر حق تعالیٰ کی محبت مستولی ہو جاتی ہے اور اس کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔

marfat.com

واین راہ را بتربیت رُوحانیت اسداللّٰہ الغالب کرم اللّٰہ تعالیٰ وجھہ

اور اس راہ کو شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ[7] کی روحانیت کی تربیت سے انتہا

تا بنہایت رسانید یعنی باسمے کہ ربِّ اوست وازاں اسم،

تک پہنچایا یعنی اس اسم تک جو اس کا مربی ہے۔[8] اور اس اسم

بقابلیتِ اولیٰ کہ معبّر بحقیقت محمدیہ است علی صاحبھا

سے قابلیت اولیٰ[9] تک جو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام و التحیہ[10]

الصلوٰۃ والسلام والتحیہ بمددِ روحانیت حضرت خواجۂ نقشبند

سے عبارت ہے پھر حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ[11] کی روحانیت

قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ عروج نمود

کی مدد سے عروج حاصل ہوا۔

جذبہ ذات بحت

وہ جذبہ ہے کہ عارف کو حق تعالیٰ کی ذات بحت تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے اس جذبہ کو قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہُ العزیز کا جذبہ بھی کہتے ہیں۔ (شرح مکتوبات قدسی آیات (فارسی) دفتر دوم مکتوب: ۴۲)

مختصر تعارف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

[7] مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۲۲ رجب المرجب خانہ کعبہ میں متولد ہوئے۔

marfat.com

شد او دُرِّ بیت الحرامش صدف
کسے را میسر نشد ایں شرف

نوجوانوں میں سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اکثر غزوات اور معرکوں میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف نصیب ہوا۔ ذوالنورین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ اور اہل بیت اطہار کے دوازدہ آئمہ کرام میں سے پہلے امام ہیں۔ بقول شاعر

اول و آخر ابرار توئی
مشرق و مغرب انوار توئی

اقلیم ولایت کے تاجدار، جملہ سلاسل طریقت کے سالار، ولایت کے سلطان مطلق اور سرتاج مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ آپ کی روحانی تربیت اور باطنی فیضان کے بغیر ولایت کا تصور بھی ناممکن ہے۔

سلطان سلاطین اقالیم ولایت صرف اور صرف آپ ہی ہیں، کوئی نقشبندی ہو یا چشتی، قادری ہو یا سہروردی جب تک آپ کے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ نہ بنائے، اس کی ولایت کی تکمیل اور فیضان کی تمیم نہیں ہوتی بلکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا وجدان یہ گواہی دیتا ہے کہ اولین و آخرین کے تمام اولیاء کو ولایت آپ ہی کی وساطت سے نصیب ہوئی چنانچہ آپ رقمطراز ہیں!

انگارم کہ حضرت امیر قبل از نشأ عنصری نیز ملاذ و ملجأ این مقام بوده اند چنانچه بعد از نشأعنصری وہر کہ فیض وہدایت ازیں راه مے رسید بتوط ایشاں می رسید چہ ایشاں نزد نقطۂ منتہائے ایں راه اند و مرکز این مقام بایشاں تعلق دارد (مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب:۱۲۳) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

marfat.com

کے عظیم الشان مرتبہ ولایت کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء اور صوفیاء نے ٹھوکریں کھائیں اور ان سے کشفی غلطیاں سرزد ہوگئیں بایں وجہ انہوں نے خلفائے ثلاثہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کا قول کر دیا۔

یوں وہ اجماع امت کے منکر ہو کر گمراہ ، بے دین اور اہلسنت سے خارج ہو گئے۔ اس قسم کے تفضیلی شیعہ علماء و مشائخ کے روپ میں اہلسنت کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں اور لباس خضر میں سادہ سنی مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ضَلُّوا فَاضَلُّوا

واضح رہے کہ جب کوئی ولی بسلامتی ہوش وحواس تفضیل علی (رضی اللہ عنہ) کا قول کرتا ہے تو اس کی ولایت سلب کر لی جاتی ہے اور اسے مرتبہ ولایت سے معزول کر دیا جاتا ہے۔ کوئی بھی نام نہاد مسلمان جب اظہار نفرت کرتے ہوئے خلفائے ثلاثہ کی شان میں زبان طعن دراز اور سب وشتم کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو تبرائی شیعہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارقام پذیر ہیں " اگر حضرات شیخین کی افضلیت پر اہلسنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیائے عزلت کا کشف حضرت امیر علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا حکم کر دیتا چونکہ حضرات شیخین کے کمالات ، انبیائے کرام علیہم الصلوات کے کمالات کے مشابہ ہیں اور ارباب ولایت کی ان کمالات تک رسائی نہیں ہے اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات نبوت کے درجات کی بلندی کے باعث راستے میں ہی ہے...... کمالات ولایت تو کمالات نبوت کے عروج تک پہنچنے کیلئے زینہ ہیں۔ (دفتر اول مکتوب:۲۵۱)

۱۸ رمضان المبارک ۴۰ھ کو عبدالرحمٰن بن ملجم (جَعَلَهُ اللّٰهُ مُلْجَماً بِلَجَامٍ مِّنَ النَّارِ) نے زہر آلود تلوار کا وار کر کے کوفہ کی جامع مسجد میں آپ کو زخمی کر دیا اور ۲۱ رمضان المبارک کو آپ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

marfat.com

کسے را میسر نشد ایں سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم نے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق لوگوں سے چھپا کر دفن کر دیا لہٰذا آپ کی قبر انور کی تعیین واضح طور پر نہیں ہو سکی۔ جبکہ ارباب مکاشفہ نے متعدد مقامات پر نشاندہی فرمائی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا مزار مبارک نجف اشرف میں ہے اور بعض نے مزار فیض آثار بلخ میں بتایا ہے۔ اگرچہ قول اول مشہور ہے مگر سفینۃ الاولیاء میں قول ثانی کو ترجیح دی گئی ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

صاحب عمدۃ المقامات حضرت شاہ فضل اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بارگاہ ولایت میں یوں ہدیہ نیاز پیش کیا ہے

یا علی! بادشاہ کونینی اولیاء را تو قرۃ العینی
بہ ولایت کسے قدم نزند بہ ولائے تو تا کہ دم نزند
یک نگاہے نمودہ زر سازے کارم از یک نگاہ در سازے
گرچہ من لائق نگاہ نیم در رہت بہ ز خاک راہ نیم
نکنم رد ز درگہ کرمت ای سرم خاک باد بر قدمت
فضل را جز جناب حضرت تو نیست روئے وسیلہ دیگر سو

۸۔ اسم مربی

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانیت نے اس درویش کو اس اسم تک پہنچایا جو اسم اس درویش کا رب تھا۔ یہاں ''رب'' سے مراد مُربی ہے۔ اسماء الٰہیہ میں سے عالمِ وجوب کا فیض جس اسم کے ذریعے سالک کی تربیت کرتا ہے وہ اس کا اسم مربی کہلاتا ہے، اس کو مبدأ فیض بھی کہتے

marfat.com

ہیں۔

یاد رہے کہ سالکین کو دوران سلوک جب مقامات ولایت میں ترقی نصیب ہوتی ہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا فیض اور تجلیات کا پرتو پڑتا ہے جنہیں مبادی فیوض کہا جاتا ہے۔ ہر ولی کا مبدأ فیض اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں سے کوئی نہ کوئی اسم وصفت ہوتا ہے۔ کسی کا مبدأ فیض صفت رحمٰن ہوتی ہے، کسی کا صفتِ رحیم، کسی کا صفتِ کریم، کسی کا صفتِ رؤف اور کسی کو صفتِ قیومیت سے فیض پہنچتا ہے۔

۹ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اپنے مدارج سلوک بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس درویش کو اس کے مبدأ فیض سے قابلیت اُولیٰ یعنی حقیقت محمدیہ تک عروج حضرت خواجہ شاہ نقشبند قدس سرہٗ کی روحانیت کی مدد سے حاصل ہوا۔

قابلیت

قابلیت کا لغوی معنی استعداد اور اُولیٰ کا معنی پہلی ہے۔ اہل طریقت کے نزدیک ذات اور شیونات یا ذات اور صفات کے درمیان نسبت کو قابلیت کہا جاتا ہے۔

نسبت

ظلِ طرفین یا رابطہ بین الطرفین کا نام نسبت ہے۔

قابلیت اُولیٰ

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کو قابلیت اُولیٰ کہا جاتا ہے۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۴)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء وصفات کے ظہور کا ارادہ فرمایا تو تخلیق مخلوق کیلئے جس ذات کی طرف اسم ظاہر کی تجلی بلا واسطہ متوجہ فرمائی وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

marfat.com

وسلم کی حقیقت تھی جس کو صوفیائے کرام قابلیت اُولیٰ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اسی کو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کہا جاتا ہے۔

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات

۱۰۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات ذات کے مرتبہ شان العلم کے اعتبار سے قابلیت اُولیٰ کا نام ہے جو نفس اسم الٰہی کا ظہور ہے نہ کہ اس اسم کی صورت علمی کا ظہور، کیونکہ کسی چیز کی نفس شئی اور اس کی صورت علمیہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ نفس آگ اور اس کی صورت علمی میں فرق واضح ہے۔

⊙ ...... حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے مراد ذات محمدیہ نہیں بلکہ وہ اسم الٰہی مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم خلق کا مربی ہے اور وہ شان العلم ہے۔

⊙ ...... حقیقت کعبہ سے مراد وہ مرتبہ وجوب ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم امر کا مربی ہے اور شان العلم سے بلند تر ہے اس اعتبار سے حقیقت کعبہ، حقیقت محمدیہ سے افضل ہے۔

⊙ ...... حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک حقیقۃ الحقائق (سب سے پہلی حقیقت) مخلوق و حادث ہے تو دوسرے مابعد کے حقائق بھی مخلوق و حادث ہونگے۔ تعین وجوبی ممکنات کی حقیقت نہیں ہوسکتا، ممکن کی حقیقت بھی ممکن ہوگی نہ کہ واجب۔ آپ کے نزدیک حقیقت محمدیہ کا مخلوق ہونا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُورِیُ (مرقاۃ المفاتیح جز اول: ۳۸۷) سے ثابت ہے اور اسی طرح حضرت امام ربانی کے نزدیک قَبْلَ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ بِاَلْفَیْ عَامٍ (میزان الاعتدال جز اول: ۲۶۹) اور قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃِ عَشَرَ اَلْفِ عَامٍ (تفسیر حقی

marfat.com

جز ثالث : ۲۱۷) اور اس کی مثل احادیث سے خلقت کا وقت متعین بھی ثابت ہوتا ہے جو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے مخلوق اور حادث ہونے کی دلیل ہے ۔ (ماخوذ از البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب : ۴ مزید تفصیلات کے لئے یہی مکتوب ملاحظہ فرمائیں)

امام الطریقہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱ آپ کی ولادت باسعادت ۴ محرم ۷۱۸ھ قصر عارفاں میں ہوئی، جو بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے ...... آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے ...... آپ سادات کرام میں حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں ...... آپ کی کنیت بہاؤالدین اور لقب شاہ نقشبند ہے ۔

آپ کی پیدائش سے قبل حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے تولّد کی بشارت سنائی اور ارشاد فرمایا ،قریب ہے کہ قصر ہندواں' قصر عارفاں ہوجائے ۔ نیز فرمایا مجھے اس مقام سے مردحق کی خوشبو آتی ہے ۔ ولادت کے تیسرے روز حضرت خواجہ کو اپنی فرزندی میں قبول فرما کر اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی تربیت کا عہد لیا ۔ گو آپ کے شیخ تعلیم ،حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی ہیں ۔

آپ کا ارشاد ہے کہ حضرت خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''مردان حق کے سامنے پوری روئے زمین ایک دسترخوان کی مانند ہے'' اور ہم کہتے ہیں کہ ''ایک ناخن کی طرح ہے کہ کوئی چیز بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے''

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجگان (رحمۃ اللہ علیہم) کی طریقت میں چار نسبتوں کا امتزاج ہے

marfat.com

ا.....نسبت حضرت خضر علیہ السلام

۲.....نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۳.....نسبت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، جوانہیں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حاصل ہے۔

۴.....نسبت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

اسی لئے اس طریقہ عالیہ کو ملح المشائخ کہا جاتا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ سالک کو چاہئے کہ قلب کی نگہداشت کا لحاظ ہر حالت میں رکھے، کلام وطعام، خرید وفروخت، عبادات وریاضات، تلاوتِ قرآن اور دورانِ وعظ وغیرہا غرضیکہ چشم زدن میں بھی حق تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ بقول شاعر

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ تو آپ نے فرمایا ''خلوت در انجمن''، یعنی بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور بباطن خالق کے ساتھ۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

آپ نے ساری ہمت ترویجِ شریعت، تخریبِ بدعت اور عمل بہ عزیمت میں صرف کردی، لیکن اس کے باوجود ہمیشہ اپنے اعمال وافعال اور نیت کو تہمت زدہ جانتے تھے۔ درج ذیل رباعی آپ کی اسی کیفیت کی غماز ہے۔

گرطاعتِ خود نقش کنم بر نانے   و آن نان بنہم پیشِ سگے نادانے
و آن سگ سالِ گرسنہ در کہدانی   از ننگ بر آن نان ننہد دندانے

marfat.com

آپ نے دین اسلام کی بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ طریقت نقشبندیہ کو بے حد فروغ دینے کے باعث پوری دنیا میں آپ کا نام روشن ہوا۔ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب خراج عقیدت پیش کیا ہے!

ابو الوقت دو عالم قطب ارشاد بہاؤ الدین کہ شد دین از وے آباد
ز سنت در جنید افگند آشوب بہ جذبہ بایزیدش آستاں روب
پئے تسکین مشتاقان دیدار جمال مصطفےٰ را آئینہ دار
در آں آئینہ می بیند محقق سواد من را نی قد رأی الحق

آپ نے اپنے جنازے کے آگے یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا تھا، جس کی تعمیل کی گئی

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

آپ کی عمر مبارک تہتر (۷۳) برس ہوئی اور آپ کا وصال مبارک شب دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوا۔ مزار مبارک قصر عارفاں بخارا شریف میں مرجع خلائق ہے۔

marfat.com

وازاں جا بدستگیریِ روحانیتِ حضرت فاروق رضی اللہ

اور وہاں سے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۱۲] کی روحانی دستگیری سے

تعالیٰ عنہ فوقِ آں قابلیت استعلا میسر شد

اس قابلیت سے اوپر بلندی میسر ہوئی۔ [۱۳]

امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

[۱۲] آپ کا اسم گرامی عمر، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں متولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد ہشتم حضرت کعب سے جا ملتا ہے۔ آپ دعائے مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کی تاثیر اور قرأت ہمشیرہ کی تنویر کے سبب بعثت کے چھٹے سال بعمر ۲۷ برس مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کی بدولت مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو شوکت ملی اور خلیفہ رسول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے رعب وجلال کی وجہ سے کفر کے ایوانوں میں زلزلہ اور شرک کے تھانوں میں غلغلہ برپا ہو گیا۔ آپ نے عساکر اسلامیہ کی تجہیز اور افواج محمدیہ کی تنظیم کچھ اس انداز سے فرمائی کہ اسلامی لشکر جس طرف بھی رخ کرتے تھے، کفار نابکار کی صفوں میں کھلبلی مچ جاتی اور وہ میدان کارزار سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

آپ نے مصر، روم، شام، عراق، بیت المقدس، آذربائیجان، خراسان، مکران (بلوچستان) جیسے بلاد کو فتح کیا۔ بقول شاعر

بعدِ پیغمبر بہ الطاف کریم
کرد فتح چار صد شہرِ عظیم

یوں آپ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (سنن

marfat.com

ابن ماجہ رقم الحدیث:۱۰۲) کی عملی تفسیر ثابت ہوئے۔آپ اس قدر قوی الفکر اور صائب الرائے تھے کہ بیسیوں آیات قرآنیہ آپ کی تائید میں نازل ہوئیں۔

آپ کے حسن اخلاق، اعلیٰ کردار اور عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ بیت المقدس فتح ہوا تو آپ فاتحانہ شان کے ساتھ شہر میں یوں داخل ہوئے کہ خود پیدل تھے اور سواری پر آپ کا غلام تھا، یہ منظر دیکھ کر چشم فلک حیران ہوگئی اور مسلمان پکار اٹھے کہ

وہ دیکھو کس شان سے امت کا امام آتا ہے
خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

آپ تشریعی احکام کی تنفیذ اور تکوینی امور میں تصریف پر مامور تھے۔حضرت امام ربانی قدس سرہ' معارف لدنیہ میں رقمطراز ہیں کہ آپ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں قطب ابدال کی مسند پر فائز تھے یہی وجہ ہے کہ دریائے نیل آپ کے حکم سے بہنے لگا، سرزمین طیبہ زلزلہ سے محفوظ ہوگئی، سینکڑوں میل دور نہاوند شہر میں اسلامی سپہ سالار کو یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل (تفسیر القرطبی ۷۹:۱۲) فرما کر رہنمائی فرمائی۔

آپ بری صحبت سے اجتناب اور اس کے اثرات بد سے احتراز کی ہمیشہ تلقین فرماتے آپ کا ارشاد گرامی ہے اَلْعُزْلَۃُ رَاحَۃٌ مِنْ خُلَطَاءِ السُوْءِ (تفسیر الشوریٰ جز ۱۸:۱) یعنی برے ہم نشینوں سے خلوت گزینی اور گوشہ نشینی باعث راحت ہے۔

مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں نماز فجر کے دوران ابولولو فیروز مجوسی ایرانی نے ۲۶ ذوالحج ۲۳ھ بروز بدھ آپ کو زخمی کر دیا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔یکم محرم الحرام ۲۴ھ بروز اتوار بعمر ۶۳ برس جام شہادت نوش فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

۱۳؎ حضرت امام ربانی فرمارہے ہیں کہ قابلیت اُولیٰ یعنی حقیقت محمدیہ سے اوپر میری روحانی سیر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدد سے ہوئی۔آپ کے فرمودات سے

marfat.com

یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ راہ سلوک مشائخ عظام کی روحانی مدد کے بغیر طے نہیں ہوتا۔

مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پہ سو سو خطرے ہیں
لیکن یہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

اس لئے اپنے سلسلہ کے مشائخ سے اخلاص اور گہری محبت ہونی چاہئے کیونکہ اسی گہری محبت سے نسبت کا رنگ چڑھتا ہے، محبت نہ ہو تو نسبت حاصل نہیں ہوتی، جتنی نسبت گہری اور کامل ہوتی ہے۔ مشائخ کی روحانیت بھی اتنی ہی متوجہ ہوتی ہے۔ مقام افسوس ہے کہ عصر حاضر میں نہ مشائخ کی محبت ہے اور نہ ہی ان کی نسبت حاصل ہے۔ وہ خوش نصیب سالکین جن کی مشائخ سے محبت کامل اور نسبت گہری ہے، ان کی آج بھی روحانی دستگیری ہو رہی ہے۔

بلکہ اگر کسی دوسرے سلسلہ کے مشائخ میں سے کسی شیخ سے فیض و اعانت محسوس و مفہوم ہو تو اسے بھی اپنے شیخ کا ہی فیض سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ اپنا شیخ کمالات و فیوض کا جامع ہوتا ہے۔ وہ خاص فیض شیخ سے مرید کی خاص استعداد کے مناسب بزرگوں میں سے کسی بزرگ کے کمال کے موافق کہ جس سے یہ صورتِ افاضہ ظاہر ہوئی ہے مرید کو پہنچا ہے۔ وہ شیخ کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے۔ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، بواسطہ ابتلاء غلبہء محبت مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض اس کی طرف سے محسوس کیا ہے یہ بہت بڑا مغالطہ ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۹۲)

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے باطنی معاملات سالکین راہ طریقت سے جدا ہیں۔ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ نے آپ کی تعمیر شخصیت میں جو روحانی امداد فرمائی وہ اس لئے تھی تا کہ تجدید دین اور احیائے اسلام میں ان کی بھی شمولیت ہو جائے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقة الحال)

marfat.com

وازاں جا تا بمقامے کہ فوقِ آں قابلیت است وآں قابلیت

اور وہاں سے اس مقام تک جو اس قابلیت سے فوق ہے اور

کالتفصیل است مرآں مقام را، وآں مقام اجمالِ اوست

وہ قابلیت تفصیل کی مانند ہے خاص اس مقام کی اور وہ مقام اس کا

وآں مقام مقامِ اقطابِ محمدیہ است بتربیتِ روحانیتِ

اجمال ہے اور وہ مقام اقطابِ محمدیہ [14] کا مقام ہے حضور ختمی

حضرت رسالتِ خاتمیت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ

مرتبت علیٰ صاحبہا الصلوۃ و السلام و التحیہ کی روحانیت کی تربیت

ترقی واقع شد و در وقتِ وصول بایں مقام نحوی امداد از

سے ترقی واقع ہوئی۔ اس مقام تک وصول کے وقت ایک قسم کی امداد

روحانیتِ حضرت خواجۂ علاؤالدین عطار

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار [15] کی روحانیت سے

[14] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ فرما رہے ہیں کہ قابلیت اُولیٰ (حقیقت محمدیہ) سے اگلے مقام پر اس فقیر کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مقدسہ نے پہنچایا جو قابلیت اُولیٰ کا اجمال ہے اور یہی اقطاب محمدیہ کا مقام ہے اور اس مقام پر حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ کی یک گونہ روحانی امداد بھی حاصل ہوئی۔

اقطاب محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں سے وہ قطب جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

marfat.com

وسلم کی نیابت سے مشرف اور آپ کی ہی طرف سے اس منصب پر مقرر ہوں انہیں اقطاب محمد یہ کہا جاتا ہے۔

جس طرح فرشتے فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً (النازعات ۷۹:۵) کے مصداق مختلف امور تکوینیہ کی انجام دہی پر مامور ہوتے ہیں، ایسے ہی بعض اولیائے کرام بھی تشریعی و تکوینی امور کی انجام دہی پر مامور ہوتے ہیں۔

قطب کی دو قسمیں

ایسے صاحبان منصب دو قسم کے ہوتے ہیں کچھ تو وہ جنہیں اپنے منصب کی خبر ہوتی ہے کہ ہم فلاں منصب پر مامور ہیں، یہ حضرات اپنے تصرفات باطنیہ اور توجہات قدسیہ سے عوام الناس کی مشکل کشائی کرتے ہیں۔

دوسرے وہ اہل اللہ جو اپنے منصب سے بے خبر ہوتے ہیں۔ فرشتے ان کے روپ میں متشکل ہوکر عامۃ الناس کی حاجت برآری کرتے ہیں۔ دیکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ آئے تھے حالانکہ وہ اس معاملہ سے بے خبر ہوتے ہیں۔ البتہ اس محکمہ کے غوث اور فرد کے علم میں ہوتا ہے کہ یہ شخص فلاں علاقے کا قطب ہے اور اس کے تصرفات وتوجہات کی وساطت سے اس علاقے پر فیوض و برکات کا نزول ہو رہا ہے جیسے سورج کی روشنی سے پھلوں میں مہک اور درختوں میں ہریالی ہوتی ہے، لیکن سورج کیلئے اس بات کا جاننا کوئی ضروری نہیں کہ میرا فیض اور روشنی کس کس کو پہنچ رہی ہے؟۔ ایسے ہی جنہیں فیض اور روشنی پہنچ رہی ہے انہیں بھی اس بات کا علم ہونا لازم نہیں کہ ہمیں کس کا فیض پہنچ رہا ہے؟۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خربوزے، سورج کی روشنی سے رنگ پکڑتے اور مٹھاس لیتے ہیں لیکن خربوزوں کو کیا علم کہ یہ فیض کہاں سے آرہا ہے؟ اور

marfat.com

سورج کو کیا پتہ کہ میرا فیض کہاں کہاں تک پہنچ رہا ہے؟ کیونکہ یہ فیض انعکاسی ہوتا ہے۔

قطب کا وجود اس کے متعلقہ علاقے میں باعث برکت ہوتا ہے۔ لوگوں کو ظاہری اور باطنی فیوضات و برکات از قبیل رزق، معاش، کاروبار، دینی صلاحیتیں، علمی و روحانی قابلیتیں وغیرہا اسی کے ذریعے تقسیم ہوتی ہے۔ جب وہ دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو باطنی طور پر پہلے ہی اس منصب کے لئے کسی اور شخصیت کو تیار کیا جاتا ہے جو اس کے وصال کے بعد اس منصب پر متمکن ہوتا ہے۔

قدوۃ الکاملین خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ'

۱۵ آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے۔ علاؤ الدین کنیت اور عطار لقب ہے۔ آپ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول، نائب مطلق اور داماد تھے۔ حضرت خواجہ کے بے حد مقبول نظر اور معتمد خاص تھے۔ آپ صاحب طریقہ خاص ہیں، آپ کا طریقہ علائیہ مشہور ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ' نے دفتر اول مکتوب: ۲۹۰ میں آپ کا بالتفصیل ذکر فرمایا ہے۔ ایک روز علماء کے درمیان رؤیت باری تعالیٰ کی بابت مباحثہ ہوا انہوں نے بالاتفاق حضرت خواجہ عطار کو ثالث تسلیم کیا۔ آپ نے منکرین رؤیت (معتزلہ) سے ارشاد فرمایا:

''تم تین روز تک چپ چاپ باوضو ہماری صحبت میں رہو...... بعدازاں ہم فیصلہ دیں گے...... انہوں نے تعمیل ارشاد کی...... تیسرے روز ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے خود ہو کر زمین پر لوٹنے لگے...... ہوش میں آنے کے بعد نہایت نیازمندی سے عرض گزار ہوئے کہ ہم رؤیت حق پر ایمان لائے پھر وہ کبھی بھی حضرت خواجہ کی صحبت سے جدا نہ ہوئے''۔

فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ آپ کے اصحاب خاص میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تک میں حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ' کی

marfat.com

که خلیفه حضرت خواجه نقشبند است قدس الله تعالیٰ اسرارهما

جو حضرت خواجہ نقشبند کے خلیفہ ہیں قدس اللہ تعالیٰ اسرارھما اور

وقطب ارشاد است بآں درویش رسید۔ نهایتِ عروجِ اقطاب

قطب ارشاد ہیں[۱۶] اس درویش کو پہنچی۔ اقطاب کا منتہائے عروج

تا ایں مقام است و دائرهٔ ظلیت تا همیں مقام منتهی می شود

اسی مقام تک ہے اور دائرہ ظلیت[۱۷] بھی اس مقام پر ختم ہو جاتا ہے

صحبت سے مشرف نہ ہوا میں نے خدا کو نہ پہچانا۔

آپ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں جو کوئی چالیس فرسنگ تک میری قبر کے گرد دفن ہوگا، بخشا جائے گا۔

آپ کا وصال شب چہارشنبہ بعد نماز عشاء ۲۰ رجب ۸۰۲ھ میں ہوا اور آپ کا مزار مبارک قصبہ چغانیاں علاقہ ماوراءالنہر میں ہے۔

قطب

[۱۶] لغت عرب میں قطب چکی کی میخ (کلی) کو کہتے ہیں جس پر چکی گردش کرتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوتو چکی نہیں چل سکتی، یونہی قطب کے بغیر نظام عالم بھی نہیں چل سکتا۔ قطب کے سبب ہی دائرہ وجودِ عالم قائم ومحفوظ رہتا ہے اور دنیا میں آثارِ برکات اور ظہورِ حسنات اسی کے دم قدم سے وابستہ ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ ہر قریہ وبستی میں ایک قطب ہوتا ہے خواہ وہ بستی مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلموں کی جیسا کہ شیخ اکبر ابن العربی قدس سرہُ العزیز نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ اَوْ كَافِرَةٍ اِلَّا وَفِيْهَا قُطْبٌ

marfat.com

قطب اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کیلئے مختلف بھیسوں میں رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں پہچاننا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں، صرف اہل نظر ہی انہیں پہچانتے ہیں۔

ج جاوڑیا سوہنا بت خانے متھے تلک تے ہتھ قرآن دسدا
اک ہتھ تسبیح، اک ہتھ مالا، ناں اوہ ہندو تے ناں مسلمان دسدا

اقسام اقطاب

اہل طریقت کے نزدیک اقطاب کی کئی قسمیں ہیں جیسے قطب الاقطاب، قطب وحدت، قطب اکبر، قطب عالم، قطب اقلیم، بعض حضرات نے بارہ اقطاب کے وجود کا قول کیا ہے واللہ اعلم بالصواب ۔ مگر قطب کی معروف دو قسمیں ہیں۔

۱......قطب ارشاد ۲...... قطب ابدال

قطب ارشاد

یہ اولیائے ظاہرین میں سے ہوتا ہے، خلافت الٰہیہ اور نیابت محمدیہ سے سرفراز ہوتا ہے۔ مخلوق کیلئے ہر قسم کے ایمان و ہدایت، حسنات و برکات کا ذریعہ اور گناہوں سے مغفرت کا وسیلہ ہوتا ہے۔ دینی اور تشریعی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا ارشاد گرامی ہے کہ قطب ارشاد، ہدایت وارشاد (دعوت) سے متعلق اُمور میں وصولِ فیض کا واسطہ ہوتا ہے۔

قطب ابدال

قطب ابدال ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا واسطہ ہے جو عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا پیدائش، رزق رسانی، مصائب کو دور کرنا، بیماریوں کو دور

marfat.com

کرنا اور رحمت و عافیت کا حصول قطب ابدال کے مخصوص فیوضات سے تعلق رکھتے ہیں دنیوی اور تکوینی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں، قطب ابدال ہی کو قطب مدار کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ کسی قطب کا دائرہ قطبیت صرف ایک شہر، کسی کا ایک ملک اور کسی کا روئے زمین تک محدود ہوتا ہے، جبکہ ایسی شخصیت جس کے وجود مسعود کی بدولت نظام کائنات چلتا ہے، اسے قطب عالم کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام منصب نبوت کے علاوہ منصب قطبیت پر بھی فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی ساڑھے نوسو سالہ تبلیغ سے صرف چند افراد ہی مشرف باسلام ہوئے تو آپ منصب قطبیت سے دستبردار ہو گئے نتیجتاً طوفانِ نوح سے نظام دنیا درہم برہم ہو گیا۔

ایسی شخصیت جس کا دائرہ قطبیت تمام عالمین کو محیط اور چودہ طبق کی کائنات اس کی برکات و فیوضات سے فیضیاب ہو اسے قطب العالمین کہتے ہیں۔ جیسے رب العالمین، رحمۃ للعالمین (علیٰ صاحبہا الصلوات) اصطلاحات شریعت ہیں، اسی طرح قطب العالمین اصطلاحِ طریقت ہے۔

واضح رہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ کے نزدیک غوث ہی قطب مدار ہے۔ ان کے نزدیک غوثیت کا مرتبہ منصبِ قطبیت سے علیحدہ کوئی منصب نہیں ہے۔ جبکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا یہ اعتقاد ہے کہ غوث، قطب مدار کے علاوہ ہے بلکہ وہ قطب مدار کا مدد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کو دخل ہوتا ہے۔ قطب کو اس کے اعوان وانصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان وانصار اقطاب حکمی ہیں۔ (مزید تفصیلات کیلئے مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۵۶ ملاحظہ فرمائیں)

marfat.com

یہ امر ذہن نشین رہے کہ کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اولیائے کرام اور اقطاب عظام کو محض عزت افزائی کیلئے یہ مناصب جلیلہ عطا فرمائے جاتے ہیں تاکہ مخلوق کی نظر میں انہیں قابل احترام اور لائق تعظیم بنایا جائے۔ جیسا کہ فرشتوں کے، مناصب جلیلہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً اور بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ (الانبیاء ۲۱:۲۶) سے تعبیر فرمایا ہے۔

۱۷۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قطبیت کا اختتام دائرہ ظلیت کا آخری مقام ہے دائرہ ظلیت کے متعلق قدرے معلومات پیش خدمت ہیں۔

دائرہ ظلال

ظلال، ظل کی جمع ہے اور ظل کا معنی حجاب ہے حجابات کے عالم کو دائرہ ظلیت کہا جاتا ہے۔ تمام کائنات اور جملہ ممکنات دائرہ ظلیت ہے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک تمام موجودات، اسماء وصفات باری تعالیٰ کے ظلال ہیں اور اسماء وصفات کی طرح ان کے ظلال بھی بے انتہاء ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (النحل ۱۶:۹۶) یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

جب سالک اسماء وصفات کے ظلال سے اسماء وصفات کی طرف سیر کرتے ہوئے دائرۂ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے تو اس سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ دائرہ ظلال کو دائرہ اسماء وصفات، دائرہ ممکنات اور دائرہ ولایت صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴)

یاد رہے کہ عرش، سات آسمانوں سے اوپر جنت کا چھت ہے جس کا بالائی حصہ عالم امر سے مناسبت رکھتا ہے اور زیریں حصہ عالم خلق اور ممکنات سے ہے۔

marfat.com

ذات اور کائنات کا باہمی تعلق

اس میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔حضرت محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کائنات کی حقیقت ذات ہے اور یہ کائنات ذات کا ظل ہے اور ظل اصل کے قریب ہوتا ہے گویا کہ اصل ہی ہے لہٰذا ظل کو اصل کہہ دیا کہ جب کائنات، اللہ کا ظل ہے، لہٰذا غیر نہیں وہ خود ہی ان ظلال میں جلوہ گر ہے، اسے وجوب اور امکان کے درمیان اتحاد وعینیت کا نظریہ کہا جاتا ہے۔جب اس نظریہ کے قائلین کو کہا جائے کہ اس قول سے شرک کا خدشہ ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ شرک تو تب ہو جب ہم غیریت کا قول کریں اور غیر کو اس کا شریک ٹھہرائیں، غیر تو ہے ہی کوئی نہیں، ذات خود ہی سب کچھ ہے۔لیکن ان کا یہ کشف محبت کا آخری درجہ ظاہر کرتا ہے جہاں غلبۂ محبت کی بنا پر ہر طرف محبوب ہی نظر آتا ہے، اسی لئے انہوں نے اتحاد وعینیت کا قول کیا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک ذات وراء الوراء ہے، اور کائنات، ذات کا ماسویٰ ہے۔ذات اور کائنات میں خالق اور مخلوق ہونے کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں۔کائنات، ذات کا عین نہیں بلکہ غیر ہے۔ذات، کائنات کے احتیاج سے بالکل بے نیاز ہے جیسا کہ آیت کریمہ: اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ سے عیاں ہے اور اس کی باقاعدہ تخلیق ہوئی ہے اس لئے اس کا علیحدہ اپنا وجود ہے، اس میں نقص اور عیب ہیں، اگر اسے ذات کا عین کہا جائے تو ذات میں نقص اور عیب ماننا پڑتے ہیں، حالانکہ ذات ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک ہے سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (الصافات ۳۷:۱۸۰)

ذات کے نیچے اعتبارات کا مرتبہ ہے اعتبارات کے نیچے شیونات کا مرتبہ ہے شیونات کے نیچے صفات کا مرتبہ ہے صفات کے نیچے اسماء کا مرتبہ ہے

marfat.com

اسماء کے نیچے افعال کا مرتبہ ہے .....افعال کے نیچے ظلال کا مرتبہ ہے اور یہ کائنات اسماء وصفات وافعال کے ظلال کا نام ہے۔ کائنات ،ذات کا ظل نہیں بلکہ ذات تو ظلال سے پاک ہے۔عینیت کا قول اور اس قسم کے دیگر اقوال وحدۃ الوجود کے علوم ومعارف کے قبیل سے ہیں، جو دائرہ ظلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔دائرہ ظلیت سے اوپر دائرہ وجوب ہے دائرہ وجوب کی سیر کے دوران سالک پر مقام عبدیت منکشف ہوتا ہے اور سالک پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ، اللہ ہے اور بندہ، بندہ ہے اور ان کے درمیان خالق اور مخلوق کے علاوہ کوئی نسبت نہیں ہے۔(والحمدللہ علی ذالك)

marfat.com

بعدازاں اصلِ خالص است یا ممتزِج بظل طائفہ افراد

اس کے بعد اصل خالص [۱۸] ہے یا (اصل) ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے افراد کا

بوصول ایں دولت ممتاز اند۔ بعضے از اقطاب را بواسطۂ

ایک گروہ اس دولت کے وصول کے ساتھ ممتاز ہے۔ بعض اقطاب کو افراد

مصاحبت افراد تا مقامِ ممتزج عروجے واقع می شود ناظرِ اصلِ

کی مصاحبت کے واسطہ سے مقام ممتزج تک عروج حاصل ہوجاتا ہے جہاں وہ

ممتزج بظل می گردند۔ امّا وصول باصلِ خالص یا نظرِ بآں علیٰ

اصل ظل آمیز کا مشاہدہ کرتے ہیں [۱۹] لیکن اصل خالص کا وصول یا بتفاوت

تفاوتِ درجاتہم خاصۂ افرادست ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من

درجات اس کا مشاہدہ افراد کا خاصہ ہے [۲۰] یہ اللہ کا فضل ہے عطا فرماتا ہے اسے

یشاء واللّٰہ ذوا الفضل العظیم وایں درویش راخلعتِ قطبیتِ ارشاد

وہ جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے اور اس درویش کو قطب ارشاد کی خلعت اس

۱۸ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ فرمارہے ہیں کہ دائرۂ ظلیت کے بعد اصل کا مقام (دائرہ اصل) ہے اور وہ یا تو خالص اصل ہے یا ظل اور اصل ملا ہوا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دائرۂ اصل کی قدرے تفصیل بیان کردی جائے تاکہ تفہیم میں آسانی ہو۔

دائرہ اصل

صوفیائے کرام کے نزدیک دائرۂ اصل سے مراد ذات کے اسماء وصفات اور

marfat.com

شیونات واعتبارات کے مراتب ہیں۔اس دائرے کا تعلق عالم وجوب سے ہے...... یہ مرتبہ کسی لفظ ،عبارت ،اشارے یا کنائے کے ذریعے بیان نہیں کیا جا سکتا۔اس مرتبے میں سالک کو سیر علمی واقع ہوتی ہے......اس سیر کا نام سیر فی اللہ ہے۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:٦)

۱۹۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ' رقم طراز ہیں کہ دائرہ ظلیت اقطاب کا انتہائے عروج ہے جبکہ دائرہ اصل تک عروج افراد کا خاصہ ہے۔قطب دائرہ ظلیت تک ہی رہتا ہے جبکہ فرد دائرہ اصل تک چلا جاتا ہے۔اگر کوئی فرد کسی قطب کو اپنی صحبت و ملازمت میں رکھے، اپنی توجہات سے نوازے اور دائرہ ظلیت سے آگے پرواز کروائے تو یہ ممکن ہے کیونکہ قطب بالفعل قوت پرواز رکھتا ہے اور اسی بنا پر اس قطب نے دائرۂ ظلیت طے کیا ہے تو مصاحبت فرد کی وجہ سے وہ قطب مقام اصل میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کی روحانی پرواز ظل آمیز اصل تک ہو جاتی ہے اور وہ ظل آمیز اصل کو دیکھ لیتا ہے۔ مقام قطبیت و فردیت کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہ' یوں رقمطراز ہیں: مقام قطبیت منشاء دقائق علوم مقام ظلی است و مرتبہ فردیت واسطہ ورود معارف دائرہ اصل۔(دفتر اول مکتوب:۴)

یعنی قطبیت کا مقام جو دقیق علوم کا منشا ہے ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرۂ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔

معلوم ہوا مقام قطب ارشاد و قطب مدار مقام اصل کا ظل ہے......قطب فرد کا مرتبہ معارف دائرہ اصل کے ورود کا واسطہ ہے......ظاہر ہے کہ قطب ارشاد و قطب مدار سے قطب فرد کا درجہ بلند ہوتا ہے۔

قطب مدار امور تکوینیہ پر مامور ہوتا ہے ...... قطب ارشاد دعوت وہدایت کا فریضہ انجام دیتا ہے......قطب فرد اکثر عروجی مراتب میں رہتا ہے اگر نزول کرے تو مخلوق کو قطب الارشاد سے زیادہ فیض دے سکتا ہے۔واللہ اعلم

marfat.com

بعد از وصول بآں مقام کہ مقامِ اقطاب است، از

مقام تک رسائی کے بعد جو اقطاب کا مقام ہے سردار دین و دنیا علیہ الصلوات

آنسرور دین ودنیا علیہ الصلوات والتسلیمات المبارکات والتحیات

والتسلیمات المبارکات والتحیات النامیات سے

النامیات عنایت شد۔ وبایں منصب سرفراز ساختند

عنایت ہوئی اور اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا [۲۱]

بعدازاں باز عنایتِ خداوندی جلّ شانہ وعمّ احسانہ شامل حال

اس کے بعد پھر عنایت خداوندی جلّ شانہ وعمّ احسانہ اس کے شامل حال ہوئی اور

او گشت ۔ وازآں جا متوجہ فوق ساخت ۔ یک دفعہ

اس مقام سے فوق کی طرف متوجہ فرمایا گیا یک بارگی اصل ممتزج تک لے

تا باصلِ ممتزج بُرد وفنائے وبقائے درآنجا میسر شد

جایا گیا اور اس مقام میں فنا اور بقا میسر ہوئی۔ [۲۲]

[۲۰] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ اصل خالص یعنی دائرہ وجوب کا وصول یا بتفاوت درجات اس کا مشاہدہ کرنا یہ فرد ہی کا خاصہ ہے۔

خلعت قطب ارشاد

[۲۱] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ اس درویش کو مقام اقطاب پر فائز ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قطب الارشاد کی خلعت عطا فرمائی اور اس منصب جلیلہ پر سرفراز فرمایا۔

marfat.com

جب سالکین جادۂ طریقت کو کسی مقام میں تمکین وقرار حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے خلعت، عمامہ، جبہ، ٹوپی یا چادر وغیرہا سے بحالت نوم یا بیداری یا واقعہ میں براہ راست یا کسی بزرگ کی وساطت سے بالواسطہ عطا فرمایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو خلعتِ قطب الارشاد عطا فرمائی ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے سرمبارک پر دستار مبارک باندھی اور منصب قیومیت کی مبارکباد دی۔

۲۲ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے خلعتِ قطبیت ارشاد ملنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور اس درویش کو فوق کی طرف متوجہ کر دیا اور قطبیت ارشاد سے بلند ترقی ہونے لگی اور وہ یوں کہ یک بارگی مجھے اصل ممتزج تک پہنچا دیا گیا (وہ مقام اصل جو ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے) اور اس اصل ممتزج کے مقام پر مجھے فنا اور بقا میسر ہوئی جیسا کہ سابقہ مقامات میں ہوا تھا کہ ہر مرتبہ میں فنا اور بقا حاصل ہوئی تھی۔ یاد رہے کہ وہ فنا جو ولایت کی ابتداء میں حاصل ہوتی ہے یہاں مراد نہیں ہے کیونکہ ہر مرتبہ میں ایک فنا ہوتی ہے اور ایک بقا اور ہر فنا اس مرتبہ میں رسوخ، تمکین، قرار اور پختگی کے لئے ہوتی ہے۔ فنا اور بقا کی قدرے وضاحت درج ذیل ہے۔

فنا

طریقت کی اصطلاح میں سالک کو ماسوی اللہ کا نسیان فنا کہلاتا ہے یعنی ذات حق تعالیٰ کی ہستی مطلق کا سالک کے ظاہر و باطن پر ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کا اپنا وجودِ اضافی معتبر نہ رہے اور صرف وجود حقیقی متحضر رہ جائے، اس طرح کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی

marfat.com

رضا اور خوشنودی کے تابع ہو جائے اور اس کے اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہو۔

بقا

مرتبہ فنا میں جن اشیاء (آفاق وانفس) کا نسیان ہو گیا تھا، سالک کو پھر دوسروں کی تکمیل و ہدایت کے لئے انہی اشیاء کی طرف واپس لوٹا دینا ''بقا'' کہلاتا ہے یعنی کامل فنا کے بعد سالک کو جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کو بقا کہتے ہیں اور فناء الفناء کے بعد حاصل ہونے والی کیفیت کو بقاء البقاء کہتے ہیں۔ آیت کریمہ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى (طٰہٰ۲۰:۷۳) میں معنی بقا کی طرف اشارہ ہے۔

بینہ: یاد رہے کہ مرتبہ بقا میں اشیاء کے ساتھ سالک کا علمی تعلق فنا سے قبل کے تعلق سے کمیت، کیفیت اور غایت کے اعتبار سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں مخلوق کی طرف سالک کی توجہ قطعاً غیر اختیاری ہوتی ہے اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا غالب ہوتی ہے نہ کہ سالک کی ذاتی رغبت کیونکہ سالک تو اس مرتبے میں مقام اطمینان پر فائز المرام اور اِرْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر ۸۹:۲۸) سے شادکام ہوتا ہے۔ واللہ الموفق (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۲)

marfat.com

چنانکہ درمقامات سابقہ وازاں جا بمقاماتِ اصل ترقی ارزانی

جیسا کہ مقامات سابقہ میں اور اس مقام سے مقامات اصل کی طرف ترقی عطا فرما کر

فرمودہ باصل الاصل رسانید۔ دریں عروج اخیر

اصل الاصل تک پہنچا دیا ۲۳ اس آخری عروج میں

۲۳ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے مقام اصل ممتزج بظل سے آگے ترقی نصیب ہوئی اور وہ مقام اصل کا بھی اصل تھا یعنی پہلے اصل ممتزج میں فنا و بقا عطا کی گئی پھر اس کے بعد مجھے اصل خالص تک رسائی حاصل ہوئی، جہاں ظل کی آمیزش کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ والحمدللہ علی ذالک

marfat.com

کہ عروج درمقامات اصل است مدد از روحانیتِ

جو مقامات اصل میں عروج ہے حضرت غوث اعظم محی الدین

حضرت غوثِ اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر بود قدس

شیخ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس [۲۴] کی روحانیت سے

اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس وبقوتِ تصرف ازاں مقامات گذرانیدہ

مدد ہوئی اور ان کی قوت تصرف نے ان مقامات سے گذار کر

باصل الاصل واصل گردانیدند۔ وازآں جا بعالم باز

اصل الاصل تک واصل فرما دیا اور وہاں سے اس جہان کی طرف

گردانیدند چنانکہ از ہر مقامے باز می گردانیدند

واپس لوٹا دیا جیسا کہ پہلے بھی ہر مقام سے واپس لوٹاتے رہے تھے۔[۲۵]

[۲۴] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ فرمارہے ہیں کہ اس آخری عروج میں جو کہ مقامات اصل میں عروج ہے، اصل الاصل کے مقام تک اس فقیر کو غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی روحانیت سے مدد ملی اور انہوں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔

غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز

آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ ملک عجم گیلان (طبرستان) میں ہوئی اہل عرب جسے جیلان کہہ دیتے ہیں۔ آپ کریم الابوین اور نجیب الطرفین سادات عظام میں سے ہیں ...... آپ کا اسم گرامی عبدالقادر، کنیت ابومحمد، لقب محی

marfat.com

الدین اور غوث الاعظم ہیں۔

آپ نے علوم متداولہ اپنے دور کے جید علماء وفضلا سے حاصل کئے۔آپ نے کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس اس قدر اخلاص وللّٰہیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر فرمائی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو مسند قطبیت پر متمکن فرمادیا۔چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْباً
وَ نِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِی

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ تحصیل علوم کے بعد ایک روز معلوم ہوا کہ قطب زماں امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ (جو سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین میں سے ہیں) بغداد میں جلوہ افروز ہیں جب میں حاضر خدمت ہوا تو نہایت شفقت سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھایا

وَذَکَرَلِیْ جَمِیْعَ اَحْوَالِیْ وَحَلَّ لِیْ جَمِیْعَ مَا کَانَ اَشْکَلَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَا عَبْدَالْقَادِرِ تَکَلَّمْ عَلَی النَّاسِ

یعنی میرے تمام احوالِ باطنیہ کو خود ہی بیان فرمایا اور میری تمام مشکلات کو حل فرمادیا اور ارشاد فرمایا: ''اے عبدالقادر لوگوں کو وعظ سنایا کرو''

میں نے عرض کیا کہ میں عجمی ہوں، فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں؟ یہ سن کر ارشاد فرمایا

''تمہیں اب فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، لغت اور تفسیر قرآن سب یاد ہیں تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت ہے، بر سر منبر آؤ اور وعظ کہو کیونکہ میں تجھ میں وہ جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب تناور درخت بن جائے گی''۔(قلائد الجواہر:۱۱، بہجۃ الاسرار:۱۴۷)

اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَاءِ تُؤْتِیْ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ

(ابراہیم۱۴:۲۴)

marfat.com

جب آپ نے اس عالم ہست و بود میں آنکھ کھولی تو دنیائے اسلام سیاسی زوال مذہبی انتشار، روحانی اِدبار، فکری افتراق اور معاشی اضطراب کا شکار تھی ۔ طاغوتی طاقتیں اپنی شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کیلئے صلاح مشورے کر رہی تھیں ۔ اراکین سلطنت عیش کوش اور مصلحت اندیش ہو چکے تھے...... علماء مباحثوں اور مناظروں میں فقط ایک دوسرے کو زچ کرنے کے درپے تھے...... فقراء جاہ طلب اور ریاکار بن چکے تھے...... الغرض بدکاری، بے حیائی، شراب نوشی، وجاہت پرستی جیسی اخلاقی بیماریوں کا ہر طرف دور دورہ تھا...... ملت اسلامیہ کی نظریاتی بنیادیں اور جغرافیائی سرحدیں کھوکھلی ہو چکی تھیں ۔ بالآخر حق تعالیٰ نے غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کو بھیجا، آپ نے تجدید دین، ترویج شریعت اور تائید ملت کا فریضہ اس قدر تندہی اور اخلاص سے سرانجام دیا کہ ہرسُو دینی مدارس، روحانی مجالس اور علمی محافل کا اہتمام ہونے لگا۔ آپ نے خانقاہی نظام کو از سرِنو ترتیب دیا...... خاندانی وجاہت، علمی قابلیت، باطنی تصرفات اور روحانی توجہات کے ذریعے آپ نے مسلمانانِ عالم کی قسمت کو بدل کے رکھ دیا۔ شریعت مطہرہ کو خوب فروغ ملا...... دین اسلام کو عظمت اور روحانی اقدار کو برکت نصیب ہوئی...... اسلام کا احیاء ہوا...... سنت کا اجراء ہوا...... بدعت کا قلع قمع ہوا...... امت کو شوکت ملی...... ملت کو سطوت ملی، انہی خدمات کی بنا پر آپ ''محی الدین'' کے لقب سے مشہور و ملقب ہوئے ۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مکتوبات شریفہ میں رقمطراز ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے دو راستے ہیں۔

۱...... قرب نبوت ۲...... قرب ولایت

قرب ولایت کے پیشوائے واصلین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں

marfat.com

ان کے بعد یہ منصب عظیم بارہ اماموں کو بالترتیب نصیب ہوا یہاں تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز تک نوبت پہنچی تو یہ منصب آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس رستے میں جس کسی کو فیوض و برکات ملتے ہیں خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں، آپ ہی کے توسط شریف سے مفہوم ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا اَبَداً عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

(دفتر سوم مکتوب: ۱۲۳)

آپ کا وصال مبارک ربیع الاخر ۵۶۱ھ کو ہوا...... مزار مبارک بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے لوح مزار پر امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہُ العزیز کا یہ قطعہ رقم ہے۔

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است   سرورِ اولادِ آدم شاہِ عبدالقادر است
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم   نور قلب از نورِ اعظم شاہ عبدالقادر است

چند توضیحات

۱...... اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' نے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ' کو غوث الاعظم لکھا ہے لہٰذا تمام نقشبندی مجددی حضرات کو چاہیے کہ وہ بھی بصمیم قلب حضرت شیخ قدس سرہ' کی غوثیت عظمیٰ کو مانیں۔ مقام افسوس ہے کہ اسرارِ روحانیت سے ناواقف بعض مدارس کے طلبہ و خام علماء اپنی روحانی نسبتوں کے تفوق میں یہاں تک جا پہنچتے ہیں کہ اکابرین کے روحانی مناصب کا انکار کر دیتے ہیں۔ بعض متعصب نقشبندی یوں کہہ دیتے ہیں کہ جب قادری حضرات حضرت امام ربانی کو مجدد اعظم نہیں مانتے تو ہم بھی شیخ جیلانی کو غوث الاعظم نہیں مانتے۔ جب حضرت امام ربانی قدس سرہ' حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ' کی غوثیت عظمیٰ کو تسلیم کرتے ہیں تو آپ

marfat.com

کے پیروکاروں کو مجال انکار نہیں ہونا چاہئے۔

۲...... بعض عالم و فاضل نقشبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ مرتبۂ ولایت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' حضرت غوث الاعظم سے فائق ہیں، یہ موقف تعلیمات امام ربانی سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ' رقم طراز ہیں:

کہ مجدد الف ثانی اس مقام (ولایت) میں حضرت شیخ کے نائب مناب ہیں اور حضرت شیخ کی نیابت سے یہ معاملہ ان کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے

نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُوْرِ الشَّمْسِ

یعنی حضرت غوث الاعظم آفتاب ولایت ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی ماہتاب ولایت اور چاند کا نور اپنا نہیں بلکہ سورج سے مستفاد ہوتا ہے۔ (دفتر سوم مکتوب: ۱۲۳)

۳...... مرتبہ ولایت کی قطبیت کبریٰ غوث اعظم قدس سرہ' کے پاس ہے۔ کوئی شخص خواہ نقشبندی ہو یا مجددی، قادری ہو چشتی، سہروردی ہو یا شاذلی مرتبۂ ولایت میں غوث الاعظم قدس سرہ' کا محتاج ہے اور آپ کی روحانی مدد کے بغیر مراتب ولایت میں ترقی ممکن نہیں ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی کا فرمان

یہاں حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی قدس سرہ' کا ارشاد گرامی بھی مدنظر رہے، آپ فرماتے ہیں۔

بعدازاں آئمہ اثنا عشرہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہم اجمعین حامل بار ایں امانت ولایت اند۔ لیکن دریں ہزار دوم حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہ السامی نیز دریں امر شرکت دارند مقرر است کہ دریں الف

marfat.com

ثانی ہر کس کہ بدرجۂ ولایت میر سد در ہر خاندان کہ متوسل باشد بدوں توسط ایشاں کشود ایں راہ غیر ممکن ست بتوجہ وامداد ایشاں طے ایں مراحل می نماید۔ اگرچہ اقطاب وابدال واوتاد واغوات باشند۔ ضروری نیست کہ خبر وآگاہی از توجہ ومدد ایشاں داشتہ باشند (درالمعارف:۱۱۷)

ترجمہ: ان کے بعد بارہ امام ہیں اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہم اجمعین اس امانت ولایت کے بار کو اٹھانے والے ہیں لیکن اس دوسرے ہزار (۱۰۰۱ھ تا ۲۰۰۰ھ) میں حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار السامی بھی اس امر میں شرکت رکھتے ہیں۔ یہ مسلمہ ہے کہ اس دوسرے ہزار میں جو بھی درجہء ولایت تک پہنچا یا پہنچے گا خواہ وہ کسی سلسلے سے ہو ممکن نہیں کہ بغیر ان کے (حضرت مجدد الف ثانی) توسط (واسطہ ووسیلہ) کے اس پر راہ ولایت کھلے۔ ان کی توجہ اور امداد سے اس راستے (راہ ولایت) کی منزلیں طے کی جاتی ہیں خواہ کوئی قطب، ابدال، اوتاد یا غوث ہی کیوں نہ ہو۔ ضروری نہیں کہ وہ ان کی توجہ اور مدد سے خبردار اور مطلع بھی ہو۔

۴...... حضرات مجددیہ جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فضائل بیان کرتے ہیں، یہ فضیلت قرب ولایت کی راہ سے نہیں بلکہ قربِ نبوت کی راہ سے آئی ہے اور یہ کمالات نبوت براہ راست حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے عطا ہوتے ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ تابعین کے بعد حصول کمالات نبوت میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سلف صالحین میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرماتے ہیں کہ

اولیاء نقشبندیہ ایک اور راستے سے ذات تک جا پہنچتے ہیں جو کہ دائرۂ اصل میں سیر ہے خطیرۃ القدس میں سوراخ کر کے ذات تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں...... الخ

marfat.com

سوراخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ارباب ولایت سے اجازت نہیں لیتے اور اس راہ میں نہ ان کے محتاج ہوتے ہیں کیونکہ کمالات نبوت ایک ایسا رستہ ہے کہ اس کا براہ راست خدا کے ساتھ تعلق ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ' رقم طراز ہیں کہ

راہ اول جو کہ قرب نبوت سے مراد ہے جس میں توسط کا معاملہ مفقود ہے جو کوئی بھی اس راہ سے واصل ہوا ہے وہ کوئی حائل اور توسط درمیان میں نہیں رکھتا اور بغیر کسی توسط کے فیوض و برکات اخذ کرتا ہے۔توسط اور حیلولیت دوسرے راستے (قرب ولایت) میں ہیں ان کا معاملہ علیحدہ مقام سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان راہ اول سے واصل ہیں جیسا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما راہ اول سے اور آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں واصل ہیں۔ (دفتر سوم مکتوب:۱۲۳)

۵......حضرت غوث اعظم قدس سرہ' کمالات ولایت کے قاسم اور امین ہیں۔حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' براہ راست رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور حقیقت محمدیہ وحقیقت احمدیہ کے ظہور کے جامع ہونے کی وجہ سے کمالات نبوت کے امین اور قسیم ہیں۔آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت کی وجہ سے کمالات نبوت حاصل ہیں،اس مرتبہ میں آپ بعد از تابعین ساری امت میں منفرد ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دیگر سلاسل کے وہ صوفیاء جو فضیلت کے اس راز کو سمجھتے ہیں وہ جان لیتے ہیں کہ گو ولایت کا کمال تو ہمارے پاس ہے مگر کمالات نبوت سے فیض یاب ہو کر حضرات نقشبندیہ ممتاز ہو گئے ہیں۔

کثرت کرامات کی وجوہات

یہی وجہ ہے کہ دیگر سلاسل کے بزرگوں سے کرامات کا ظہور زیادہ ہوتا ہے جبکہ حضرات نقشبندیہ سے مقام تمکین پر فائز ہونے کی وجہ سے کرامات زیادہ ظاہر نہیں

marfat.com

ہوتیں۔ جتنا کسی ولی کو کمالات نبوت سے حصہ ملے گا اس سے کرامات کم ظاہر ہوں گی۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام مقام دعوت وارشاد پر فائز ہوتے ہیں اور ان کا نزول اتم ہوتا ہے اس لئے ان سے معجزات کا ظہور کم ہی ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تمام عمر ۹ معجزے ظاہر ہوئے...... کسی نبی سے دو معجزے ظاہر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ جس ولی پر کمالات نبوت کے فیضان کا غلبہ ہوگا اس سے کرامات کم ظاہر ہوں گی اور جس ولی پر کمالات ولایت کا غلبہ ہوگا اس سے کرامات زیادہ ظاہر ہوں گی۔

کثرت کرامات باعث فضیلت نہیں

عوام الناس یہ سمجھتے ہیں کہ جس ولی سے کرامات زیادہ ظاہر ہوں وہ کامل ولی ہے یہ بات مبنی بر جہالت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس ولی سے کرامات کم ظاہر ہوں وہ کامل ولی ہے کیونکہ وہ ولی جس سے کرامات کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اس کی توجہ مخلوق کی طرف رہتی ہے کثرت کرامات والے اولیاء مخلوق کی طرف زیادہ مائل رہتے ہیں اور جس ولی سے کرامات کم ظاہر ہوں اس کی توجہ ذات حق تعالیٰ کی طرف رہتی ہے اور قرب ذات حق کا مرتبہ قرب مخلوقات سے بہت بلند ہے۔

مختلف مزارات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ چشتی، قادری اور دیگر اولیاء کے مزارات پر رونق اور ہجوم زیادہ ہے جبکہ اولیاء نقشبندیہ کے مزارات پر ہجوم کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء نقشبندیہ کا مبداء فیض ذات ہے جبکہ دیگر اولیاء کا مبداء فیض صفات اور ظلال ہیں، ان کی توجہ مخلوق کی طرف کر دی گئی اور نقشبندی بزرگوں کی توجہ ذات کی طرف کر دی گئی۔ چونکہ ان کا تعلق ذات کے ساتھ ہے لہٰذا ان کی قبور پر ذات کے انوار زیادہ نظر آتے ہیں اور دیگر بزرگوں کا مبداء فیض چونکہ صفات ہیں اور صفات کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے وہاں مخلوق کے زیادہ ہجوم رہتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مخلوق کا ہجوم کمال کی نشانی نہیں۔ انبیاء سابقین کی قبور

marfat.com

کا بھی کسی کو علم نہیں مگر درجات، انبیاء کرام ہی کے بلند ہیں، ان اولیاء کے نہیں، قبور پر کثرتِ ہجوم دلیل فضیلت نہیں بلکہ دلیلِ فضیلت قرب الٰہی ہے۔

حضرات نقشبندیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رستے سے کمالات نبوت حاصل کرتے ہیں اور یہ کمالات نبوت کے وارث ہیں۔

۲۵ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور غوث الاعظم قدس سرہ' کی قوت تصرف نے مجھے ان مقامات سے جن مقامات اصل میں میرا عروج ہوا تھا ان سے مجھے گذارا اور اصل الاصل تک واصل کر دیا۔ اس کے بعد مجھے دنیا کی طرف واپس بھیج دیا گیا کہ اب تکمیلی مراتب طے ہو چکے لہٰذا اب نزول کرو۔ جس طرح پہلے بھی ہر مقام کے عروج کے بعد میرا نزول ہوتا تھا اب بھی یونہی ہوا۔ یاد رہے کہ عروج فنا کو کہتے ہیں اور نزول بقا کہلاتا ہے ہر مرتبہ میں فنا اور بقا ہوتی ہے تا کہ اس مرتبہ میں رسوخ حاصل ہو سکے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اصل الاصل مرتبے میں عروج کے بعد پھر نزول میسر ہوا۔

نزول ہی کامل مرتبہ ہے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ وہ ولی جو عروج کے بعد نزول کرے وہی کامل ہوتا ہے اور اگر کوئی ولی عروجی مراتب ہی میں رہ جائے اور نزول نہ کرے، وہ ولی تو ہوتا ہے مگر ناقص ہے، یہی مجذوب بھی کہلاتا ہے، نزول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجلیات الٰہیہ کے سامنے یا تو ہوش کھو دیتا ہے یا تاب نہیں لاسکتا اور عروجی مراتب میں ہی رہ جاتا ہے ان کی بہت زیادہ شہرت ہو جاتی ہے۔

وہ اولیاء جو عروج کے بعد نزول کریں، مسند دعوت وارشاد پر فائز ہوں، رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیں، وہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد لوگوں میں اس طرح

marfat.com

گھل مل کر رہتے ہیں کہ لوگ ان کے باطنی کمالات کی پوشیدگی کے سبب انہیں عام انسان سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نزولی مرتبہ ہی مرتبۂ کمال ہے۔ یہ نزولی مراتب زیادہ تر اولیاء نقشبندیہ کو ملے ہیں۔ یہ مراتب فیضان کمالات نبوت کے آئینہ دار ہیں اور یہی بزرگ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ (سنن ابی داود، الرقم: ۳۱۵۷) کی نوید سے شاد کام ہوتے ہیں۔

marfat.com

وایں درویش را مایۂ نسبت فردیت کہ عروج اخیر

اور اس درویش کو نسبت فردیت کی دولت کہ جس کے ساتھ آخری عروج

مخصوص بآن ست از پدرِ بزرگوارِ خود حاصل شدہ بود

مخصوص ہے۔ اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی۔[۲۶]

۲۶ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرمارہے ہیں کہ اس درویش کو فردیت کی نسبت اپنے والدگرامی سے حاصل ہوئی تھی، جب آپ اپنے والدگرامی سے سلسلہ چشتیہ میں سلوک طے کیا کرتے تھے۔

حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہُ العزیز

آپ حضرت شیخ زین العابدین کے صاحبزادے تھے۔دوران طالب علمی جذبۂ الٰہی اور عشق خداوندی کے غلبہ کی بنا پر قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی قدس سرہُ العزیز کے دست حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کیا۔حضرت شیخ گنگوہی کے وصال کے بعد جب علوم متداولہ سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ کے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہُ العزیز کے فیوض و برکات سے بہرہ یاب ہوکر طریقہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کی خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری اور حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمہما اللہ سے بھی ملاقات ومجالست رہی۔ظاہری وباطنی علوم ومعارف میں تبحر ہونے کی وجہ سے علماء وصوفیاء کے مرجع تھے اس لئے ہزاروں لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

علم شریعت وطریقت میں آپ کی تصانیف اسرارِ تشہد اور کنوز الحقائق کتب تصوف میں مرقوم ہیں۔جن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو رموز ودقائق اور اسرار

marfat.com

وحقائق آپ نے تحریر فرمائے ہیں سب القائی اور الہامی ہیں۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء

وحدت الوجود کے مشرب اور مقام سے سخت مغلوبُ الحال ہونے کے باوجود کتاب وسنت سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتے تھے اور سننِ عادیہ میں سے بھی کوئی سنت ترک نہ کرتے تھے۔ قصبہ سکندرہ کی ایک نہایت صالحہ اور پاکباز خاتون سے نکاح فرمایا۔ جن کے بطن اقدس سے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ متولد ہوئے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ جب والد بزرگوار کا آخری وقت آیا تو اچانک آپ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بات وہی ہے جو شیخ بزرگوار (حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی) نے فرمائی تھی میں نے دریافت کیا وہ کونسی بات ہے؟ کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا:

''وہ بات یہ ہے کہ شیخ نے فرمایا درحقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ ہستی مطلق ہے لیکن لباس کونیہ کی خاک محجوبوں کی آنکھ میں ڈال کر انہیں دور و مہجور رکھتا ہے اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے کسی امر کی رہنمائی اور کچھ وصیت فرمایئے کہ جس پر میں عمل کرتا رہوں فرمایا ''بس تمہیں بھی اسی بات کی وصیت کرتا ہوں''۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار نے بار بار ارشاد فرمایا کہ محبت اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کو حفاظتِ ایمان اور حسنِ خاتمہ میں بہت بڑا دخل ہے۔ میں نے نزع کے وقت استفسار کیا تو فرمایا ''الحمدللہ کہ محبت اہل بیت میں سرشار ہوں اور نعمت الٰہی کے اس دریا میں مستغرق ہوں''۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

آپ نے ۸۰ سال کی عمر میں ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ کو وصال فرمایا، آپ کا مزار مطلع انوار سرہند شریف میں ہے۔

marfat.com

و پدر بزرگوار او را از عزیزے کہ جذبۂ قوی داشتند

اور اس کے والد بزرگوار کو یہ ایک عزیز [۲۷] سے

وبخوارق مشہور بودند بدست آمدہ لیکن آں درویش

جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور خوارق (عادات) میں مشہور تھے حاصل ہوئی۔

بواسطۂ ضعف بصیرتِ خویش وقلتِ ظہورِ آں نسبت،

لیکن وہ درویش اپنی ضعف بصیرت اور اس نسبت کے قلت ظہور

آں نسبت را پیش ازقطع منازلِ سلوک درخود نمی یافت

کی وجہ سے اس نسبت کو منازل سلوک طے کرنے سے قبل اپنے اندر نہیں پاتا

واصلاً آں را معلوم خود نداشت۔

تھا اور ہرگز اس کا اپنی ذات میں علم نہیں رکھتا تھا۔ [۲۸]

ونیزایں درویش را توفیق عبادات نافلہ خصوصاً

اور نیز اس درویش کو عبادات نافلہ خصوصاً نماز نفل

ادائے صلوۃ نافِلہ مددے از پدرِ وے ست ۔ وپدر

ادا کرنے کی توفیق بھی اس کے والد کی ہی مدد سے (حاصل) ہے اور

امام العارفین حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہٗ العزیز

[۲۷] آپ ۸۹۵ھ میں حضرت حاجی سید عمر کے ہاں بغداد شریف میں متولّد ہوئے۔ آپ کا شجرۂ نسب غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز سے ملتا ہے۔ حضرت شیخ فضیل قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مادرزاد ولی ہونے کی بشارت دی۔

marfat.com

بعد میں انہی کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔علوم دینیہ کا اکتساب اپنے دور کے جید علماء وفضلاء سے کیا۔جنگلوں، بیابانوں اور سنگلاخ چٹانوں میں مدتوں عبادت وریاضت میں مصروف رہے۔صحرانوردی اوردشت پیمائی میں بے شمار کرامات اور کمالات کا ظہور ہوا۔حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے والد گرامی حضرت مخدوم عبدالاحد چشتی قدس سرہٗ العزیز سے گہرے تعلقات تھے۔کئی کئی روز ان کے ہاں جلوہ افروز رہتے۔حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز زمانہ رضاعت میں ایک مرتبہ علیل ہوگئے آپ کے والد گرامی نے آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کے پاس دعاو دم کرانے کیلئے پیش کیا تو حضرت شاہ کمال قادری نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ تو عالم باعمل اور عارف کامل ہے۔اہل اللہ کی کثیر تعداد ان سے فیضیاب ہوگی اور تا قیامِ قیامت ان کے رشد وہدایت کا نور روشن رہے گا۔یہ بدعت وضلالت کو دور کرے گا اور سنت مطہرہ کا احیاء کرے گا۔(ان شاءاللہ) بعدازاں حضرت شاہ کمال نے فرط محبت سے اپنی زبان مبارک آپ کے دہن مبارک میں رکھ دی تو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے شاہ صاحب کی زبان مبارک کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا، آخر حضرت شاہ کمال فرمانے لگے کہ

بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی چھوڑ دو، تم نے تو ہماری ساری نسبت ہی کھینچ لی۔(روضۃ القیومیہ جلد اول)

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جب ہمیں خاندان قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال قادری جیسا بزرگ نظر نہیں آتا''۔حضرت شاہ سکندر کیتھلی، مخدوم شیخ عبدالاحد سرہندی، حضرت ملا طاہر بندگی لاہوری اور متعدد علماء ومشائخ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''سالک مثل میت ہے اور یہ غسال کی مرضی پر منحصر

marfat.com

ہے کہ وہ ٹھنڈے پانی سے غسل دے یا گرم سے، میت کو کوئی حق نہیں کہ وہ غسال کے سامنے لب کشائی کرے''۔

آپ نے ۹۸۱ھ ضلع کرنال (مشرقی پنجاب بھارت) کی تحصیل کیتھل شریف میں وفات پائی۔ دوران غسل غسال سے دریافت فرمایا کہ ہمارے مرنے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی ہے؟ غسال نے جواباً عرض کیا کہ جی ایسا ہی ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا ''اچھا ہم جاتے ہیں''۔

آپ کا مزار پرانوار کیتھل شریف میں مرجع خاص وعام ہے۔

۲۸ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرمارہے ہیں کہ نسبت فردیت مجھے اپنے والد گرامی سے حاصل ہوئی تھی۔ لیکن یہ فقیر اپنی بصیرت کی کمزوری اور نسبت کے ظہور کی کمی کی وجہ سے سلوک کی منزلیں تفصیلی طور پر طے کرنے سے پہلے اس نسبت کو اپنے آپ میں نہ پاتا تھا اور اب جبکہ سیر تفصیلی حاصل ہوئی ہے تو حقیت واضح ہوگئی ہے۔

marfat.com

بزرگوار او را این سعادت از شیخ خود که درسلسلۂ

اس کے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ سے

چشتیہ بوده اند حاصل شده بود۔ وایضا ایں درویش

جو سلسلہ چشتیہ سے تھے حاصل ہوئی تھی۔۲۹ اور نیز اس درویش

راعلوم لدنی از روحانیتِ حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیه

کو علوم لدنی ۳۰ حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ

الصلوٰۃ والسلام والتحیة حاصل شده بود

والسلام والتحیہ ۳۱ کی روحانیت سے حاصل ہوئے تھے۔

۲۹ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرما رہے ہیں کہ نسبت فردیت مجھے حاصل تھی لیکن مجھے علم نہ تھا تو میرے والد گرامی مجھے نوافل کی تاکید کیا کرتے تھے کہ جس مقام میں تو ہے، وہاں نوافل زیادہ پڑھنے چاہئیں۔ نسبت فردیت میں فرائض کے ساتھ نوافل کی ادائیگی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور انہی سے مقام فردیت میں رسوخ حاصل ہوتا ہے اور میرے والد گرامی کو عبادات نافلہ پر استقامت اپنے شیخ سے حاصل ہوئی، جو کہ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

علم لدنی

۳۰ یہ علم اہل قرب کو تعلیم الٰہی سے معلوم اور تفہیم ربانی سے مفہوم ہوتا ہے جو دلائل عقلیہ اور شواہد نقلیہ کا محتاج نہیں۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً (الکہف ۱۸:۶۵) اور ہم نے اسے علمی لدنی

marfat.com

عطا فرمایا۔ مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم ارشاد فرماتے ہیں کہ وقوف عددی اس علم کا پہلا مرتبہ ہے

حضرت سیدنا خضر علیہ السلام

۱۳ آپ کا اسم گرامی بلیا بن ملکان ہے اور آپ خضر کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جہاں جلوہ افروز ہوتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی۔ علمائے محققین کے نزدیک آپ نبی ہیں اور بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ بعض نے آپ کے ولی ہونے کا بھی قول کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی بارگاہ قدس سے رحمت اور علم لدنی عطا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اٰتَیْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً (الکہف ۶۵:۱۸) سے واضح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر مفسر قرآن حضرت امام ابن جریر اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ''وَكَانَ رَجُلاً يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ (جامع البیان ۲۶:۱۸) یعنی حضرت خضر علیہ السلام ایسے شخص ہیں جو علم غیب جانتے ہیں۔

اولیائے عظام کو علوم لدنی آپ کی روحانیت ہی سے نصیب ہوتے ہیں۔ آپ کی حیات اور وفات کے متعلق علماء کے دو گروہ ہیں۔ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فریقین کے دلائل نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس اشکال کا حل حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے کلام کے بغیر ناممکن ہے۔ جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز سے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا گیا کہ آیا وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں تو آپ بارگاہ الٰہی میں حقیقت حال کے انکشاف کے لئے متوجہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں

اتفاقاً آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما

marfat.com

الصلوات والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف فرماہیں اور روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ ہم عالم اجسام کی صورت میں متمثل ہوکر وہ کام سرانجام دیتے ہیں جو عالم اجسام سے وقوع میں آتے ہیں۔ یعنی حرکات وسکناتِ جسمانی اور طاعات وعباداتِ بدنی ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔ اسی اثنا میں ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ہم احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے اہم کاموں کو ہمارے ساتھ مربوط کیا گیا ہے اور قطب مدار حضرت امام شافعی کے مذہب پر ہے، اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے شافعی مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۸۲)

marfat.com

لیکن تا زمانے کہ ازمقام اقطاب نگذشتہ بود۔ اما بعد

لیکن یہ اس وقت تک تھے جب تک مقام اقطاب سے نہ گذرا تھا

ازعبور ازآں مقام وحصول ترقیات درمقاماتِ عالیہ اخذِ

مگر اس مقام سے عبور اور مقامات عالیہ میں ترقیات کے حصول کے بعد

علوم از حقیقتِ خودست ۔ ودر خود ، بخود، از خود

اخذ علوم اپنی حقیقت سے ہوتا ہے اور اپنی ذات میں اپنی ذات کے ساتھ

مے یابد، غیرے راسجال نماندہ است تادرمیان درآید

خود سے پانے لگا[۳۲] کسی غیر کی مجال نہیں ہوتی کہ وہ درمیان میں آئے۔

علم لدنی کا حصول

۳۲ دوران سلوک جب سالک کو مقام اقطاب سے عبور وعروج نصیب ہوتا ہے تو علوم لدنی کے حصول میں وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ انشراح صدر کی بدولت اس کے سینے میں علوم ومعارف کے چشمے ابلتے اور حقائق ودقائق کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ بقول اقبال مرحوم

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرار شہنشاہی

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ العزیز کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں ''علوم لدنی کی فیض رسانی میں حضرت خضر علی نبینا وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت درمیان میں واسطہ ہے''۔ ظاہری طور پر یہ بات ابتداء اور توسط کے حال کے مناسب

marfat.com

معلوم ہوتی ہے لیکن منتہی کا معاملہ جدا ہے جیسا کہ کشف صریح سے مشاہدہ ہوتا ہے اور اس خصوصیت کی تائید اس کلام سے بھی ہوتی ہے جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز سے منقول ہے کہ ایک روز آپ برسر منبر علوم و معارف بیان فرمارہے تھے اسی اثناء میں حضرت خضر کا وہاں سے گذر ہوا تو شیخ نے کہا ''اے اسرائیلی بیا کلام محمدی بشنو'' اے اسرائیلی ادھر آؤ اور کلام محمدی سنو!۔ شیخ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر محمدیوں میں سے نہیں ہیں بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۵۵)

حضرت امام ربانی کے علوم و معارف کی اقسام اربعہ

وہ علوم لدنیہ جو بارگاہ الٰہیہ سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو عطا ہوئے ان کے متعلق کاشف حقائق حضرت علامہ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ نہایت جامع اور پرمغز ہے۔ ملاحظہ ہو

واضح ہو کہ مبداء فیاض سے باطن شریف آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرارِ مخصوصہ وارد ہوتے تھے، ان کی چند قسمیں ہیں

ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قدس سرہٗ کبھی ان کو زبان فیض ترجمان پر نہ لائے اور رمز و اشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا۔ مثلاً تاویل مقطعات و متشابہات قرآنی کہ آنجناب پر منکشف ہوتے تھے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ ان کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا اور نہ ہی وہ معرض تحریر میں لائے گئے۔

تیسری قسم کے وہ معارف ہیں، جن کو آپ نے اپنے ان مریدوں سے جو محرمانِ راز و کاملینِ اصحاب تھے، بیان کیا اور ان کے اظہار کے وقت خلوت خاص ہوتی تھی اور

marfat.com

دروازے بند کر لیے جاتے تھے اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آ جاتا تو سکوت اختیار فرماتے اور روئے سخن بدل دیتے اور بقیہ اسرار اور کسی وقت بیان فرماتے تھے۔ یہ معارف حتی الامکان تحریر نہیں کئے جاتے تھے مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابت سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ بہ التماس سائل یا بہ نیت افادۂ طالبان عموماً وشمولاً تحریر کئے گئے۔ رسائل ومکاتیب دفاتر ثلثہ وافر البرکات ان ہی اسرار قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور معرفت دل کے بیماروں کے لئے شفا اور مہجوروں کے لئے وصال ہیں۔

ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

نیز آپ کے رسائل مثل ''مبدأ ومعاد'' اور ''معارف لدنیہ'' کہ آپ کے احوال ومقامات خاصہ کو متضمن ہیں......اور رسالہ ''مکاشفات غیبیہ'' رسالہ ''اثبات النبوت'' رسالہ ''آداب المریدین'' ''شرح رباعیات حضرت خواجہ'' ''تعلیقات عوارف'' اور ''رسالہ دررد شیعہ'' وغیرہا بھی اسرارِ قسم چہارم میں سے ہیں۔

اس کے بعد قسم چہارم کی پر معارف تصانیف، جن میں مکاتیب قدسیہ بھی شامل ہیں، کے علوشان اور ان کی جامعیت کو اس طرح بیان کیا ہے

''بہ لحاظ مطالب کی باریکیوں اور عبارتوں کے دقائق اور اسرار کی تحقیق اور حالات واشارات کی تدقیق کے، آں جناب قدس سرہٗ کے علوشان اور رفعت مکان و بلندی مراتب پر کرامتِ ساطعہ اور آیہء قاطعہ ہیں۔ کشف حقائق الٰہی میں جو کچھ باریکیاں اور نازک بیانیاں آں جناب قدس سرہٗ نے کی ہیں اکابر علماء ومشائخ اس کے شیفتہ ہیں اور جو کچھ دقائق متعلق بہ حضرات خمس اور توحید وجودی وشہودی اور مشاہدہ و مکاشفہ اور ایقان وایمان، غیب وبیان، اطوار سبعہ وظہور انوار مختلفہ وتجلیات متکیفہ وغیر متکیفہ وجمع بین التشبیہ والتنزیہ، وتنزیہ صرفہ اور خفا باقی اطلاق ومحال تعینات وتجلی

marfat.com

برقی ودوامی ومعاملہ وراء تجلی، سکروصحو وعلوم وراثت وغیر وراثت اور ولایت کی قسموں کی تحقیق یعنی صغریٰ وکبریٰ وعلیا ومقام نبوت ورسالت وصدیقیت وقربت وتدلی وتدنی و محبت وخلت اور درجات سبعہ، متابعت وحد صباحت وملاحت وجمع درمیان ہر دواور سیر آفاقی وانفسی اور سیر ماوراء آفاق وانفس میں آنجناب نے بیان فرمائے ہیں وہ عقل مندوں پر ظاہر وہویدا ہیں۔ صرف یہی علوم ومعارف جو تحریر فرمائے گئے، وہ علو مقال، فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے مرتبہ اعجاز میں داخل ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ ابنائے روزگار اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں ...... اور جب خلوت میں زبان الہام ترجمان سے بیان کرتے تھے تو اور ہی حال وارد ہوتا تھا گویا مرقومات ''قال'' ہیں اور ملفوظات ''حال'' وبیان معرفت ہیں اور یہ القاء نسبت واعطاء نعمت ہیں''۔

marfat.com

وایضاً آن درویش را در وقتِ نزول کہ عبارت از سیر عن اللہ باللہ است، بمقاماتِ مشائخ سَلاسِلِ دیگر ہم عبورے واقع شد۔ وازہر مقام نصیبے وافر فرا گرفت ومشائخ آں مقام ممد ومعاون کارِ او شدند

اور نیز اس درویش کو بوقت نزول[۳۳] جو سیر عن اللہ باللہ[۳۴] سے عبارت ہے دیگر مشائخ سلاسل کے مقامات پر بھی عبور واقع ہوا۔ اور ہر مقام سے کافی حصہ لیا اور اس مقام کے مشائخ اس کے کام میں مددگار اور معاون ہوئے۔

نزول

۳۳ خالق سے خلق کی طرف توجہ کرنے کو نزول کہتے ہیں، اس کو سیر عنِ اللہ باللہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ سالک کا عروج کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تکمیل وارشاد کے لئے مخلوق کی طرف متوجہ ہونا نزول کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں سالک کو مخلوق کے ساتھ گرفتاری نہیں ہوتی بلکہ اس کو واپس مقام قلب پر لاکر حکم دیا جاتا ہے کہ جس رستے سے تم خود آئے ہو، اسی رستے سے دوسرے بندوں کو بھی میری طرف لاؤ، یہ مقام دعوت و ارشاد ہے اس قسم کے سالکین کو راجعین کہا جاتا ہے۔

سیر عن اللہ باللہ

۳۴ سیر فی اللہ کے تمام کرنے پر سالکین کے دوگروہ ہوجاتے ہیں پہلا گروہ مستہلکین کا ہوتا ہے یعنی وہ لوگ جو ذات باری تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو گئے اور جمال الٰہی کے

marfat.com

مشاہدے میں ہی رہ گئے ہیں۔

دوسرا گروہ راجعین الی الدعوۃ کہلاتا ہے۔ ان کو واپس مقام قلب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو اسی راستہ سے جس سے تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھو تمہارا مشاہدہ اب بند نہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی معشوق کی طرف تھی اور آیت کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ (ال عمران ۳:۳۱) عمل تھا۔ سالک عاشق اور حضرت حق سبحانہ معشوق، اب سیر معشوق کی عاشق کی طرف ہے اور آیۃ مذکورہ کے دوسرے جز يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ سے مشرف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سالک تعلیم و تلقین اور ترغیب سے مریدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اس تعلیم میں اللہ تعالیٰ اپنا مشاہدہ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس حالت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعث مشاہدہ ہوتا ہے۔ پس اس قسم کے صاحب دولت کو جب دنیا کی طرف لانا چاہیں اور مخلوق کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں تو اس کو صوفیوں کی اصطلاح میں ''سیر عن اللہ باللہ'' کے طریقے پر جہان کی طرف لے آتے ہیں اور اس کی تمام تر توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے لیکن اس کو مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری نہیں ہوتی اگرچہ ظاہر میں وہ مبتدی کا شریک حال ہے لیکن گرفتاری اور عدم گرفتاری میں بڑا فرق ہے اور خلق کی طرف توجہ کرنا اس منتہی کے حق میں بے اختیاری ہے جس میں وہ اپنی رغبت کچھ بھی نہیں رکھتا بلکہ اس توجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ برخلاف مبتدی کے کہ اس میں اپنی ذاتی رغبت اور حق تعالیٰ کی نارضامندی ہے پس اس سیر میں سالک علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف اور اسفل سے اسفل تر کی طرف رجوع کرتا ہے حتی کہ واپس ممکنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول: ۲۷۹)

marfat.com

واز خلاصه هائے نسبتِ خویش نصیبے ارزانی داشتند

اور اپنی نسبت کے ماحصل کا ایک حصہ عطا فرمایا۔ [۳۵]

اوّل بمقام اکابر چشتیه قدس اللّٰه تعالٰی اسرارهم عبورے

اولاً اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم [۳۶] کے مقام سے عبور حاصل

واقع شد۔ وازاں مقام حظے وافر نصیبِ او گشت

ہوا اور اس مقام سے اس کو حظ وافر نصیب ہوا۔

[۳۵] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرمارہے ہیں کہ مراتب نزول میں اس فقیر نے دیگر سلاسل کے مشائخ کے مقامات کو ملاحظہ کیا (اس کی مزید وضاحت مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب :۱ میں ملاحظہ فرمائیں) تو ہر مقام میں سے بہت سا حصہ حاصل کیا اور تمام مشائخ اس فقیر پر مہربان ہوکر میرے مددومعاون بن گئے اور اپنی نسبتوں کے منتخب فیوض و برکات مجھے عطا فرمائے اس طرح ہر نسبت کا خلاصہ مجھے حاصل ہوگیا۔

اکابرین چشتیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

[۳۶] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ مراتب نزول جسے سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان مراتب میں سب سے پہلے اکابرین چشتیہ کے مقامات پر عبور حاصل ہوا، اور ان مقامات سے اس درویش کو وافر حصہ ملا۔

برصغیر پاک وہند میں اکابرین سلسلہ چشتیہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- ...... امام السالکین حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

وازاں مشائخ عظام روحانیتِ حضرت خواجہ قطب

اور ان مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ ۳۷ کی

الدین بیش از دیگراں امداد فرمود۔ والحق ایشاں دراں

روحانیت نے دوسروں سے زیادہ امداد فرمائی اور حق یہ ہے کہ وہ اس مقام

مقام شان عظیم دارند ورئیسِ آں مقام اند

میں عظیم شان رکھتے ہیں اور اس مقام کے رئیس ہیں۔ ۳۸

- ...... قدوۃ الواصلین حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری رحمۃ اللہ علیہ
- ...... زبدۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ
- ...... شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
- ...... سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ
- ...... شیخ المشائخ حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ
- ...... قطب عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
- ...... امام الطرق حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

زبدۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷ آپ شب دوشنبہ ۵۳۷ھ قصبہ اوش، فرغانہ میں متولد ہوئے۔ اوش ماوراء النہر کے قرب وجوار میں واقع ہے۔ تحصیل علم کے بعد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بغداد شریف میں بیعت ہوئے۔ بیعت سے قبل آپ کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے

marfat.com

جان فدائے تو کہ ہم جانی وہم جانانی　　ہر کہ شد خاک درت رُست ز سرگردانی
آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام　　بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت واجازت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا، صوفیائے کرام کی چار علامات ہیں

۱...... فقیری ومحتاجی کے وقت اپنے آپ کو امیر دکھلانا

۲...... بھوک کے وقت آسودہ حال دکھلانا

۳...... غم کے وقت خوشی کا اظہار کرنا

۴...... دشمنوں سے دوستی کرنا

بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

شنیدم کہ مردان راہ خدا　　دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کہ میسر شود ایں مقام　　کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق دہلی کو اپنا مستقر بنایا جو اس وقت اسلامی دارالحکومت ہونے کے ساتھ ساتھ علماء، فضلاء، ادباء، شعراء اور صوفیائے کرام کا مرکز تھا۔ عامۃ المسلمین کے علاوہ امرائے سلطنت بھی آپ کے دلدادہ تھے۔ ایک روز سلطان شمس الدین التمش آپ کے پاؤں پکڑ کر عرض گزار ہوا کہ کل قیامت کے روز جب حساب وکتاب ہو مجھے اپنی رفاقت کا شرف بخشا جائے، بادشاہ کے اصرار پر آپ نے اس سے محشر میں شرف معیت کا وعدہ فرمالیا۔

معاشی ابتری کی بنا پر اکثر پڑوسی بقال سے قرض حسنہ لیا کرتے تھے لیکن ایک روز بقال کی اہلیہ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو طعنہ دیا جس پر آپ نے قرض لینے کی ممانعت فرمادی اور ارشاد فرمایا آپ کو میرے مصلے کے نیچے سے حسب منشا ''کاک'' (روٹیاں) مل جایا کریں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بدیں وجہ آپ ''کاکی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

marfat.com

ایک مرتبہ محفل سماع میں قوال نے حضرت شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

شعر سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہوگیا۔ جب قوال پہلا مصرع پڑھتے تو آپ جاں بحق ہو جاتے اور جب دوسرا مصرع پڑھتے تو آپ وجد کرنے لگ جاتے۔ بالآخر پہلے مصرع پر ہی آپ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ بعمر پچاس برس واصل بحق ہوگئے۔ انا للّٰه وانا الیہ راجعون

سلطان التمش کو نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا مزار پرانوار پرانی دہلی میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

۳۸ حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرماتے ہیں کہ مراتب نزول میں اکابرین چشتیہ میں سے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت نے دوسروں سے زیادہ امداد فرمائی کیونکہ آپ اس مقام میں بڑی شان رکھتے ہیں اور اس مقام نزول کے رئیس ہیں۔

حضرت خواجہ کا فیضان

بحمدہ تعالیٰ ۱۹۸۰ء میں مجھے (حضرت شارح علیہ الرحمہ) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ' کے مزار اقدس کی حاضری کا شرف ملا۔ میرے ہمراہ دو دوست اور بھی تھے، وہ حاضری میری زندگی کی عظیم یادگار ہے اور واقعی حضرت خواجہ قدس سرہ' نے اتنا فیض عطا فرمایا کہ آج تک کسی صاحب قبر نے اتنا فیض عطا نہیں فرمایا۔

دہلی کے ایک ہوٹل میں کمرہ کرایہ پر لے کر نماز ظہر کے بعد پروگرام طے پایا

marfat.com

کہ اولاً حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی بارگاہ میں حاضری دی جائے کیونکہ آپ کا مزار اقدس اندورن شہر دہلی قلعہ فیروز شاہ میں واقع ہے۔ بعدازیں حضرت خواجہ بختیار کاکی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، و دیگر اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت کی جائے کیونکہ یہ شہر سے ذرا دور ہیں۔ پروگرام طے کرنے کے بعد کچھ دیر ستانے کیلئے جب لیٹا تو مجھے آواز آئی۔

سب سے پہلے حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار پر حاضری دینی ہے۔ بیدار ہونے کے بعد میں نے دوستوں سے کہا کہ پروگرام بدل گیا ہے پہلے حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے مزار پر حاضری کا حکم ہوا ہے۔ دوستوں نے اصرار کیا نہیں ہم تو پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی بارگاہ میں جائیں گے کیونکہ ہماری نسبت طریقت بھی انہی سے ہے اور تقاضائے ادب بھی یہی ہے۔ میں نے کہا اس بات سے انکار نہیں مگر حکم یہ ہے کہ خواجہ قطب کی بارگاہ میں پہلے حاضری دی جائے۔ دوستوں نے کہا کہ آپ حکم پر عمل کریں ہم تو خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی بارگاہ میں جائیں گے میں نے کہا چلو ٹھیک ہے آپ کی بات مان لیتا ہوں۔ ٹیکسی کی تلاش میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا، کوئی ٹیکسی والا نہ مانا کوئی طول سفر کی بات کرتا اور کوئی زیادہ معاوضہ کی۔

المختصر نماز مغرب سے پون گھنٹہ قبل ایک مسلمان ٹیکسی ڈرائیور ملا، اس نے کہا کہ آپ پاکستانی اور مسلمان دکھائی دیتے ہیں اس لئے میں آپ کو دیکھ کر خود کھڑا ہوا ہوں ہم تو سمجھ گئے کہ ''یہ خود کھڑا نہیں ہوا، اسے کسی نے بھیجا ہے'' اس ٹیکسی والے نے پوچھا آپ کا پروگرام کیا ہے دوست کہنے لگے کہ اولاً حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے مزار پر پھر خواجہ قطب و دیگر اولیاء کے مزارات پر جانا ہے۔ ڈرائیور کہنے لگا میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ حضرت خواجہ قطب کے مزار پر پہلے حاضری دیں، دونوں دوست اس پر بول پڑے کہ جس طرح ہم کہتے ہیں تم وہی کرو۔

marfat.com

وہ کہنے لگا جناب بات یہ ہے کہ باقی تمام مزارات ساری رات کھلے رہتے ہیں جبکہ حضرت خواجہ قطب کا مزار مغرب کی اذان کے ساتھ ہی بند ہو جاتا ہے اور ساری رات بند رہتا ہے اور اگلی صبح نو بجے کھلتا ہے۔ ادھر ہمارا آئندہ دن کا پروگرام علی الصبح اجمیر شریف جانے کا تھا۔ ہم نے دوستوں سے کہا اب سناؤ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ ڈرائیور نے انتہائی برق رفتاری سے شہر کے رش کے باوجود ہمیں خواجہ قطب کے مزار پر پہنچایا تو اذان مغرب میں صرف تین منٹ رہتے تھے۔ ہم دوڑے دوڑے مزار اقدس کے دروازے پر پہنچے۔ (آپ کی قبر انور بالکل کچی ہے۔ تربت کی مٹی کچی ہے کیونکہ حضرت بابا فرید قدس سرہ' مٹی کی ٹوکری اپنے سر پر رکھ کر اپنے مرشد کی قبر انور پر مٹی ڈالتے تھے اسلئے ان کی نشانی کو برقرار رکھا گیا ہے)۔ مسجد میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور تالا لگانے والے کے ہاتھ میں تالا ہے اور وہ مزار کی طرف بڑھ رہا ہے، ہم دروازے پر پہنچ گئے ہم نے کہا خدا کے لئے ایک منٹ۔ کہنے لگا نہیں ہم نے کہا اختتام اذان سے قبل واپس آ جائیں گے اس کے دل میں رحم آیا، دروازے سے ہی ہم نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھنا، شروع کر دیا، کیونکہ قبر انور پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے سے دیر ہو جائے گی لہٰذا چلتے چلتے فاتحہ شروع کر دی۔ ابھی اِیَّاکَ نَعْبُدُ تک ہی پہنچے تھے کہ اتنی زبردست توجہ آئی کہ ہم تینوں کی چیخیں نکل گئیں ...... پون گھنٹہ تک رقت طاری رہی اور مدہوش رہے ...... ہمیں پتہ نہ چلا کہ کب اذان مکمل ہوئی ...... کس نے ہمیں مزار اقدس سے باہر نکالا، کب جماعت ہوئی، کچھ پتہ نہ چلا، پون گھنٹے کے بعد ہم نے نماز مغرب ادا کی۔

حضرت خواجہ نے اتنی جلدی اور اتنا فیض عطا فرمایا کہ قبر میں ہڈیاں بھی مزہ لیتی رہیں گی۔ وہ تصور جب بھی آتا ہے ہم آج بھی مست ہو جاتے ہیں یوں لگتا تھا کہ ساری نسبت چشتیہ پلا دی ہے، اتنے فیاض اور سخی ہیں حضرت خواجہ قطب قدس سرہ'۔

marfat.com

حضرت خواجہ کی نسبت آ گ لگا دینے والی تھی ایسی نسبت اور اتنا جلدی فیضان کہیں نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ عطائے نسبت کے لئے پہلے ہی تیار تھے۔

یہ تمام گفتگو حضرت امام ربانی قدس سرہ' کے ارشاد گرامی کے ضمن میں کی گئی ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ قطب قدس سرہ' بڑی شان والے اور مقام نزول کے رئیس ہیں اور آپ کی روحانیت نے میری بڑی مدد فرمائی۔

وطن واپسی پر ہم نے اس حاضری کی کیفیات خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ (وارث مسند آلومہار شریف) کو بتائیں تو آپ فرمانے لگے کہ مجھے یاد ہے میرے والد گرامی حضرت پیر سید محمد حسین شاہ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان کے تکوینی امور پر حضرت خواجہ قطب کی ڈیوٹی ہے۔ مزید فرمایا اصول یہ ہے کہ پہلے شہر کے حاکم کے پاس جانا چاہئے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح راہنمائی ملی۔ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ' نے فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ہندوستان کے تکوینی امور حضرات چشتیہ کے پاس ہیں جبکہ تشریعی امور (یعنی قطبیت ارشاد) حضرات نقشبندیہ کے پاس ہیں یعنی حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ' قطب مدار ہیں اور حضرت خواجہ باقی باللہ قطب ارشاد ہیں۔

marfat.com

بعدازاں بمقامِ اکابر کُبرویہ قدس اللّٰہ تعالیٰ اسرارھم گذرے واقع
اس کے بعد اکابر کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ۳۹؎ کے مقام پر گذر واقع ہوا
شد۔ ایں ہر دو مقام باعتبارِ عروج برابراند۔ لیکن ایں مقام، در
یہ دونوں مقام عروج کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لیکن یہ مقام فوق سے
وقت نزول از فوق درجانبِ یمین آں شاہراہ است ومقام
بوقت نزول اس شاہراہ کے دائیں جانب میں ہے اور پہلا مقام (چشتیہ)
اول بجانبِ یسارِ آں صراط مستقیم۔ وایں شاہراہ راہیے
اس صراط مستقیم کے بائیں جانب ہے ۴۰؎ یہ شاہراہ ایسا رستہ ہے
ست کہ بعضے از اکابر اقطابِ ارشاد ازاں راہ بمقام فردیت
کہ بعض اکابرِ اقطابِ ارشاد اس راہ مقام فردیت میں جاتے ہیں اور
می روند وبنہایت النہایۃ می رسند۔
نہایت النہایت تک پہنچتے ہیں۔

اکابرین کُبرویہ رحمۃ اللہ علیہم

۳۹؎ سلطان الطریقہ بُرہان الحقیقہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ طریقہ کبرویہ کے سرخیل ہیں جن سے یہ طریقہ مشہور ہوا۔ چنانچہ حضرت شیخ مجدالدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالمکارم رکن الدین حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ ، حضرت شیخ امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر حضرت مولانا شیخ محمد یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور امام الطرق حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ

marfat.com

علیہ سلسلہ کبرویہ کے اکابرین میں سے ہیں۔

٭ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس کے بعد اکابرین سلسلہ کبرویہ کے مقام پر گذر واقع ہوا۔ اکابر چشتیہ اور اکابر کبرویہ دونوں مقام عروج کے اعتبار سے برابر ہیں لیکن اکابرین کبرویہ کا مقام شاہراہ نزول (صراط مستقیم) کے دائیں جانب واقع ہے (شاہراہ نزول وہ ہے جس پر چل کر سالک نزول کرتا ہے) اور اکابرین چشتیہ کا مقام اس صراط مستقیم کے بائیں جانب واقع ہے۔ یوں سمجھیں کہ حضرات چشتیہ و کبرویہ کے مقامات برابر ہیں، فرق صرف یمین و یسار کا ہے۔ اس شاہراہ نزول کے دائیں جانب کبرویہ مقیم ہیں اور بائیں طرف چشتیہ کا مقام ہے۔ اتنا واضح کشف و اظہار اور مقاماتِ اولیاء کو اتنی وضاحت کے ساتھ آج تک کسی نے بیان نہیں فرمایا یہ فقط حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا خاصہ ہے۔

marfat.com

افراد تنہا را راہ دیگر است - بے قطبیت ازیں راہ نمی تواں
محض افراد کی راہ اور ہے بغیر قطبیت کے اس راہ سے نہیں گذر سکتے۔[۴۱]
گذشت۔ ایں مقام درمیان مقام صفات وایں شاہراہ واقع
یہ مقام، مقام صفات اور اس شاہراہ کے درمیان واقع ہوا ہے گویا وہ
شدہ است کَاَنَّہٗ برزخ است میان ایں دو مقام از ہر
ان مقامات کے درمیان برزخ ہے اور ان دو جہتوں سے بہرہ ور ہے
دو جہت بہرہ وراست ومقام اول درجانبِ دیگر ازاں
اور مقام اول اس شاہراہ کی دوسری جانب واقع ہے
شاہراہ واقع شدہ است کہ بصفات مناسبت کم دارد۔
جو صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے [۴۲]
بعد ازاں بمقام اکابر سہروردیہ
اس کے بعد اکابر سہروردیہ [۴۳] کے مقام سے۔

[۴۱] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ بیان فرما رہے ہیں کہ یہ شاہراہ جس کا قبل ازیں تذکرہ ہوا ایسی راہ ہے کہ بعض اکابر قطب ارشاد اس سے مقام فردیت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اس شاہراہ کے دائیں اور بائیں حضرات کبرویہ و چشتیہ موجود ہیں اور اس راہ کے سالکین کو اگر مدد اور راہنمائی کی ضرورت ہو تو یہ مہیا کرتے ہیں اور اسی راہ سے قطب ارشاد مقام فردیت سے گذر کر نہایت النہایت یعنی قرب کے آخری مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قطب الارشاد جب ترقی کرتا ہے تو مقام فردیت پر فائز ہو جاتا ہے۔ قطب الارشاد اور فرد کے مناصب

marfat.com

میں فرق ہے۔ قطب ارشاد تصرفات کرتا ہے جبکہ فرد تصرفات چھوڑ دیتا ہے۔ قطب ارشاد پر تجلی صفات نازل ہوتی ہے جبکہ فرد تجلی ذات سے شاد کام ہوتا ہے۔ جو محض فرد ہیں ان کا راستہ دوسرا ہے وہ بغیر درجہ قطبیت اس راہ سے نہیں گزر سکتے، یہ رستہ قطبیت ارشاد بمعہ فردیت کے جامع حضرات کیلئے مخصوص ہے۔

۴۲ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس شاہراہ اور مقام صفات کے درمیان قطبیت ارشاد اور فردیت کا مقام ہے یعنی اس شاہراہ کے آگے مقام صفات ہے جہاں تجلیات صفاتیہ پرتو ڈالتی رہتی ہیں گویا یہ مقام (قطبیت ارشاد بمعہ فردیت) اس شاہراہ اور صفات کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اس درمیانی حجاب کو کہتے ہیں جس کا تعلق دونوں طرف ہو۔ گویا مقام قطبیت ارشاد بمعہ فردیت شاہراہ اور مقام صفات کے درمیان برزخ کا کام دیتا ہے اور پہلا مقام جو کہ فردیت محض ہے، اس شاہراہ کے دوسری جانب واقع ہے اور فردیت کا یہ مقام صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے یوں سمجھیں کہ مقام قطبیت صفات سے تعلق رکھتا ہے اور تجلیات صفاتیہ سے حصہ پاتا ہے اور مقام فردیت کا تعلق ذات سے ہے اور وہ تجلیات ذاتیہ سے حصہ پاتا ہے۔

اکابرین سہروردیہ رحمۃ اللہ علیہم

۴۳ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت طریقہ سہروردیہ کو عالم اسلام میں شیوع و فروغ ملا۔ چنانچہ غوث العالمین حضرت شیخ بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، قطب عالم ابوالفتح حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، زبدۃ العارفین حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الطرائق حضرت امام ربانی سیدنا

marfat.com

کہ شیخ شہاب الدین رئیس ایں طریق اند قدس اللہ

کہ اس طریقہ کے رئیس شیخ شہاب الدین ؒ قدس اللہ

تعالیٰ اسرارھم عبور واقع شد۔ آں مقام متحلی بنور اتباع

تعالیٰ اسرارہم ہیں عبور واقع ہوا۔ وہ مقام اتباع سنت

سنت است علیٰ مصدرھا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ومتزین

کے نور سے آراستہ ہے۔ علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ اور

ست بنورا نیتِ مشاہدۂ فوق الفوق وتوفیق عبادات

فوق الفوق کے مشاہدہ کی نورانیت سے پیراستہ ہے اور توفیق عبادات

رفیقِ آں مقام ست

اس مقام کی رفیق ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر سہروردیہ میں سے ہیں۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

ؒ آپ کا اسم گرامی عمر بن محمد البکری سہروردی ہے۔ کنیت ابوحفص اور لقب شہاب الدین ہے۔ آپ کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی۔ آپ خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ آپ اپنے عم محترم حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کے علاوہ بہت سے مشائخ سے آپ کی صحبت وملاقات رہی۔

حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ العزیز نے آپ سے فرمایا:

marfat.com

اَنۡتَ اٰخِرُ الْمَشْهُوْرِيْنَ بِالْعِرَاقِ (تم عراق کے آخری مشہور بزرگوں میں سے ہو گے)

عوارف المعارف، تصوف میں آپ کی مشہور زمانہ تصنیف ہے جو آپ نے مکہ معظمہ میں تالیف فرمائی۔ آپ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ اہل طریقت دور ونزدیک بلاد سے آپ سے مسائل دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کو لکھا کہ اے محترم من! اگر میں ترک عمل کرتا ہوں تو میرے اندر بطالت وسفاہت پیدا ہوتی ہے اور اگر عمل کرتا ہوں تو میرے اندر غرور پیدا ہوتا ہے۔ بتایئے میں کیا کروں؟ آپ نے جواباً تحریر فرمایا عمل کرو اور تکبر وغرور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ آپ شریعت مطہرہ کے زیور سے آراستہ اور اتباع سنت کے نور سے منور تھے حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بنا پر آپ کو مطلع الانوار اور منبع الاسرار جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔

آپ کے مرید خاص، دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ایک نصیحت کو یوں منظوم فرمایا ہے

مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندر ز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خودبیں مباش
دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش

آپ کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔

marfat.com

بعضے از سالکان نارسیده که بعباداتِ نافله مشغول اند و بآں

بعض سالکین ۴۵ جو ابھی اس مقام تک نہیں پہنچے جو عبادات نافلہ میں مشغول

آرام دارند، نصیبے ازاں مقام بواسطۂ مناسبت بآں مقام یافتہ

ہیں اور اس سے آرام پاتے ہیں اس مقام سے کچھ حصہ اس مقام کی مناسبت کے

اند بالاصالت عباداتِ نافلہ مناسب آں مقام است

واسطے سے پاتے ہیں اصلاً عبادات نافلہ اس مقام کے مناسب ہیں

دیگراں را از مبتدیاں ومنتہیاں بواسطۂ مناسبت بآں مقام

دوسروں کو خواہ وہ مبتدی ہوں یا منتہی اس مقام کی مناسبت کے واسطہ

است وآں مقام بس شِگرف ست آں نورانیت که دریں

سے (میسر) ہے اور بس وہ مقام عجیب و بزرگ ہے وہ نورانیت جو اس مقام میں

مقام مشہود می شود درمقامات دیگر کم است۔

مشہود ہوتی ہے دوسرے مقامات میں کم ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا مشاہدہ

۴۵ دوران سلوک حضرت امام ربانی قدس سرہٗ عروجی منازل اور نزولی مدارج میں پیش آنے والے مشاہدات و مکاشفات کا کس قدر حدت بصر سے ادراک وملاحظہ فرمارہے ہیں کہ، کون بزرگ کس مقام پر متمکن اور کس سمت جلوہ افروز ہیں اور کون سے اذکار وعبادات کے ذریعے وہاں تک رسائی نصیب ہوتی ہے نیز ان اوراد وطاعات کے انوار وتجلیات کیسے ہیں۔ (والحمدللہ علی ذالک)

نیز حضرت امام ربانی قدس سرہٗ طریقت کے تمام سلاسل کے حقائق اور مقامات کو انتہائی

marfat.com

وشائخ ایں مقام بواسطۂ کمالِ اتباع عظیم الشان

اور اس مقام کے مشائخ کمال اتباع کے واسطہ سے عظیم الشان

ورفیع القدر اند درابنائے جنس خود امتیازِ تمام دارند۔

اور رفیع القدر ہیں۔ اپنے ہم جنسوں میں خاص امتیاز رکھتے ہیں

آنچہ ایشان را دریں مقام میسر شدہ است درمقامات

وہ جو ان کو اس مقام میں میسر ہوا ہے وہ دوسرے

دیگر اگرچہ باعتبارِ عروج فوق اند، میسرنیست۔

مقامات میں، اگرچہ وہ عروج کے اعتبار سے بلند ہیں میسر نہیں ہے۔

بعدازاں بمقام جذبہ فرودآوردند۔ وایں مقام جامع مقاماتِ

اس کے بعد مقام جذبہ میں اتار لائے اور یہ مقام بے شمار

جذبات بے اندازہ است۔ ازاں جا نیز فرود آوردند

مقاماتِ جذبات کا جامع ہے [46] اس مقام سے بھی نیچے لائے

نہایت مراتب نزول تا مقام قلب است

مراتب نزول کی انتہاء مقام قلب [47] تک ہے۔

محبت وعقیدت سے بیان فرمارہے ہیں کیونکہ اہل اللہ میں سلاسل کا تعصب نہیں ہوتا تعصب کم ظرف اور بدنصیب لوگوں کا حصہ ہے خواہ علماء ہوں یا صوفیاء۔

[46] یہاں حضرت امام ربانی فرمارہے ہیں کہ سارے مقامات طے کرنے کے بعد مجھے مقام جذبہ تک نیچے لے آئے اور یہ مقام تمام جذبات کا جامع مقام ہے۔ یہ بات

marfat.com

ذہن نشین رہے کہ حضرات سہرورد یہ عبادات نافلہ میں منفرد ہیں اور حضرات نقشبند یہ مقام جذبات میں ممتاز ہیں۔

۴۷؎ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' اپنی نزولی منازل کو بیان فرمارہے کہ نزول کا آخری مرتبہ جو کہ مقام قلب ہے مجھے وہاں تک نزول ہوایاد رہے کہ عروج کا پہلا مرتبہ قلب ہے اور نزول کا آخری مرتبہ بھی قلب ہے۔ جب سالک واپس مقام قلب میں آجاتا ہے تو اس کا نزول مکمل ہو جاتا ہے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کسی سالک کا نزول لطائف میں صرف لطیفہ اخفی تک ہوتا ہے کسی کا مقام سر تک، کسی کا مقام خفی تک، کسی کا مقام روح تک اور جس سالک کا نزول اتم ہو وہ مقام قلب تک آتا ہے۔تو حضرت امام ربانی قدس سرہ' کا نزول مقام قلب تک ہوا جو کامل نزول ہے۔ مقام قلب عروج کی سیڑھی بھی ہے اور نزول کی آخری سیڑھی بھی۔ اس سے قبل کوئی عروج نہیں اور اس کے بعد کوئی نزول نہیں مقام قلب کی مزید وضاحت درج ذیل ہے۔

مقام قلب

مقام قلب سے مراد شہود عالم اور مقام فرق بعد الجمع ہے۔اہل طریقت نے مقام قلب کے دو مفہوم بیان فرمائے ہیں۔

پہلا مفہوم

مقام قلب کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ سالک مبتدی کو ابھی مقلب قلب (حق تعالیٰ) کی طرف عروج حاصل نہ ہوا ہو، اس مقام قلب کو دست چپ کہا جاتا ہے۔

دوسرا مفہوم

مقام قلب کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سالک منتہی فوق سے نزول کے بعد مقام قلب میں نیچے آجائے۔ یہ مقام چپ و راست کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے۔اس مقام

marfat.com

کہ حقیقتِ جامعہ است وارشاد وتکمیل بفرود
جو حقیقت جامعہ ۴۸ ہے اور ارشاد و تکمیل اس مقام میں نزول
آوردن بایں مقام تعلق دارد - دریں مقام فرود آوردند۔
کرنے سے تعلق رکھتا ہے اس مقام میں نیچے لائے
پیش ازاں کہ دریں مقام تمکینے پیداشود
قبل اس کے، کہ اس مقام میں تمکین پیدا ہو ۴۹

قلب سے مراد وہ مقام قلب نہیں جس کو دست چپ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۵۱)

حقیقت جامعہ

۴۸ اہل طریقت کے نزدیک حقیقت جامعہ قلب کو کہا جاتا ہے کیونکہ جس طرح انسان جملہ موجودات کا خلاصہ ہے ایسے ہی جو کچھ تمام انسان میں پایا جاتا ہے وہ سب کچھ تنہا قلب میں موجود ہے۔قلب کی دو قسمیں ہیں۔قلب نوری اور قلب صنوبری۔ چونکہ قلب صنوبری (مضغۂ گوشت)، قلب نوری کا ظرف ہے فلہذا عالم قدس کا وہ فیض بواسطہ ظرفیت ومظروفیت قلب نوری سے قلب صنوبری کو پہنچتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالی بے چون ہے۔اس لئے اس نے اہل اللہ کے قلوب بھی بے چون بنائے ہیں ورنہ عالم چون میں بے چون کے سمانے کی مطلق گنجائش نہیں۔جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: لَا یَسَعُنِیْ اَرضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَ لٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤمِنْ یعنی زمین وآسمان میری وسعت نہیں رکھتے لیکن میری گنجائش میرے بندۂ مومن کا قلب رکھتا ہے۔بقول

marfat.com

شاعر

دو جہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پا سکیں ‏ ‏ اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے

اسی کو قلب نوری کہا جاتا ہے کیونکہ یہی قلب غبار سے پاک اور اغیار کی گرفتاری سے کلیۃً آزاد ہوتا ہے اور یہی قلب حق تعالیٰ کا عرش ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰه (مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) یہی قلب ذات احد کا مظہر ہے جو اعتبارات سے مجرد ہے جبکہ عرش صفات کا مظہر ہے، نیز صوفیائے کرام کے نزدیک قلب کو عرش پر جزوی فضیلت حاصل ہے کیونکہ قلب کو عالم قدس کے ساتھ عشقی وحبی تعلق حاصل ہے اور عرش عشق ومحبت کی نعمت سے محروم ہے اسی لئے فرمایا گیا

عرش و غزنین ہر دو یک طبق است
بلکہ غزنیں شریف تر طبق است

یعنی عرش وغزنی دونوں مرتبے میں برابر ہیں بلکہ غزنی کا شرف عرش سے زیادہ ہے کیونکہ غزنی کے اولیاء کے قلوب میں جو عشق الٰہی ہے عرش اس عشق سے بے خبر ہے۔ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۳۴)

۴۹ ‏ حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام ارشاد وتکمیل مرتبہ نزول میں اسی مقام قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ جو سالک مقام قلب میں نزول کرے۔ وہ مسند ارشاد کا وارث بن جاتا ہے، اسی کو قطب ارشاد کہتے ہیں۔ کیونکہ قطبیت ارشاد کا حصول تو عروجی منازل میں ہو چکا تھا مگر اس کا تحقق نزولی مراتب میں مقام قلب میں ہوتا ہے۔

marfat.com

باز عروجے واقع شد-ایں زماں اصل را نیز در رنگ ظل

پھر عروج[50] واقع ہوا اس وقت اصل کو بھی ظل کی طرح

واگذاشت-ازیں عروج کہ در مقاماتِ قلب واقع شد

پیچھے چھوڑ دیا اس عروج سے جو مقام قلب میں واقع ہوا

بتمکین پیوست والسلام

استقرار حاصل ہوا[51] و السلام

[50] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام قلب تک نزول کے باوجود پھر عروج واقع ہوا۔

عروج

عرف صوفیاء میں اِنقطاع عنِ الخلق اور وصول بلا کیف کو عروج کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جہات سے مبرّا ہے۔ گویا خلق سے خالق کی طرف توجہ کا نام عروج ہے۔اس مرتبے میں سیر کرنے والوں کو مستہلکین کہا جاتا ہے۔

[51] آپ فرماتے ہیں کہ جب مقام قلب میں نزول کے بعد دوبارہ عروج ہوا تو اس وقت یہ فقیر عروج کی ان بلندیوں تک پہنچا کہ مقام اصل بھی میرے لئے ظل بن گیا۔ یعنی اس عروج سے قبل عروجی مراتب میں، میں جس کو اصل الاصل سمجھتا تھا اب وہ مقام مجھے ظل نظر آیا اور اس وقت میں نے اصل کو ظل کے رنگ میں پیچھے چھوڑ دیا۔اس عروج میں مجھ پر منکشف ہوا کہ پہلے مقام اصل نہ تھا بلکہ ظل تھا اصل اس سے بھی آگے ہے پھر اس اصل تک پہنچا کر دوبارہ مجھے مقام قلب میں لائے اور مقام قلب میں مجھے تمکین حاصل ہوگئی۔(والحمدللہ علی ذالک)

marfat.com

منہا-۲

قطبِ ارشاد کہ جامع کمالاتِ فردیت نیز باشد بسیار عزیز

قطب ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے نہایت قلیل الوجود

الوجود است و بعد از قرون بسیار و ازمنۂ بے شمار ایں قسم

ہے بہت صدیوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا کوئی گوہر ظاہر ہوتا

گوہرے بظہور می آید وعالمِ ظلمانی از نورِ ظہورِ او نورانی

ہے[1] اور تاریک جہاں اس کے ظہور کے نور سے نورانی ہو جاتا ہے

می گردد ونورِ ارشاد وہدایتِ او شاملِ تمام عالم ست۔

اور اس کے ارشاد و ہدایت کا نور تمام عالم کو شامل ہے

قطبِ ارشاد

[1] اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ یہ ارشاد فرمارہے ہیں محض قطب الارشاد ہر دور میں ہوتا ہے لیکن مقام فردیت کا حامل قطب الارشاد صدیوں بعد ظہور فرماتا ہے۔ اس منصب کے حضرات امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات میں چند ہی ہوئے ہیں۔ غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز قطب الارشاد اور جامع کمالات فردیت ہیں۔ جیسا کہ منہا: 1 میں بیان ہوا کہ جب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو مقام فردیت تک رسائی حاصل ہوئی تو نسبتِ فردیت کے حصول میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کا روحانی تصرف شاملِ حال رہا۔

marfat.com

نیز یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز قطب الارشاد اور جامع کمالات فردیت ہیں۔ جیسے مجدد مائۃ ہر سو سال کے بعد ہوتا ہے، جبکہ مجدد ِالف صدیوں یعنی ہزار سال کے بعد تشریف لاتا ہے جیسا کہ سابقہ اُمم میں نبی تو ہر دور میں آتے رہے مگر اُولوالعزم رسول صدیوں بعد مبعوث ہوئے۔ بقول اقبال مرحوم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بعض صوفیاء کے نزدیک قطبِ عالم، قطبِ ارشاد اور قطبِ مدار یہ تین علیحدہ علیحدہ مناصب ہیں اور بعض کے نزدیک قطب اکبر، قطب کبیر، قطب وجود، قطب مدار اور قطب ارشاد ایک ہی مرتبہ کے مختلف نام ہیں۔ دراصل صوفیاء کی دو قسمیں ہیں

۱...... متصوفین ۲...... محققین

بعض اہل اللہ صرف صوفی ہوتے ہیں جبکہ بعض صوفیاء محقق ہوتے ہیں۔ صوفیائے محققین یہ فرماتے ہیں کہ قطب مدار اور قطب ارشاد دو علیحدہ منصب ہیں۔ ہمارے لئے وہی بات وقیع اور قابل یقین ہوگی جس کی وضاحت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے مکتوبات شریفہ یا اپنی دیگر تصانیف لطیفہ میں بیان فرمائی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام سلاسل طریقت میں بڑے اکابر اولیاء گذرے ہیں، مگر انہوں نے کشف وشہود کو علمی طور پر اتنی واضح تحقیق کے ساتھ بیان نہیں فرمایا، جس طرح حضرت مجدد پاک قدس سرہٗ نے بیان فرمایا ہے، آپ امہات کتب تصوف کتاب اللمع ہو یا رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف ہو یا قوت القلوب، فصوص الحکم ہو یا فتوحات مکیہ، ابریز ہو یا فوادالفوائد پڑھ لیں، ان بزرگوں نے اپنی کتب میں بعض حقائق پر روشنی ڈالی ہے مگر بالتفصیل گفتگو نہیں فرمائی۔ اگر آپ کائنات کشف وشہود کے ہر گوشہ تک پہنچنا چاہتے ہیں تو وہ آپ کو سوائے حضرت مجدد پاک قدس سرہٗ کی تعلیمات کے اور کہیں نہ

marfat.com

ملیں گی۔ مثلاً حضرت ابن عربی قدس سرہ' نے علوم تصوف پر بے شمار کتب لکھی ہیں مگر زیادہ مشہور فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ ہیں لیکن وہ اتنی اجمالی و مبہم گفتگو کرتے ہیں کہ ان کے ایک ہی کلمے کو ایک طبقہ عین توحید کہتا ہے جبکہ دوسرا عین شرک، اسی وجہ سے حضرت ابن عربی قدس سرہ' پر کفر کے فتوے لگے کیونکہ انہوں نے اجمالی تصوف بیان فرمایا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ مسئلہ توحید میں ابن عربی کی اکثر تحقیقات مبنی بر صواب ہیں اور بعض صواب سے دور ہیں اور خطا پر مبنی ہیں لیکن ان کی یہ خطا، خطائے کشفی ہے اور خطائے کشفی، خطائے اجتہادی کی مانند ہوتی ہے لہٰذا انہیں مطعون نہیں کرنا چاہیے۔

marfat.com

از محیطِ عرش تا مرکزِ فرش ہر کسے را کہ رُشد وہدایت

دائرہ عرش سے مرکز فرش تک جس کسی کو رشد و ہدایت اور ایمان

وایمان ومعرفت حاصل می شود از راہ او می آید و ازو

ومعرفت حاصل ہوتی ہے اس کی راہ (وسیلے) سے آتی ہے اور اسی سے استفادہ

مستفاد می گردد بے توسطِ او ہیچ کس بایں دولت نمی رسد

کرتا ہے اس کی وساطت کے بغیر کسی کو یہ دولت نہیں پہنچتی ۲ے

مثلاً نورِ ہدایت او دررنگ دریائے محیط تمام عالم را فرا

مثلاً اس کا نور ہدایت بحر بیکراں کی صورت میں تمام عالم کو گھیرے

۲ے آپ فرماتے ہیں کہ ایسی عزیز الوجود اور نایاب شخصیت جو اس منصب پر فائز المرام ہو، اس کے ظہور کے نور سے کائنات کے اندھیرے (کفر، شرک، فساد وغیرہا) چھٹ جاتے ہیں اور اس کی ہدایت کا نور ساری کائنات میں پھیل کر جہان کو نورانی اور جنت نظیر بنا دیتا ہے اور اس کی ہدایت اور ارشاد کا نور محیط کائنات ہو جاتا ہے۔ دائرہ عرش سے لے کر مرکز فرش تک چودہ طبق کی کائنات میں ایمان ومعرفت اور رشد وہدایت کے درجہ تک کوئی شخص اس بزرگ کی وساطت کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ قطب ارشاد مع الفردیت اس دریا کی طرح ہے جو منجمد اور ٹھہرا ہوا ہو اس میں اصلاً حرکت نہیں یعنی وہ ہستی تواجد، ذکر بالجہر اور رقص وسماع سے دور رہتی ہے اس پر سکوت واخفاء اور دوام وحضور کا غلبہ ہوتا ہے۔

marfat.com

گرفتہ است وآں دریا گویا منجمد است کہ اصلاً حرکت

ہوتا ہے اور وہ دریا گویا منجمد (بستہ) ہے جو بالکل حرکت نہیں کرتا ایسا شخص جو اس

ندارد شخصے کہ متوجہِ آں بزرگ است و باو اخلاص دارد

بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے۔ [۳]

یاآنکہ آں بزرگ متوجہِ حال طالبے شدہ در وقت

یا یہ کہ وہ بزرگ کسی طالب کے حال پر متوجہ ہوتو توجہ کے وقت گویا طالب کے

توجہ گویا روزنے دردلِ طالب کشادہ می شود وازاں

دل میں ایک سوراخ کھل جاتا ہے اور اس راہ سے بقدر توجہ

راہ بقدرِ توجہ واخلاص ازاں دریا سیراب می گردد۔

اور اخلاص اس دریا سے سیراب ہوتا ہے۔

۳ قطبِ ارشاد مع الفردیت کے ساتھ تعلق اور عدم تعلق کی بنا پر لوگوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

۱......مخلصین ۲......معتقدین ۳......منکرین

مخلصین

جو سالکین اس برگزیدہ شخصیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کے ساتھ احترام و اخلاص اور ادب و نیاز کے جذبات رکھتے ہیں، اگرچہ اس کے دست حق پرست پر بیعت نہیں ہوتے، پھر بھی اس کے فیوض و برکات سے بقدر اخلاص واستعداد فیض یاب اور سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ عزیز الوجود ہستی کسی سالک وطالب کی طرف

marfat.com

وہمچنیں شخصے کہ متوجہ ذکرِ الٰہی ست جلّ شانہ

اور اسی طرح ایسا شخص ذکر الٰہی جل شانہ کی طرف متوجہ ہے لیکن اس عزیز (قطب

وبآں عزیز اصلاً متوجہ نیست، نہ از انکار، بلکہ او را

الارشاد) کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہے بوجہ انکار نہیں بلکہ اس

نمی شناسد ہمیں قسم افادۂ آں جا ہم حاصل می شود

(قطب الارشاد) کو پہچانتا نہیں اسی قسم کا اس (قطب الارشاد) سے افادہ بھی حاصل ہوتا ہے[۴]

متوجہ ہو، تو اس کی ایک ہی توجہ سے قلبی حجابات اٹھ جاتے ہیں اور اس کا حظیرۃ القدس اور عالم غیب کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے۔

معتقدین

[۴] اگر کوئی شخص اس عزیز الوجود شخصیت کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کی عدم توجہ بر بنائے انکار نہ ہو بلکہ عدم شناخت اور لاعلمی کی وجہ سے ہو اور وہ صرف ذکر حق کی طرف ہی مشغول اور متوجہ رہے، اسے بھی محض خوش اعتقادی کی بدولت اس کے فیضان سے حظ وافر نصیب ہوتا رہتا ہے، جس طرح آفتاب سے کائنات از خود فیضیاب ہوتی رہتی ہے، تاہم مخلصین ان کی نسبت زیادہ فیضیاب ہوتے ہیں۔

marfat.com

لیکن درصورتِ اولٰی بیشتر از صورتِ ثانیه است - اما
لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کے زیادہ (فائدہ) ہے
شخصے که منکر آں بزرگ ست یا آں بزرگ ازو در، بار
لیکن ایسا شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہے ۵
ست، ہر چند بذکر الٰہی تعالٰی وتقدس مشغول ست
کتنا ہی ذکر الٰہی تعالٰی و تقدس میں مشغول ہے۔ لیکن رشد
اما از حقیقتِ رشد و ہدایت محروم ست - ہماں انکار
وہدایت کی حقیقت سے محروم ہے اس کا وہی انکار اس کے فیض
اوسدِ راہِ فیض اوسی گردد بے آنکه آں عزیز متوجه عدم
میں سد راہ ہوجاتا ہے بغیر اس کے کہ وہ عزیز (قطب الارشاد) اس کے

منکرین

۵ جولوگ قساوتِ قلبی اور شقاوتِ ازلی کی بنا پر اس ہستی کے ساتھ کدورت و عداوت رکھتے ہیں یا بالکلیہ اس کے منصب کے منکر ہوتے ہیں اگرچہ وہ صاحب ذکر اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہی کیوں نہ ہوں، رشد وہدایت اور ایمان کی حقیقت سے محروم رہتے ہیں۔ وہ اعمال صالحہ کی صورت تو رکھتے ہیں لیکن حقیقت نہیں۔ وہ صورت نماز کے حامل تو ہیں لیکن حقیقت نماز سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔ ان کی نماز محض دکھلاوا اور ریاکاری ہی ہوسکتی ہے جو آیت کریمہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (الماعون ۱۰۷:۴) کے مصداق باعث ہلاکت ہے۔

marfat.com

افادۂ او شود و قصدِ ضررا ونماید - حقیقتِ ہدایت از وے

عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو یا اسے نقصان پہچانے کا قصد کرے حقیقت ہدایت

مفقود ست صورت رشد ست وصورت بے معنی قلیل

اس سے مفقود ہے [۶] اسے صورت ہدایت (حاصل) ہےاورصورت بے معنی قلیل النفع

النفع است و جماعہ کہ اخلاص ومحبت بآں عزیز دارند

ہے اور وہ جماعت جو اس عزیز (قطب الارشاد) سے اخلاص اور محبت رکھتی ہے

معترضینِ حضرت امام ربانی کے خرابیٔ احوال

[۶] وہ ہستی افاضہ یا عدم افاضہ کا قصد نہ بھی فرمائے تو اس کے منکرین ومعترضین بربنائے انکارواعتراض اس کے فیوض وبرکات سے قدرتی طور پر محروم رہتے ہیں۔

جیسا کہ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہٗ العزیز کے وصال کے بعد جب بعض معترضین نے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ پر از راہ رقابت و ناواقفیت، زبان طعن واعتراض دراز کی جس سے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کوسخت رنج وملال ہوا، نتیجتاً بمطابق حدیث قدسی مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (بخاری:۲/۹۶۳) آپ کے معترضین کے احوال خراب اور باطن تیرہ وتار ہوگئے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے برادر طریقت حضرت مرزا حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے عذر خواہی کی درخواست پیش کی تو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر ان کی نسبتیں سلب کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا بلکہ وہ خود بخود سلب ہوگئی ہیں اور یہ لوگ جو اپنے دلوں کے اندر سے ذکر کی آوازیں سنتے ہیں، یہ اور چیز ہے اور نسبتوں کا مقام کچھ اور ہے، وہ تاہنوز سلب ہیں، یہاں تک

marfat.com

کہ وہ اعتراض کی بے ادبی سے تائب اور نادم ہو جائیں، کیونکہ حدیث پاک کے مطابق ندامت توبہ ہی کا نام ہے۔ (ماخوذ از البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۴۲)

اہل اللہ کے منکرین محروم ہی رہتے ہیں

جو شخص اہل اللہ کے اعزازی اور روحانی مناصب (قطب، غوث، اوتاد وغیرہا) کا منکر ہو، وہ ان کے فیوض و برکات سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ ہدایت وایمان اور حقیقت اسلام سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اس کے پاس ہدایت، ایمان اور اسلام کی محض صورت ہوتی ہے مگر حقیقت نہیں۔ جیسا کہ اسلام کے مدعی بعض فرقِ ضالہ کا موقف ہے ضَلُّوا فَاَضَلُّوا رشد وہدایت، ایمان اور اسلام کی حقیقت محض انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اہل اللہ کے حقیقی نیاز مند، محب اور مخلص ہوں اور ان کی خدمت وصحبت اور ملازمت پر یقین رکھتے ہوں۔ انہیں انشراح صدر کی بدولت ہدایت وایمان اور اسلام کی حقیقت میسر ہوتی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دین اسلام تین چیزوں کا نام ہے علم، عمل اور اخلاص۔ علم اور عمل علمائے اہلسنت سے ملتا ہے اور اخلاص مشائخ اہلسنت سے میسر ہوتا ہے۔ جب کسی سعادت مند کو یہ تینوں چیزیں میسر ہو جائیں، تو اس کا دین کامل اور ایمان مکمل ہو جاتا ہے، جو حق تعالیٰ کی رضا کا باعث اور دارین کی سعادتوں میں سب سے بڑی سعادت ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبہ ۹:۷۲) سے ثابت ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا

marfat.com

ہر چند از توجہِ مذکور وذکرِ الٰہی تعالیٰ شانہٗ خالی

خواہ کتنا ہی توجہ مذکور اور ذکر الٰہی تعالیٰ شانہ سے خالی ہوں

باشند نیز ایشاں را بواسطۂ مجرد محبت نور رشد

انہیں بھی محض محبت کی وساطت سے رشد و ہدایت کا نور

وہدایت می رسد۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

پہنچتا رہتا ہے والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات

ے جو لوگ قطب الارشاد کے ساتھ محض عقیدت وارادت رکھتے ہیں خواہ انہیں شرف ملاقات حاصل نہ بھی ہو اور وہ ذکر وفکر سے غافل ہی کیوں نہ ہوں، پھر بھی بربنائے ارادت ومودّت اس کے فیوضات وبرکات وعنایات وحسنات سے بہرہ اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ جو مخلصین ومحبّین کے لئے دارین میں کامیابی کی کلید اور بخشش کی نوید ہے۔ (والحمد للّٰہ علیٰ ذالك) جیسا کہ آیات کریمہ میں ہے

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ (الزخرف ۴۳:۶۷)

گہرے دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہونگے بجز ان کے جو متقی ہیں۔

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۱) وہ دن جب ہم بلائیں گے، تمام انسانوں کو ان کے اماموں کے ساتھ۔

حدیث میں ہے کہ جب ایک آدمی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا، یارسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے وَلَمْ یُلْحَقْ بِھِمْ لیکن ان تک پہنچ نہیں سکتا؟ فرمایا

marfat.com

اَلْـمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:۵۷۰۳) آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔

غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز اپنے ارادت مندوں کو اپنی حمایت کا مژدہ سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

مُرِیْدِیْ تَمَسَّكْ بِیْ وَکُنْ بِیْ وَاثِقاً

لِاَحْمِیْكَ فِی الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیَامَة

ترجمہ: اے میرے مرید! میرے دامن کو مضبوطی سے تھام لے اور میرا پختہ ارادت مند ہو جا، تاکہ میں دنیا اور روز قیامت تیری حمایت کروں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اپنے متوسلین کو نجات کی نوید جاں فزا یوں سنائی۔

غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ اِلَیَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (مبدأ ومعاد منہا:۵)

میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تجھے میری بارگاہ کا وسیلہ بنائیں گے خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔

marfat.com

منہا-۳

درے کہ اول بایں درویش کشادند ذوق یافت بود نہ یافت

وہ دروازہ جو اس درویش کیلئے سب سے پہلے کھولا گیا وہ ذوق یافت[1] تھا، نہ کہ یافت

سلوک کے مراتبِ ثلاثہ

[1] زیرِ نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز دورانِ سلوک سالک کو پیش آنے والے تین قسم کے مراتب کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔

۱......ذوقِ یافت ۲......یافت ۳......فقدِ یافت

ان کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

ذوق یافت

لغت میں ذوق کا معنی ''چکھنا'' اور یافت کا معنی ''پانا'' کے آتے ہیں۔

جب سالک کے قلب میں اخلاص کے ساتھ حق تعالیٰ کا قرب وحضور پانے اور بارگاہ قدس جل سلطانہ تک رسائی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے تو اسے ذوق یافت کہتے ہیں، اگر کسی سالک کو کیفیت ذوق مل جائے تو سمجھے کہ وہ راہ سلوک کا مسافر ہے اور انشاء اللہ منزل تک پہنچے گا۔ ذوق یافت کے حاملین کو ابرار کہا جاتا ہے۔ لفظ ابرار۔ برّ سے مشتق ہے جس کا معنی صالحین ہے اور صالحین (ابرار) ہی جنت نعیم کے حقدار ہیں جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ (المطففین ۸۳ : ۲۲) سے

marfat.com

ظاہر ہے۔ مختصر یہ کہ محض ذوق ہی جنت کا باعث ہے ذوق ایسی لذت ہے جس کا بغیر چکھے اندازہ وادراک نہیں ہوسکتا جیسا کہ عربی مقولہ ہے: مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ ...... بزبان فارسی

ع ایں ذوق مے نہ شناسی بہ خدا تا نہ چشی

پنجابی زبان میں کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

پچھ اوہناں نوں جنہاں پیتی اے
فیر اوہناں نال کیہہ بیتی اے

یادرہے کہ آہ وفغاں، درد وسوز اور وجد وگداز ذوق ہی کے ثمرات واثرات اور فیوضات وبرکات ہیں۔ یہ ولایت عامہ کا ابتدائی مرتبہ ہے جو ہر صحیح العقیدہ، باذوق اور صالح مومن کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ ذوق کا پایا جانا استعداد ولایت کی علامت ہے۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ اہلسنت دولتِ ذوق سے مشرف ہیں۔ اسی لئے خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (وارث مسند آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ) نے ارشاد فرمایا کہ ہر سنی مسلمان آدھا ولی ہوتا ہے اور اگر وہ اعمال صالحہ صحیح طور پر بجالائے تو مکمل ولی بن جاتا ہے کیونکہ ایمان اور تقویٰ ہی ولایت کی اساس ہیں جیسا کہ آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ (یونس۱۰:۶۳) سے عیاں ہے۔

یادرہے کہ ذوقِ یافت کا مرتبہ محض جذبہ کی جہت سے کمال کا مرتبہ ہے جس میں سالک کے اندر حق تعالیٰ کے قرب وحضور کی طلب اور وصل یار کی آرزو کا سمندر موجزن رہتا ہے۔

marfat.com

وثانیاً یافت میسر شد وذوق یافت مفقود گشت۔

اور ثانیاً یافت ؎ میسر ہوئی اور ذوق یافت مفقود ہو گئی

یافت

؎ جب سالک کو حق تعالیٰ کا قرب اور حضوری نصیب ہو جائے اور حریم قدس جل سلطانہ تک اس کی رسائی ہو جائے تو اسے یافت کہتے ہیں، یہ مقربین کا مرتبہ ہے۔ قرآن کریم میں مقربین کی شان یوں بیان فرمائی گئی ہے۔

اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ o اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (الواقعہ۵۶:۱۰،۱۱)

یعنی ہر کار خیر میں آگے رہنے والے اس روز بھی آگے ہونگے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

اس مقام قرب کو حضرت خواجہ خاقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا

جے محبوب پیارا اک دن وسے نال اساڈے
جانا میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے

اس مرتبہ میں ذوق وشوق، وجد وحال اور کیف واضطراب ختم ہو جاتا ہے اور صوفی کو وصل وقرار میسر ہو جاتا ہے اس مرتبہ کو ولایتِ خاصہ کہا جاتا ہے۔

marfat.com

و ثالثاً یافت نیز دررنگ ذوق یافت مفقود شد ۔ فَالْحَالَةُ

اور ثالثاً ذوق یافت کی مانند یافت بھی مفقود ۳ ہو گئی ۔ پس دوسری حالت

الثَّانِيَةُ حَالَةُ الْكَمَالِ وَالْوُصُولِ اِلٰى دَرَجَةِ الْوِلَايَةِ الْخَاصَّةِ وَالْمَقَامُ

(یافت) کمال اور ولایت خاصہ کے درجہ تک وصول کی حالت ہے اور تیسرا مقام (یافت کا

الثَّالِثُ مَقَامُ التَّكْمِيلِ وَالرُّجُوْعِ اِلَى الْخَلْقِ لِلدَّعْوَةِ . وَالْحَالَةُ السَّابِقَةُ

مفقود ہونا) تکمیل اور دعوت (ارشاد) کے لئے مخلوق کی طرف رجوع کا مقام ہے۔ حالت سابقہ

كَمَالٌ فِيْ جِهَةِ الْجَذْبَةِ فَقَطْ . فَاِذَا انْضَمَّ اِلَيْهَا السُّلُوْكُ وَتَمَّ حَصَلَتِ

(ذوق یافت) صرف جہت جذبہ میں کمال ہے۔ جب اس (جذبہ) کے ساتھ سلوک

الْحَالَةُ الثَّانِيَةُ ثُمَّ الثَّالِثَةُ .

شامل ہوجائے اور مکمل ہوجائے تو دوسری حالت حاصل ہوجاتی ہے پھر تیسری حالت۔

فقد یافت

۳ جب طالب صادق بارگاہ قدس جل سلطانہ تک پہنچ جاتا ہے تو وصال کے بعد فراق، عروج کے بعد نزول کا مرتبہ آتا ہے، اس درجے میں یافت گم ہوجاتی ہے اس لئے اسے فقد یافت کہا جاتا ہے۔

یہ رشد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت کا مرتبہ ہے جسے مقام تکمیل بھی کہا جاتا ہے۔ اس نزولی مرتبے میں صوفی کو اس لئے نیچے بھیجا جاتا ہے کہ جس رستے سے وہ واصل بحق ہوا ہے اسی رستے سے دوسرے لوگوں کو بھی حریم یار تک پہنچائے ۔ اس قسم کا صوفی بظاہر باہمہ ہوتا ہے مگر بباطن بے ہمہ ہوتا ہے...... بظاہر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے مگر بباطن باخدا ہوتا ہے...... بظاہر جلوت میں ہوتا ہے مگر بباطن خلوت میں ہوتا ہے...... مشائخ

marfat.com

وَلَيْسَ لِلْمَجْذُوْبِ الْمُجَرَّدِ عَنِ السُّلُوْكِ مِنَ الْحَالَةِ الثَّانِيَةِ وَالثَّالِثَةِ

اور اس مجذوب کیلئے جو سلوک سے خالی ہو دوسری اور تیسری حالت

نَصِيْبٌ اَصْلاً ۔ فَالْكَامِلُ الْمُكَمِّلُ هُوَ الْمَجْذُوْبُ السَّالِكُ

میں سے ہرگز کوئی حصہ نہیں ہے پس کامل مکمل مجذوب سالک ہی ہے

نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اسی مقام کو خلوت در انجمن کہتے ہیں۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہٗ نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اس قسم کے صوفی کا کلام دوا، توجہ اکسیر اور نظر کیمیا ہوتی ہے۔ شمس الہند حضرت سید نا چنن شاہ نوری دائم الحضوری قدس سرہٗ العزیز (تاجدار آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ) کے متعلق منقول ہے کہ آپ اپنے حجرہ مبارکہ میں اکثر مراقب رہتے اور ادراکِ بسیط کی منزلوں میں گم رہتے، جب نماز کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو جس پر پہلی نظر پڑ جاتی اس کے لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا۔ (وللہ الحمد)

اس مرتبے میں صوفی اور سالک رجوع کے بعد خلق خدا کی تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کے فرائض کی انجام دہی پر مامور ہوتا ہے اور قافلوں کے قافلے حریم یار تک پہنچاتا ہے۔ سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی مشائخ نقشبندیہ کے اس مرتبے کو بیان کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔

نقشبنداں عجب قافلہ سالارا نند
کہ بحرم می روند پنہاں قافلہ را

جب ذوق یافت والے سالک کو کوئی شیخ کامل مکمل میسر آجائے جو اسے راہ

marfat.com

ثُمَّ السَّالِکُ الْمَجْذُوْبُ وَمَا سِوَاهُمَا فَلَيْسَ بِكَامِلٍ وَلَا مُكَمِّلٍ اَصْلاً

پھر سالک مجذوب ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ ہرگز نہ

فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَاصِرِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ الْبَشَرِ

کامل ہے نہ مکمل ہے۔ لہٰذا تو کم ہمت نہ بننا ۔ صلوٰۃ و سلام ہو خیرالبشر

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الْاَطْهَرِ .

ہمارے آقا حضرت محمد اور آپ کی آل اطہر پر

سلوک پر گامزن کردے اور عروجی منازل میں اسے برابر رہنمائی ملتی رہے تو اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ مل جاتا ہے لہٰذا اب وہ مجذوب سالک کہلائے گا۔

سالک اور مجذوب کے مختلف درجات

ﷺ ایسا سالک جسے جہت جذبہ تو میسر ہو مگر وہ سلوک سے محروم ہو اسے نہ تو ولایت خاصہ کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور نہ ہی اسے مقام تکمیل حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ تعلیم وتربیت اور رشد وہدایت کے منصب کا اہل نہیں ہوتا۔

⊙ ...... ایسا صوفی جسے وصال یار کے بعد لوگوں کی تربیت وہدایت اور تبلیغ و دعوت کے لئے واپس عالم خلق کی طرف لوٹا دیا جائے اسے کامل مکمل سالک کہا جاتا ہے اسی کو مجذوب سالک بھی کہتے ہیں اور یہی افضل مرتبہ ہے جسے نبوت و رسالت کی نیابت و خلافت حاصل ہوتی ہے۔

⊙ ...... ایسا صوفی جس کے جذبہ پر اس کا سلوک مقدم ہو اسے سالک مجذوب کہا جاتا ہے، گو یہ بھی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے مگر اس کی توجہات مجذوب سالکین اور محبوبین کے لئے کافی نہیں ہوتیں۔ (واللّٰہ اعلم)

marfat.com

⊙ ...... جو سالک محض مجذوب ہو یا فقط سالک ہو وہ خود کامل نہیں ہوتا، فلہذا دوسروں کی تکمیل بھی نہیں کرسکتا کیونکہ وہ خود ناقص ہے۔

⊙ ...... حق تعالیٰ جس پر کرم کرتے ہوئے ذوق یافت (جذبہ) عطا فرمائے تو اسے شیخ کامل مکمل کی نگرانی میں حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے کمر ہمت باندھ لینی چاہئے۔ بقول شاعر

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

marfat.com

منہا-۴

ایں درویش دراوا خر ماہ ربیع الآخر ، بخدمتِ عزیزے

یہ درویش[1] ماہ ربیع الثانی کے آخر میں ایک عزیز کی خدمت میں

کہ از خلفائے ایں خانوادۂ بزرگ بودند، مشرف گشت

جو اس بزرگ خانوادہ کے خلفاء میں سے تھے مشرف ہوا۔

وطریقہ ایں بزرگواران را اخذ نمودہ در منتصف شہر

اور ان بزرگوں کے طریقہ کو اخذ کیا۔

رجب ہماں سال بحضور نقشبندیہ کہ دراں موطن

ماہ رجب کے وسط میں اسی سال حضور نقشبندیہ سے جو اس مقام میں

اندراج نہایۃ دربدایۃ ست مستسعِد گشت۔

اندراج نہایت در بدایت ہے سعادت مند ہوا

[1] حضرت امام ربانی قدس سرہ عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے دست حق پرست پر ۱۰۰۸ھ ماہ ربیع الثانی کے آخری ایام میں بیعت سے مشرف ہوئے اور حضرت خواجہ قدس سرہ کی زیرنگرانی سلوک نقشبندیہ طے کرنا شروع فرمایا تو ماہ رجب کے وسط تک اڑھائی ماہ میں آپ کو حضور نقشبندیہ حاصل ہوگیا۔ والحمدللہ علی ذالک

marfat.com

وآں عزیز فرمود کہ نسبت نقشبندیہ عبارت ازیں

اور ان عزیز نے فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ [2] اسی حضور سے عبارت

حضور است۔ وبعداز دہ سالِ کامل وچند ماہ در نصفِ

ہے پورے دس سال اور چند ماہ کے بعد ماہ ذی قعدہ کے نصف

نسبت نقشبندیہ

[2] نسبت نقشبندیہ، دوام حضور مع اللّٰہ بلا غیبوبۃ سے عبارت ہے یعنی عارف کو ذات حق کے ساتھ ایسی حضوری و آگہی حاصل ہو جو دائمی ہو اور کبھی غیبت و پوشیدگی قبول نہ کرے، اسی مقام کو تجلی ذاتی دائمی سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواجۂ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو "یادداشت" کا نام دیا ہے۔

نسبت نقشبندیہ کی بلندی وفوقیت کا راز اندراج النہایت فی البدایت میں پنہاں ہے یعنی جو جذبہ دوسرے سلاسل طریقت میں انتہاء میں عطا فرمایا جاتا ہے، وہ اس سلسلہ عالیہ کے سالکوں کو ابتداء میں ہی دے دیا جاتا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک جذبہ دو قسم پر ہے۔

جذبہ بدایت اور جذبہ نہایت

اس سلسلہ عالیہ میں جذبۂ بدایت سالک کو ابتداء میں اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ طالب جذبہ کی لذت چکھے بغیر مر نہ جائے، یہ خواجہ بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ کی طرف سے اپنے مریدوں کے لئے خیرات اور سوغات ہے۔

نسبت، علاقہ بین الطرفین کو کہا جاتا ہے یعنی خدا اور بندۂ مومن کے درمیان جو تعلق طریقت کے اعتبار سے ہو اسے نسبت کہتے ہیں۔ ہر سلسلہ طریقت کا خدا کے ساتھ تعلق مختلف ہوتا ہے۔ کسی کا تعلق، ہجر ہے تو کسی کا تعلق، وصل ...... کسی کا تعلق، درد

marfat.com

اول ماہ ذی القعدہ ، آں نہایتے کہ در بدایة از پس

اول میں وہ نہایت جو بدایت ۳ے میں ابتدائی اور درمیانی

چندیں پردہ ہائے بدایات واوساط جلوہ گر شدہ بود

بیشمار پردوں کے پیچھے سے جلوہ گر ہوئی تھی نقاب چاک

خرق روپوش نمودہ متجلی گشت و بیقین پیوست کہ

کر کے عیاناً جلوہ گر ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ بدایت میں

دربدایة صورتے بود ازیں اسم، وشبحے بودازیں پیکر

ایک صورت تھی اسی اسم کی اور مثال تھی اسی پیکر کی اور ایک اسم تھا

واسمے بود ازیں مسمّٰی ، شَتَّانَ مَابَیْنَھُمَا ۔ حقیقت کارایں

اسی مسمّی کا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حقیقت حال اس جگہ منکشف

ہے توکسی کا تعلق محبت ...... کسی کا تعلقِ عشق ہے توکسی کا تعلق اضطراب ...... کسی کا تعلق وجد ہے توکسی کا تعلق سکون ...... جبکہ طریقت نقشبندیہ کا تعلق حضور کا ہے۔ والحمد للّٰہ علٰی ذالک

جب اس حضور میں دوام وقرار ہو، سالک ہمہ وقت خدا کی بارگاہ میں حاضر باش رہے اور ایک لمحہ کیلئے انقطاع اور تعطل نہ ہو اسی کو حضور مع اللہ بلا غیبوبة کہا جاتا ہے۔

جذبہ بدایت

۳ے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو ابتدائے سلوک میں جذبۂ بدایت حاصل ہوا تھا لیکن تفصیلی سلوک دس سال اور چند ماہ میں طے کرنے کے بعد ابتدائی حجابوں اور

marfat.com

جاسنکشف شد و سرمعامله ایں جا آشکارا گشت .مَنْ لَّمْ یَذُقْ

ہوگئی اور معاملہ کا راز اس جگہ آشکار ہوگیا۔ جس نے نہیں چکھا وہ اسے نہیں سمجھ سکتا۔

لَمْ یَدْرِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ وَاٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ

اور درود وسلام ہو سید الانام، آل کرام اور صحابہ عظام پر

درمیانی واسطوں کے جملہ نقاب الٹ کر جذبۂ نہایت اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں اور کرم گستریوں کے ساتھ تشریف فرما ہوگیا۔ وللّٰہ الحمد

جب آپ کو جذبۂ نہایت حاصل ہوا، حقیقتِ کار کھل کر سامنے آئی اور علم الیقین سے حق الیقین تک رسائی نصیب ہوگئی تو آپ کو اس بات کا علم ہوگیا کہ اسم اور مسمی، مثال اور جسم، صورت اور حقیقت میں بہت فرق ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِ الْبَصِیْرَۃِ لیکن اس جذبہ نہایت کی لذت وحلاوت بغیر چکھے معلوم نہیں ہوسکتی۔ و بد ونہ خرط القتاد

ذوق ایں مے نہ شناسی بہ خدا تا نہ چشی

اللّٰھم اسقنا واعطنا وارزقنا بفضلك ومنك برحمتك یاارحم الراحمین

marfat.com

منہا - ۵

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ایں درویش روزے در حلقۂ یاران

اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے[1] یہ درویش ایک روز

خود نشستہ بود، و نظر بر خرابیہائے خود داشت وایں نظر

اپنے دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی خرابیوں پر غور کر رہا تھا

غالب آمدہ بود بحدیکہ خود را بے مناسبت تام بایں

اور یہ دید اس حد تک غالب آ گئی کہ خود کو اس وضع (درویشی) کے بالکل بے مناسب

تحدیث نعمت

[1] جب حق تعالیٰ کسی بندۂ مومن پر انعامات وعنایات اور احسانات فرماتا ہے تو بعض اوقات اس کے اظہار و بیان کی اجازت دی جاتی ہے جس میں بعض حکمتیں اور مصلحتیں پنہاں ہوتی ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحدیث نعمت کے اظہار کا حکم فرمایا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ:۱۱) یعنی اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کیا کرو۔

تحدیث نعمت سے ممانعت کی وجوہات

جس سالک کو اظہارِ نعمت کی اجازت نہ ہو تو اس کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں۔

marfat.com

⊙ ...... جاہلوں کے سامنے بیان کرنے سے فتنہ برپا ہو سکتا ہے۔

⊙ ...... حاسدین بر بنائے حسد سازشیں کر سکتے ہیں۔

⊙ ...... حاضرین کے سامنے کھلے بندوں اظہارِ اَسرار اگران کے علم وعقل سے وراء ہو تو یہ مفید مطلب نہیں ہوتا۔

⊙ ...... سامعین میں فہم اسرار کی استعداد مفقود ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے جب حروف مقطعات میں سے حرف ''ق'' کے اسرار بند کمرے میں بیان فرمائے تو حضرت سامع برداشت نہ کر سکے اور بیہوش ہو گئے۔

(حضرات القدس حصہ دوم مترجم: ۷۰)

⊙ ...... دوران بیان، سالک ریاکاری اور نمائش کا شکار بن سکتا ہے۔

⊙ ...... سُمعہ بھی وجہ ہو سکتی ہے۔

⊙ ...... رعونت اور تکبر بھی باعث ہو سکتا ہے۔

⊙ ...... تعلی اور دعویٰ کی بُو پیدا ہو سکتی ہے۔

تحدیث نعمت کے اظہار کی وجوہات

جن اکابرین طریقت نے واقعات وبشارات اور مکاشفات ومنامات بیان فرمائے ہیں، وہ تزکیہ نفس کی نعمت عظمٰی سے مالا مال تھے اس لئے جب انہیں تحدیث نعمت کی اجازت ملی تو اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

⊙ ...... مریدین ومتوسلین کو اپنے سلسلہ طریقت کی صداقت اور حقانیت بتانا مقصود ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی امت کو جنت کی بشارت سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۷۳۷) سوائے میرے منکر کے میری ساری امت جنت میں جائے گی۔

marfat.com

- ...... گمراہ لوگوں کو راہ ہدایت پر لانا۔
- ...... مخالفین اور معاندین کو خائب وخاسر کرنا۔
- ...... دین اسلام کی سچائی اور حقانیت غیر مسلموں پر واضح کرنا۔
- ...... ملحدوں کو ناکام ونامراد کرنا۔
- ......فلسفہ زدہ، ملاحدہ اور مادہ پرست طبقہ کو اہل اللہ کی عظمت منوانا۔

ایک روحانی مرض اور اس کا علاج

سالکین طریقت کو اذکار وعبادات، اوراد ووظائف اور اعمال صالحہ کے بجالانے کے بعد بسا اوقات عجب ونخوت پیدا ہو جاتی ہے جو سالک کیلئے زہر قاتل اور مہلک مرض ہے اور اعمال صالحہ کو یوں خاکستر کر دیتی ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے یہ عجب ونخوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب سالک اعمال صالحہ کو خوب سے خوب تر جانتا ہے۔ اس لئے اہل طریقت نے اس کا علاج اس کی ضد بتایا ہے یعنی ہر وقت دیدِ قصور سالک پر غالب رہے اور وہ ہمہ وقت اپنے اعمال اور نیت کو تہمت زدہ جانے اور انہیں ناقابل قبول اور لائق رد سمجھے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ (روح المعانی جزء۱۶: ۳۹۵) اور كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ اِلَّا الظَّمَأُ وَالْجُوعُ (سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۲۷۷۶) یعنی بہت سے قرآن کے قاری ایسے ہیں کہ جن پر قرآن لعنت کرتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کو سوائے پیاس اور بھوک کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(مزید تفصیلات کیلئے مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۵۳ ملاحظہ ہو)

marfat.com

وضع مس یافت۔ دریں اثنا بحکم " مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ "

پا رہا تھا[۲] اسی اثنا میں من تواضع للّٰه رفعه اللّٰه کے مصداق[۳] اس

ایں دور افتادہ را از خاکِ مذلّت برداشتند۔ وایں ندا

دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا اور یہ ندا اس کے باطن میں دی۔

درسرّاو در دادند۔ کہ " غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ

میں نے تجھے بخشا اور اسے (بھی) جس شخص نے تجھے میری طرف

بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ "

وسیلہ بنایا کسی واسطہ سے یا بغیر واسطہ کے روز قیامت تک

۲۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دیدِ قصور، اعمال صالحہ اور نیتوں کے متہم جاننے کی کیفیت مجھ پر اس قدر غالب ہوئی کہ میں اپنے اندر اہل اللہ کی نسبت بھی محسوس نہیں کرتا تھا۔ درج ذیل اشعار آپ کی اس کیفیت کے غماز معلوم ہوتے ہیں۔

گر طاعت خود نقش کنم بر نانے ۔۔۔ و آن نان بنہم پیش سگے نادانے

و آن سگ سال گرسنہ در کہدانی ۔۔۔ از ننگ بر آن نان ننہد دندانے

تواضع

۳۔ تواضع عاجزی وانکساری وکم مائیگی اور فروتنی کو کہا جاتا ہے۔

اہل اللہ نے تواضع کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

تواضع مذموم اور تواضع محمود

marfat.com

تواضع مذموم

دنیا دار، اہل ثروت اور جاہ طلب امراء کے سامنے سرنیاز خم کرنا یا شریعت مطہرہ نے جہاں اکڑ کر چلنے کا حکم دیا ہے، وہاں عاجزی اختیار کرنا تواضع مذموم ہے۔ جیسے کہ دوران طواف حاجی کو رمل کا حکم ہے تاکہ اغیار کے دلوں پر مسلمانوں کی سطوت و ہیبت طاری ہو جائے۔ سالکین کا ذاتی اغراض و مقاصد کیلئے دنیا داروں کے ہاں جانا اہل طریقت کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے دنیا داروں کے ساتھ میل ملاپ اور تعلقات بڑھانے بلکہ انہیں دیکھنے سے بھی منع فرمایا ہے اور مقولہ بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاَمِيْرِ انہی لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔

تواضع محمود

اہل اللہ کا نیاز مند، امراء اور فیاض طبع اغنیاء کے ساتھ اخلاق و مروت سے پیش آنا اور ان کی اصلاحِ احوال، دعوت و تبلیغ اور حاجت مندوں کی حاجت برآری کیلئے ان کے پاس تشریف لے جانا تواضع محمود کہلاتا ہے جیسا کہ قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہُ العزیز شاہان وقت کے پاس حقداروں کی دادرسی کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے بھی جہانگیر کے ساتھ رہ کر اس سے ترویجِ شریعت اور تخریبِ بدعت کا کام لیا۔ یونہی آپ کے صاحبزادگان و نبیرگان علیہم الرحمۃ والرضوان نے شاہ جہاں اور بالخصوص محی السنہ والاسلام اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ سے احیائے اسلام کے کام لئے۔ (مزید تفصیلات کے لئے مقامات معصومی از محقق دوراں پروفیسر محمد اقبال مجددی ملاحظہ فرمائیں)

marfat.com

وبتکرار بایں معنی نواختند بحدیکه گنجائش ریب نماند

حد تک کہ شک کی گنجائش نہ رہی ؎ اور بار بار اس معنی کے ساتھ نوازتے رہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا

اس (نعمت) پر اللہ سبحانہ کی بے شمار حمد ہے ایسی حمد جو کثیر، طیب،

مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ وَكَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى

جس میں برکت ہو، جس پر برکت ہو اور جیسی ہمارا پروردگار چاہتا اور پسند فرماتا ہے

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ كَمَا يَحْرٰى

اور درود وسلام ہو اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد اور آپ کی آل پر لا تعداد

حضرت امام ربانی اور تواضع

؎ جب انتہائے عجز اور کمال تواضع کی بنا پر حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اپنی مغفرت کی فکر دامنگیر ہوئی اور خیال آیا کہ نجانے ہمارے ساتھ خدائے بے نیاز کیا معاملہ فرمائے گا تو آپ کو خاک مذلت سے اٹھا کر انتہائی بلندیوں پر لے جایا گیا اور ہاتف غیب سے ندا آئی غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ اِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی اے مجدد الف ثانی! میں نے تجھے بخشا اور قیامت تک آنے والے تیرے متوسلین کو بھی بخشا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس مژدہ مغفرت کا بار بار الہام ہوا کہ اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

وارثانِ جنت اور اذنِ شفاعت

اہل اللہ حق تعالیٰ کی عطا واذن سے جنت کے مالک اور وارث ہوتے ہیں جیسا

marfat.com

کہ قرآن کریم میں ہے:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم۱۹:۶۳)

یعنی جنت کو ہم نے اپنے پرہیزگار بندوں کی وراثت میں دے دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

''از قرن اویس نام کہ او را بقیامت ہم چند گوسفندان ربیعہ ومضر شفاعت خواہد بود اندر امت من ''یعنی قرن میں اویس نامی ایک شخص ہے وہ میری امت کیلئے قیامت کے روز قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بھیڑ بکریوں کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ (کشف المحجوب فارسی:۸۸)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے متعلق بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: يَكُونُ رَجُلٌ فِي أُمَّتِي يُقَالُ لَهُ صِلَةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذَا وَكَذَا (طبقات کبریٰ جلد ہفتم، کنز العمال جلد:۷)

ترجمہ: میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کو ''صلہ'' کہا جائے گا اور اس کی شفاعت سے میری امت کے لاتعداد لوگ جنت میں جائیں گے۔

چونکہ اس نعمت و بشارت کے افشاء واعلان کا حکم دے دیا گیا ہے اس لئے اس کے اظہار میں کوئی نفسانی آمیزش نہیں کیونکہ میں مامور من اللہ ہوں۔

جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت و نیابت میں اکابر مشائخ طریقت نے اپنے اپنے مریدین و متوسلین سے بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔

چنانچہ غوث الثقلین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

marfat.com

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّیْ　　عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِیْ

یعنی اے میرے مرید! نہ ڈر، اللہ میرا رب ہے، اس نے مجھے رفعت عطا فرمائی ہے، میں نے اسے پالیا ہے۔ (قصیدہ غوثیہ)

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ الصمد اپنے مریدین کو ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جس نے ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہم اس کی بھی شفاعت کریں گے''

یہ بھی آپ کا ہی ارشاد ہے

کمینہء یاران من تا پنجاہ قدم شفاعت می کند

یعنی جہاں میرے ادنیٰ مرید کی قبر بنے گی وہ اپنے اردگرد پچاس قدم تک اہل قبور کی شفاعت کرے گا۔

مسئلہ شفاعت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں مسئلہ شفاعت بیان کردیا جائے تاکہ فہم منہا میں آسانی رہے۔

شفاعت شَفْعٌ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ''ملنا'' ہے اس کا مقابل ''وتر'' ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (الفجر۸۹:۳)......قسم ہے جفت اور طاق کی

شفاعت کرنے کا حق صرف انہی حضرات کو حاصل ہوگا جنہیں حق تعالیٰ سبحانہٗ کی طرف سے اذنِ شفاعت دیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت کریمہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (البقرہ۲:۲۵۵) سے عیاں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر فرمانا اس کا فضل ہے۔ جیسا کہ

marfat.com

آیات کریمہ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِاللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ (آل عمران۳:۷۳) اور وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ (الشوریٰ۴۲:۲۵) اورارشادنبوی وَلَوْ رَحِمَھُمْ لَکَانَتْ رَحْمَتُہٗ خَیْرًا لَّھُمْ مِنْ اَعْمَالِھِمْ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۷۴) سے عیاں ہے۔

جبکہ حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کے معاصی اور گناہوں پر گرفت فرمانا اس کا عدل ہے۔

جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (الحشر ۵۹:۷) اورارشادنبوی لَوْاَنَّ اللّٰہَ عَذَّبَ اَھْلَ سَمَاوَاتِہٖ وَاَھْلَ اَرْضِہٖ عَذَّبَھُمْ وَھُوَ غَیْرُظَالِمٍ لَّھُمْ (ابن ماجہ، رقم الحدیث:۷۴) سے واضح ہے۔

مگر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بالعموم اور حضور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود، لوائے ممدود اور حوض مورود میں بالخصوص اپنے گناہ گار بندوں کی شفاعت کا حق عطا فرمایا ہے۔

جیسا کہ فقہ اکبر میں ہے شَفَاعَۃُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَقٌّ وَ شَفَاعَۃُ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْمُذْنِبِیْنَ وَلِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْھُمُ الْمُسْتَوْجِبِیْنَ لِلْعِقَابِ حَقٌّ ثَابِتٌ یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت حق ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے مرتکبین جو عتاب کے سزاوار ہونگے ان کے لئے حق اور ثابت ہے۔

جیسا کہ ارشادنبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ (المصنف ابن ابی شیبۃ جزء۱۳:۱۶۷) (مجھے مرتبہ شفاعت عطا فرمایا گیا ہے) سے ثابت ہے۔

عقائد نسفی میں عقیدۂ شفاعت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَالشَّفَاعَۃُ ثَابِتَۃٌ لِلرُّسُلِ وَالْاَخْیَارِ فِیْ حَقِّ اَھْلِ الْکَبَائِرِ یعنی

marfat.com

رسل عظام اور صالحین کی شفاعت کبائر کے مرتکبین کے حق میں ثابت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شَفَاعَتِی لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِی (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۳۵۹)

میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے ہے۔

ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلَاثَةٌ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّھَدَاءُ

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۳۰۴)

یعنی قیامت کے روز تین قسم کے لوگوں کی شفاعت قبول کی جائے گی انبیاء کی پھر علماء کی پھر شہداء کی۔

ان کے علاوہ ملائکہ، فقراء، صلحاء، اتقیاء، اطفال مومنین، قرآن مجید، ماہ رمضان کے روزے اور کعبہ مقدسہ وغیرہا کی شفاعت بھی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے اقسام شفاعت کے متعلق متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں بعض نے ۸ اور ۹ قسم کی شفاعت کا قول کیا ہے اور بعض نے شفاعت کی تیرہ اقسام بیان فرمائی ہیں۔

شفاعت کی دو معروف قسمیں ہیں

شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ بھی فرمائیں گے اور شفاعت صغریٰ بھی شیخ الاسلام حضرت شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ

marfat.com

شافع اول

روز قیامت مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے ۔یہی وجہ ہے کہ تمام مخلوقات اور جمیع امم یہاں تک کہ انبیائے کرام علیہم الصلوات بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیازمند ہوں گے ۔روز قیامت اولین و آخرین ،موافقین ومخالفین اور مومنین وکافرین سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے ۔اسی مفہوم کو دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا

شفیع الوریٰ خواجہ بعث و نشر
امام الھدیٰ صدر دیوانِ حشر

اس کا بزبان پنجابی حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ترجمہ کیا

صدر نشین دیوان حشر دا افسر وچ اماماں
کل نبی محتاج اوسیدے نفراں وانگ غلاماں

آپ کی بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوات میں عرض کریں گے "اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ" اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے چنانچہ آپ عرش کے نیچے خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر اس کی حمد وثناء بیان کریں گے ۔خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا یَامُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۴۴۳) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھاؤ اور سوال کرو آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

شفاعت کبریٰ کے اس منصب کو ایک اور مقام پر بھی یوں بیان فرمایا گیا ہے اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ (الاوائل للطبرانی ،رقم الحدیث: ٦) یعنی میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول کی جائے گی اس کے بعد دیگر

marfat.com

انبیاء اور محبوبان خدا کو اذن شفاعت ہوگا۔

یاد رہے کہ کاشف الغمۃ 'نبی الرحمۃ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالمحبۃ اور شفاعت بالاذن ہر قسم کی شفاعت متحقق ہے، فلہٰذا جو بھی آپ کی شفاعت کا منکر اور مکذب ہے، وہ شفاعت سے محروم رہے گا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات شَفَاعَتِی لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِی مَنْ كَذَّبَ بِهَا لَمْ يَنَلْهَا (تفسیر حقی جزء ۱: ۱۵۴) یعنی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے ہے جس نے اسے (شفاعت کو) جھٹلایا وہ اس سے محروم رہے گا۔

marfat.com

بعدازاں بافشائے ایں واقعہ مامور ساختند۔

اس کے بعد اس واقعہ کے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا۔ ۵

اگر پادشہ بردر پیر زن - بیاید توائے خواجہ سبلت مکن

اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے توائے خواجہ اس کی عیب جوئی نہ کر ۶

اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ

یقیناً تیرا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے۔

۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرمار ہے ہیں کہ مجھے اللہ کی طرف سے حکم ملا کہ یہ نعمت جو میں نے تمہیں اور تمہارے سلسلہ کو عطا فرمائی ہے اس کو لوگوں پر ظاہر کرو۔ اس واقعہ کے اظہار میں میری کوئی نفسانی خواہش شامل نہیں بلکہ میں اس کے افشاء واظہار پر مامور ہوں۔

۶ حضرت امام ربانی قدس سرہ' نے ایک انتہائی خوبصورت اور پرمغز شعر سے اپنے موقف کو موکد فرمایا ہے اس کا مفہوم یوں ہے

اگر بادشاہ وقت کسی بوڑھی عورت کے دروازے پر خود چل کر آجائے توائے خواجہ آپ اس بڑھیا پر اعتراض نہ کریں کیونکہ اس میں بڑھیا کا کوئی کمال نہیں وہ تو بے چاری عاجز وناتواں ہے یہ بادشاہ کی مہربانی اور کرم ہے کہ شاہی محل چھوڑ کر اس بڑھیا کی جھونپڑی میں آگیا۔

marfat.com

منہا-۶

سیر الی اللہ عبارت از سیر تا اسمے است از اسمائے الٰہی جلّ

سیر[1] الی اللہ[2] عبارت ہے اسماء الٰہی جل شانہ میں سے اس اسم تک سیر سے

شانہ کہ مبدأ تعیّن سالك است. وسیر فی اللہ عبارت از سیر

جو سالک کا مبداء تعین[3] ہے اور سیر فی اللہ[4] اس اسم (اللہ) میں سیر سے عبارت ہے

دراں اسم است۔ اِلٰی اَنْ یَّنْتَهِیَ اِلٰی حَضْرَةِ الذَّاتِ الْاَحَدِیَّةِ

یہاں تک کہ وہ ذات احدیت تک منتہی ہو جو

الْمُجَرَّدَةِ عَنْ اِعْتِبَارِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالشُّیُوْنِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ

اسماء ، صفات ، شیونات ، اور اعتبارات[5] کے ہر اعتبار سے مجرد ہے

سیر

[1] سالک کا ایک حال سے دوسرے حال، ایک تجلی سے دوسری تجلی، ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ اہل طریقت کے نزدیک سیر حرکت علمی کا نام ہے یہ سیر نہ اَینِیُ ہوتی ہے، نہ مکانی اور نہ ہی جسمی ہوتی ہے بلکہ یہ سیر باطنی اور روحانی ہوتی ہے جس کا تعلق مقولہ کیف سے ہے۔

سیر علمی سے مراد سالک کا باطنی معلومات کے ساتھ علمی طور پر سیر کرنا ہے جیسے کوئی شخص دوران سفر دیکھے ہوئے مناظر اور منازل کا تصور کرتا ہے تو وہ تمام نقوش اور

marfat.com

مناظر اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم جاتے ہیں ۔ یہ سیر پستیوں کی طرف نہیں بلکہ بلندیوں کی طرف ہوتی ہے یعنی زمین سے آسمانوں ...... آسمانوں سے عرش ...... عرش سے فوق العرش (عالم وجوب) ...... اسمائے باری تعالیٰ سے صفات باری تعالیٰ ...... صفات سے شیونات ...... شیونات سے اعتبارات اور ذات بحت کی طرف سیر ہوتی ہے۔

جب سالکین کسی شیخ کامل مکمل کے زیر نگرانی سیور اربعہ طے کرتے ہیں تو ان میں سے کسی کو تفصیلی سیر کروائی جاتی ہے اور کسی کو اجمالی۔ جن سالکین کو سیر اجمالی طے کرائی جائے وہ مراد کہلاتے ہیں اور جنہیں تفصیلی سیر طے کرائی جائے انہیں مرید کہا جاتا ہے۔

سیر الی اللہ

۲ جب سالک علم اسفل یعنی ظلال اسماء وصفاتِ الٰہی سے علم اعلیٰ یعنی اسماء وصفات الٰہی کی طرف سیر کرتا ہے تو ترقی کرتے ہوئے اپنی اصل کو پہنچ کر اپنے آپ کو اس میں فانی پاتا ہے، حتی کہ اپنا کوئی اثر اور اپنی کوئی اصلیت نہیں پاتا اور صرف وجود میں اصل ہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پس اس دائرۂ ظلال کی سیر کو اصطلاحِ صوفیاء میں سیر الی اللہ کہتے ہیں اور یہی دائرہ ولایت صغریٰ (اولیاء کی ولایت کا دائرہ) ہوتا ہے۔ اس دائرۂ ولایت میں تفصیلی سیر ابد الآباد تک ختم نہیں ہو سکتی ۔ (مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب : ۷)

مبدأ تعین

۳ ہر سالک کو اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی اسم سے فیض پہنچتا ہے اور وہی اسم اس سالک کا مبدأ فیض یا مبدأ تعین یا اسم مربی کہلاتا ہے ۔ جس صوفی کو بذریعہ کشف وشہود اپنا مبدأ فیض معلوم ہو جائے تو اسے عارف کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسمٰاء کی کوئی

marfat.com

حد نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہر اسم کائنات کو تجلیات کے ذریعے فیض دیتا ہے، اس لئے اس کی تجلیات کی بھی کوئی حد نہیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے معروف ننانوے اسمائے گرامی بندوں کو اس کے اسماء سے متعارف کروانے کے لئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصار و شمار ممکن نہیں۔

سیر فی اللہ

۴ سیر الی اللہ کے بعد جب سالک اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات، شیونات و اعتبارات میں سیر کرتا ہے تو وجوب کے ان مرتبوں یعنی اسماء وصفات، شیونات واعتبارات میں جو حرکت علمیہ (سیر علمی) واقع ہوتی ہے اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور یہ سیر ولایت کبریٰ میں واقع ہوتی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی ولایت ہے۔ یہ سیر اس مرتبے تک پہنچتی ہے کہ جس کو کسی عبارت، اشارے یا نام سے بیان نہیں کیا جا سکتا، اہل طریقت نے اس سیر کا نام بقا رکھا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں سالک کو نفس مطمئنہ، شرح صدر اور حقیقت اسلام کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

۵ اسماء وصفات، شیونات واعتبارات اور ذات احدیت کی تعریفات اور تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

وایں تفسیر برتقدیرے راست آید کہ مراد از اسم مبارک
یہ وضاحت اس صورت میں درست ہوتی جب اسم مبارک ''اللہ'' سے
''اللّٰہ'' مرتبہ وجوب داشتہ شود، کہ مستجمع اسماء
مراد مرتبہ وجوب لیا جائے جو اسماء وصفات کا جامع ہے لیکن اگر اس اسم مبارک
وصفات است۔ اما اگر مراد ازیں اسم مبارک " اللّٰہ " ذات
''اللہ'' سے مراد ''ذات بحت'' لی جائے تو اس مذکورہ
بحت بودہ باشد پس سیر فی اللّٰہ بمعنی مذکور داخل سیر
معنی کے اعتبار سے تو سیر فی اللہ ذکر کردہ معنی میں سیر الی اللہ ہی میں داخل ہوگی
اِلَی اللّٰہ باشد وسیر فی اللّٰہ اَصْلاً بریں تقدیر متحقِق نشود
اور سیر فی اللہ ہرگز اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ ۶ے
چہ ایں سیر کہ در ذات بحت است در نقطۂ نہایۃالنہایت
کیونکہ یہ سیر جو ذات محض میں ہے نہایت النہایت کے نقطہ میں متصور
متصور نیست وبعد از رسیدن بآں نقطہ بے توقف رجوع
نہیں ہے۔ اس نقطے تک رسائی کے بعد بلا توقف عالم کی طرف رجوع
بعالم است کہ معبّر بسیر عنِ اللّٰہ باللّٰہ است۔ ایں
ہے جو سیر عن اللہ باللہ سے عبارت ہے۔ یہ ایسی معرفت ہے

۶ے دوران سلوک جب سالک سیر فی اللہ سے مشرف ہوتا ہے تو اس سیر میں اس کی ابتداء اسم ''اللہ'' سے ہوتی ہے۔ بعدازاں بالترتیب اسماء وصفات اور شیونات

marfat.com

واعتبارات کے مرتبوں میں سیر کی انتہا بالآخر ذات احدیت تک ہو جاتی ہے جو مذکورہ مرتبوں سے مجرد ہے مگر دوران سلوک سالک اسم اللہ سے مراد محض اسم نہ سمجھے بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ میں مرتبہ وجوب میں سیر کر رہا ہوں اور یہ مرتبۂ وجوب جامع اسماء وصفات ہے اور وہ اسماء وصفات میں بھی سیر سے مشرف ہو رہا ہے تا کہ ورودِ تجلیات کے دوران اسے تجلیات کی شناخت میں سہولت رہے کہ یہ افعال کی تجلیات ہیں، یہ اسماء کی تجلیات ہیں، یہ صفات کی تجلیات ہیں۔

اگر کوئی سالک غلطی کی بنا پر سیر فی اللہ کی ابتداء میں اسم اللہ سے محض ''ذات بحت'' مراد لے تو اس کی یہ سیر...... سیر فی اللہ نہیں بلکہ سیر الی اللہ ہی ہوگی، اسے سیر فی اللہ بالکل حاصل نہیں ہوتی کیونکہ مرتبہ نہایت النہایت میں سیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس مرتبہ تک رسائی کے بعد سالک کو بغیر کسی توقف کے عالم دنیا کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے اسی رجوع کو سیر عنِ اللہ باللہ کہتے ہیں یعنی تکمیلِ عروج کے بعد نزولی مراتب شروع ہو جاتے ہیں۔

marfat.com

معرفتے است کہ مخصوص بواصلان نہایۃ النہایۃ است۔

جو نہایت النہایت کے واصلین کے ساتھ مخصوص ہے اولیاء

غیر ایں درویش از اولیاء اللہ ہیچ کس بایں معرفت تکلّم

اللہ میں سے سوائے اس درویش کے کسی نے اس معرفت کے متعلق کوئی کلام نہیں کیا ہے

نہ کردہ است . اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ . وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جسے چاہتا ہے تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

ہے اور درود وسلام ہو مرسلین کے سردار حضرت محمد ﷺ اور آپ کی تمام آل (اطہار) پر

حضرت امام ربانی کا امتیاز

ف حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز راہ سلوک کے ان حقائق ودقائق اور اسرار ورموز کو کس قدر باریک بینی اور دقتِ نظر سے کھول کھول کر بیان فرمارہے ہیں جہاں سالکین غلط فہمی کا شکار ہو کر خود کو واصل باللہ سمجھ لیتے ہیں، حق تو یہ ہے کہ اس قسم کے علوم ومعارف کا بیان کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے جن کے متعلق اولیائے متقدمین نے بھی لب کشائی نہیں فرمائی۔و الحمدللّٰہ علی ذالک

marfat.com

منہا-۷

درسیر کمالات ولایت اقدام متفاوت اند۔ جمعے باشند

کمالات ولایت کی سیر میں قدم مختلف ہیں ایک جماعت ہے

کہ استعداد حصول یك درجہ از درجات ولایت دارند۔

جو درجات ولایت سے ایک درجہ کے حصول کی استعداد

وبعضے دیگر استعداد دودرجہ دارند وطائفہ را استعداد سہ

رکھتی ہے بعض دیگر دو درجہ کی استعداد رکھتے ہیں اور ایک طائفہ کو تین

درجہ است۔ و گروہے را قابلیت چہار درجہ۔ واحادے

درجہ کی استعداد ہے اور ایک گروہ کو چار درجہ کی قابلیت (ہے) اورکوئی کوئی

باشند کہ مستعد پنج درجہ باشند۔

ہیں جو پانچ درجہ [1] کی استعداد رکھتے ہیں۔

کمالات ولایت کے درجات خمسہ

[1] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کمالات ولایت کے پانچ درجات بیان فرمارہے ہیں۔ جب سالکین کودوران سلوک کمالات ولایت میں سیر نصیب ہوتی ہے تو وہ اپنی باطنی استعداد وصلاحیت کے مطابق ان درجات میں سے کسی درجہ تک رسائی حاصل کرلیتے ہیں۔

marfat.com

وهم الاقلون۔حصول درجه اولیٰ ازیں درجات پنجگانه وابسته

اور وہ بہت ہی قلیل ہیں ان پانچ درجات میں سے پہلے درجہ کا حصول

بتجلی افعال است ودرجه ثانی منوط بتجلی صفات۔ ودرجات

تجلی افعال سے وابستہ ہے اور دوسرا درجہ تجلی صفات سے متعلق ہے[۲] اور آخری تین

ثلثہ اخیره، مربوط بتجلیات ذاتیه علی تفاوت درجاتها

درجات تجلیات ذاتیہ کے ساتھ بہ تفاوت درجات مربوط ہیں

ان میں سے پہلا درجہ تجلی افعال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا درجہ تجلی صفات کے ساتھ اور آخری تینوں درجے بہ تفاوتِ مراتب تجلیاتِ ذاتیہ کے ساتھ مربوط ہیں۔

تجلی کا معنی و مفہوم

۲ تجلی کا معنی چمکنا...... منکشف ہونا...... ظاہر ہونا یا ظاہر کرنا کے آتے ہیں......

اصطلاح صوفیاء میں کسی شئی کا دوسرے مرتبے میں ظاہر ہونا تجلی کہلاتا ہے جیسے زید کی صورت کا آئینے میں ظاہر ہونا۔ صوفیائے کرام کے نزدیک تجلی کا تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اسماء و افعال کا کسی شان یا رنگ، کیفیت یا حالت میں اظہار، تجلی کہلاتا ہے، اسے ظہور، سریان یا مظہر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت سید شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تجلی کی تعریف کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

اَلتَّجَلِّیُ مَایَنْکَشِفُ لِلْقُلُوْبِ مِنْ اَنْوَارِ الْغُیُوْبِ یعنی غیبی انوار کے دلوں پر منکشف ہونے کا نام تجلی ہے۔ (کتاب التعریفات: ۱۱۷)

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز تجلی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے

marfat.com

ہیں کہ کسی شئی کے دوسرے، تیسرے یا چوتھے مرتبے میں (جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے) ظاہر ہونے کو تجلی کہتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۲۱)

تجلی کو لباسِ تعین سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

تجلی کے لئے ایک حکم خاص ہے جسے شان کہتے ہیں کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ (الرحمٰن ۵۵:۲۹) میں یہی اشارہ ہے۔

حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی فرماتے ہیں تو اس تجلی کا نام حق کے اعتبار سے شان الٰہی رکھا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے اسے حال کہا جاتا ہے اور وہ ہر آن ایک نئی تجلی میں ہوتا ہے۔

ہر لحظہ جمال خود نوع دگر آرائی
شور دگر انگیزی شوق دگر افزائی (جامی)

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۱)

حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا

حق تعالیٰ مختلف درجات اور مختلف ظہورات میں تجلی فرماتا ہے جب وہ افعال کے ذریعے تجلی فرماتا ہے تو اسے تجلی فعلی کہا جاتا ہے۔

⊙ ...... جب وہ اسماء وصفات کے ذریعے متجلی ہو تو اسے اسمائی یا صفاتی تجلی کہا جاتا ہے۔

⊙ ...... جب وہ اپنی ذات کا ظہور فرمائے تو اسے تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔

⊙ ...... جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیۡ کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی: فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا

(الاعراف ۷:۱۴۳)

یعنی پھر جب تجلی فرمائی موسیٰ (علیہ السلام) کے رب نے پہاڑ پر تو وہ پہاڑ ریزہ

marfat.com

ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر زمین پر آ رہے۔

ورودِ تجلیات

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں بے انتہاء ہیں لہٰذا تجلیات بھی لا تعداد ہیں۔ ہر شخص پر اس کی استعداد کے مطابق جداگانہ تجلیات کا نزول ہوتا ہے جو تجلی ایک شخص پر ایک مرتبہ آتی ہے، وہ پھر دوبارہ اس پر یا کسی اور پر کبھی نہیں آتی، کیونکہ تجلیات میں تکرار نہیں ہر دم، ہر لحظہ اور ہر آن وہ نئی نئی شان میں تجلی فرماتا رہتا ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ جس طرح اس کی ذات لامتناہی ہے، اسی طرح اس کی تجلیات بھی حد وحصر سے باہر ہیں۔

اے ترا بر طور دل ہر دم تجلائے دگر
طالب دیدار تو ہر لحظہ موسائے دگر

اس لئے اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کی بیان فرمودہ اقسام تجلیات کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفات فعلیہ ربوبیۃ میں سے کسی صفت کے ساتھ متجلی پاتا ہے۔ اس مشاہدے میں سالک سے حول وقوت اور فعل وارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو جاری ومتصرف دیکھتا ہے۔

جب صوفی پر اس تجلی کا فیضان ہوتا ہے تو بمطابق حدیث اس کی حالت وکیفیت یہ ہوتی ہے:

وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ كُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ

marfat.com

يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا (صحیح البخاری، الرقم:۶۰۲۱)

یعنی میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ پس جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اوراس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔(جب قرب نوافل کا یہ عالم ہے تو قرب فرائض کا کیا مرتبہ ہوگا جو اس سے بھی بڑھ کر ہے)۔

تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو امہاتِ صفات میں متجلی پاتا ہے۔اُمہات صفات آٹھ ہیں،ان کو صفات ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں

۱.....تکوین ۲.....حیات ۳.....علم ۴.....قدرت

۵.....ارادہ ۶.....سمع ۷.....بصر ۸.....کلام

تجلی ذاتی

اس تجلی میں سالک فنائے مطلق کے بعد اپنے علم،شعور اور ادراک سے بے تعلق ہوجاتا ہے اور محبت ذاتی سے مشرف ہوجاتا ہے اس کے تمام لطائف ماسوی اللہ کو فراموش کرکے مقام کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔پس عبد،فانی ہوجاتا ہے اور حق،باقی رہتا ہے اور اس پر حقیقتِ اخلاص ظاہر ہوجاتی ہے تو اس وقت تجلی ذاتی کا نزول ہوتا ہے۔اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلاتعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اور کمال توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔اسی کو وصل عریانی کہا جاتا ہے یعنی اسماء و صفات کے اعتبارات اور ستر ہزار حجابات (نورانی وظلمانی) اس مقام میں سالک و

marfat.com

عارف کے سامنے حائل نہیں رہتے۔

تجلی ذاتی کی قسمیں

مشائخ طریقت نے تجلی ذاتی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱......تجلی ذاتی برقی ۲......تجلی ذاتی دائمی

تجلی ذاتی برقی

اکثر مشائخ طریقت کے نزدیک تجلی ذاتی، برقی ہوتی ہے۔ یعنی آسمانی بجلی کی طرح تھوڑی دیر کے لئے سالکین کے سامنے سے اسماء وصفات کے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد دوبارہ حائل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان پر حضور ذاتی کا اثر کم اور غیوبت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔

تجلی ذاتی دائمی

اکابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک تجلی ذاتی، دائمی ہوتی ہے یعنی جب تجلی آتی ہے تو پھر جاتی نہیں ہمیشہ رہتی ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں اس کو نسبت حضور وآگہی، حضور ذاتی دائمی، دوام حضور مع اللہ بلاغیبۃ اور یادداشت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۱۱،۱۴)

واضح رہے کہ تجلی ذاتی دائمی حضرات نقشبندیہ کا خاصہ ہے تاہم دیگر سلاسل طریقت کے اکابر مشائخ بھی اس تجلی سے شادکام ہوتے ہیں۔

تجلی ذاتی برقی میں ولولہ اور جوش ہوتا ہے حضرات چشتیہ پر جب یہ تجلی ظاہر ہوتی ہے تو ان کی آتش عشق شعلہ زن ہوتی ہے جس کا اظہار وجد ورقص، شور وغوغا اور چیخ و پکار کی صورت میں ہوتا ہے۔

marfat.com

یادر ہے کہ بعض نقشبندی حضرات وجد ورقص ،شور و پکار اور ذکر جہر شروع کر دیتے ہیں ۔اس کی وجہ نسبت نقشبندیہ کا دیگر نسبتوں کے ساتھ اختلاط اور التباس ہوتا ہے۔ وہ نقشبندی ہونے کے ساتھ ساتھ قادری اور چشتی نسبتوں کے بھی حامل ہوتے ہیں اسی لئے ان پر کبھی نسبت چشتیہ کا غلبہ ہوجاتا ہے اور کبھی نسبت قادریہ کا ، بنابریں ان کے رنگ اور ڈھنگ بدلتے رہتے ہیں۔

جبکہ خالص نسبت نقشبندیہ میں مکمل طور پر سکون وقرار اور سکوت واخفاء ہے اس لئے ان کی آتشِ عشق شعلہ فشاں نہیں ہوتی بلکہ خاکستر کے نیچے چنگاری کی طرح سلگتی رہتی ہے، بجھتی نہیں ۔یہی طریقت نقشبندیہ کا اخفاء اور پوشیدگی ہے۔ بقول شاعر

وہی آبلے ہیں وہی جلن کوئی درد دل میں کمی نہیں
جو لگا کے آگ چلے گئے وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

marfat.com

اکثرے ازیاران ایں درویش مناسبت بدرجۂ ثالثه دارند از

اس درویش کے اکثر احباب درجات مذکورہ میں سے تیسرے درجہ کے ساتھ مناسبت

درجات مذکوره - وقلیلاں مناسبت بدرجه رابعه، واقلان

رکھتے ہیں ۔ اور قلیل چوتھے درجہ کے ساتھ مناسبت اور بہت ہی قلیل

مناسبت بدرجۂ خامسه که نهایت درجات ولایت است

پانچویں درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں جو درجات ولایت کی نہایت ہے [۳]

وکمالیکه نزد ایں درویش معتبراست ماورائے ایں درجات

اور وہ کمال جو اس درویش کے نزدیک معتبر ہے ان درجات سے وراء

[۳] سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے زیر تربیت سالکین کے باطنی مقامات کا تجزیہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی تجلیات افعال وصفات میں مشغول نہیں بلکہ سب تجلیات ذاتیہ سے شادکام ہیں جوکہ ولایت کے درجات خمسہ میں سے آخری تین درجات پر مشتمل ہے۔ ممکن ہے کہ تجلیات ذاتیہ سے مراد شیونات واعتبارات اور ذات بحت کی تجلیات ہوں اور درجہ سوم کا تعلق تجلیات شیونات سے ہو، درجہ چہارم کا تعلق اعتبارات کی تجلیات سے ہو اور درجہ پنجم ذات بحت کی تجلیات سے مربوط ہو۔ (واللہ اعلم بحقیقة الحال)

marfat.com

است ـ بعد از زمان اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد اس کمال نے

اجمعین ایں کمال ظہور نیافتہ است کہ فوق کمال جذبہ

ظہور نہیں فرمایا جو جذبہ و سلوک کے کمال سے بلند ہے ۴

وسلوک است ـ فردا انشاء اللہ تعالیٰ ایں کمال در حضرت

کل ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کمال حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

۴ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کمالات ولایت کے پانچ درجات سے اعلیٰ ایک اور مرتبے کا ذکر فرمار ہے ہیں جو کمالات ولایت اور کمالات جذبہ وسلوک سے فوق تر ہے، صحابہ کرام اس مرتبہ کے حامل تھے اور وہ کمالاتِ نبوت کا درجہ ہے۔

واضح رہے کہ کمالاتِ نبوت ورسالت سے مراد منصب نبوت ورسالت ہرگز نہیں بلکہ تبعیت اور وراثت کے طور پر ان کے کمالات اور فیضان کا پرتو مراد ہے۔ کمالات نبوت کی فوقیت وفضیلت کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

ارباب ولایت کی ان کمالات نبوت تک دسترس نہیں۔ کمالات نبوت کے درجات کی بلندی کے باعث اہل کشوف کا کشف راہ ہی میں رہ جاتا ہے۔ کمالات ولایت، کمالاتِ نبوت کے مقابلے میں کَالْمَطْرُوْحِ فِی الطَّرِیْقِ (راستے میں پھینکے ہوئے) کی مانند ہیں۔ کمالات ولایت، کمالات نبوت کے عروج تک پہنچنے کے لئے زینہ (سیڑھی) ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۵۱)

کل قربِ قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر ان کمالات کا مکمل طور پر ظہور ہوگا اور آپ اس نسبت کی تکمیل وتتمیم فرمائیں گے۔

marfat.com

مہدی ظہور خواہد یافت و الصلوۃ والسلام علیٰ خیر البریۃ

میں ظہور پائے گا خیر البریہ ۵ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام ہو

۵ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کمالات نبوت کا درجہ جذبہ وسلوک سے بلند تر ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اس فقیر پر ظہور پذیر ہوا ہے۔

وارث کمالات محمدیہ حضرت الامام المہدی الموعود رضی اللہ عنہ

آپ خاتونِ جنت سیدۂ عالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ذریت طیبہ میں سے نجیب الطرفین، کریم الابوین سادات سے ہونگے۔ آپ کا اسم گرامی محمد ہوگا...... بعض نے احمد نام کا بھی قول کیا ہے...... آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی عبداللہ ہوگا...... مدینہ منورہ آپ کی جائے ولادت ہوگا...... آپ کا چہرہ انور روشن ستارے کی مانند تاباں ہوگا...... ناک مبارک ستواں اور دائیں رخسار پر سیاہ تل ہوگا۔

طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگا، ہر طرف وحشت و بربریت، فتنہ و فساد اور کفر والحاد ڈیرے ڈالے ہونگے۔ امت مسلمہ ظلم وستم کی چکی میں پس رہی ہوگی۔ کوئی بھی ان کا پرسان حال اور دادرسی کرنے والا نہ ہوگا۔ کسمپرسی کے اس عالم میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سر پہ عمامہ سجائے، دو بھاری قبائیں زیب تن فرمائے مصروف طواف ہونگے کہ اچانک ہاتف غیب سے ندا آئے گی۔

هَـذَا الْـمَـهْـدِيُّ (خَلِيْفَةُ اللّٰهِ) فَاتَّبِعُوْهُ (مسند الشامیین للطبرانی، رقم الحدیث: ۹۱۱) یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مہدی ہیں انکی اتباع کرو۔ حاضرین آپ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کریں گے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ظہور کی علامات میں سے ایک علامت یہ ظاہر ہوگی کہ ماہ رمضان کی پہلی

marfat.com

تاریخ کو چاند گرہن اور پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔ حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل (علیہما السلام) دائیں بائیں آپ کے ہم رکاب ہونگے، اس لئے آپ کا مد مقابل خائب وخاسر ہوگا۔ آپ احکام شرعیہ کی تنفیذ، سنن نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) کی ترویج، عساکر اسلامیہ کی تجہیز اور بدعات نامرضیہ کی تخریب پر مامور ہونگے۔ آپ کے ہاتھوں دین اسلام کو فتح ونصرت اور مسلمانوں کو عظمت وشوکت نصیب ہوگی۔ کفار نابجار اور یہود وہنود پر غلبہ اور بالادستی حاصل ہوگی۔ ارشادات نبویہ اور آثار صحابہ میں آپ کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ اس لئے آپ کے ظہور پر ایمان لانا واجب اور آپ کی تکذیب کرنا کفر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

مَنْ كَذَّبَ بِالْمَهْدِیِّ فَقَدْ كَفَرَ (الحاوی للفتاویٰ: ۲/۸۳) یعنی جس نے امام مہدی کو جھٹلایا اس نے کفر کیا۔

آپ کے آخری ایام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد میں بروز جمعۃ المبارک نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔

آپ کے دور خلافت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے سات برس کا قول کیا ہے اور بعض نے آٹھ یا نو برس بتایا ہے۔ هٰكَذَا يُسْتَفَادُ عَنِ الْاَخْبَارِ وَالْاٰثَارِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللهِ سُبْحَانَهٗ (مزید تفصیلات کے لئے البینات شرح مکتوبات مکتوب: ۶۷ جلد دوم ملاحظہ فرمائیں)

marfat.com

منہا -۸

واصلانِ نہایۃ النہایۃ را در وقتِ رجوعِ قہقری نزول باسفلِ

نہایت النہایت کے واصلین کو رجوع قہقری (الٹے پاؤں واپس لوٹنا) کے

غایات ست -ومصداق وصولِ نہایۃ النہایۃ' ہمیں نزول غایۃ

وقت سب سے نچلے درجہ میں نزول (ہوتا ہے) اور نہایت النہایت کے وصول کا مصداق

الغایۃ است - وچوں نزول بایں خصوصیت واقع می شود

یہی غایت الغایت کا نزول ہے [1] اور جب اس خصوصیت کے ساتھ نزول واقع ہوتا

صاحب رجوع بکلیۃ خود متوجہ عالمِ اسباب می گردد -

ہے تو صاحب رجوع اپنی کلیت کے ساتھ عالم اسباب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے -

سالک کا نزول

[1] جن سالکین کو دوران سلوک کمالات ولایت کے آخری درجہ تک جس قدر رسائی میسر ہوتی ہے رجوع کے وقت اسی قدر نزول نصیب ہوتا ہے - عروج کے انتہائی درجہ کو نہایتُ النہایت اور نزول کے انتہائی درجہ کو غایتُ الغایت کہا جاتا ہے جو سالک عروج میں جتنا کامل ہوگا نزول میں بھی اتنا ہی کامل ہوگا یعنی جس عارف کا عروج کامل ہوتا ہے اس کا نزول بھی کامل ہوتا ہے اور جس صوفی کا عروج ناتمام اور ناقص ہوتا ہے اس کا نزول بھی ناتمام اور ناقص ہوتا ہے ، وہ نہ عروج میں درجہ کمال تک رسائی

marfat.com

نہ آنکہ بعض او متوجہ جناب حق ست سُبحانہٗ و

اس طرح نہیں کہ اس کا بعض حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہے اور

بعض دیگر متوجہ خلق، کہ ایں علامت عدم وصول

بعض دوسرا مخلوق کی طرف متوجہ ہے جو نہایت النہایت تک عدم وصول

است بنہایۃ النہایۃ ، وعدم نزول ست بغایۃ الغایۃ

کی علامت ہے اور غایت الغایت تک عدم نزول ہے۔

غایۃُ ما فِی البابِ، دروقت ادائے نماز کہ معراج مومن

اصل بات اس بارے میں یہ ہے کہ ادائے نماز کے دوران جو مومن کی معراج ہے

ست، لطائف صاحب رجوع را توجہِ خاص بجناب قدس

صاحب رجوع کے لطائف کی خاص توجہ بارگاہ قدس جل سلطانہ کی طرف ہو جاتی ہے۔

حاصل کر پاتا ہے اور نہ ہی نزول میں اسے کمال نصیب ہوتا ہے۔

توجہ اِلیَ الطرفین

۲ جن عارفوں کو بارگاہِ قدس جل سلطانہ تک پورا پورا وصل نصیب ہو جاتا ہے رجوع کے وقت واپسی پر عالم اسباب کی طرف وہ کلیۃً متوجہ ہوتے ہیں اور جو سالک عالم خلق کی طرف مکمل طور پر متوجہ نہ ہوں بلکہ ان کی کچھ توجہ عالم بالا کی طرف ہو اور کچھ توجہ عالم اسباب کی طرف ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسے عروجی منازل میں نہ تو نہایت النہایت تک وصال میسر ہوا ہے اور نہ ہی نزولی مراتب میں غایت الغایت تک نزول نصیب ہوا ہے جو اس کے ناقص اور واصل نہ ہونے کی علامت ہے۔

marfat.com

جلّ سلطانه می افتد ، وتا ادائے نماز می ایستد، بعداز فراغ

جب تک ادائے نماز میں کھڑا رہتا ہے نماز سے فراغت کے بعد پھر

نماز باز بکلیة متوجه خلق می گردد۔ لیکن دروقت ادائے

کلیۃً مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے لیکن فرائض اور سنتوں کی ادائیگی کے

فرائض وسنن لطائف سِتّه متوجه جناب قدس می گردند

وقت چھ لطائف [۳] بارگاہ قدس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

لطائف ستہ

[۳] جب سالک واصل کامل، فرائض اور سنتیں ادا کرتا ہے تو اس کے چھ کے چھ لطائف حریم قدس جل سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ چھ لطائف سے مراد عالم امر کے پانچ لطائف (قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ) اور لطیفہ قالبیہ ہیں جنہیں لطائف ستہ کہا جاتا ہے۔

ادائے نوافل کے دوران سارے لطائف حق تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ لطائف ستہ میں سے جو لطیف ترین لطیفہ ہے وہ حریم قدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، بقیہ لطائف ادھر ہی رہتے ہیں۔ اولیائے کرام کی باطنی استعداد اور روحانی قابلیت کی بنا پر ان کے لطائف کی لطافت متفاوت اور مختلف ہوتی ہے۔ کما لا یخفٰی علی ارباب البصیرہ

سابقہ کلام کا ماحصل یہ ہے کہ وہ عارف جس کا عروج ونزول کامل ہو اس کے لطائف کو حالت نماز میں حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ ایک خاص قسم کی توجہ حاصل ہوتی ہے اور ادائے نماز کے بعد وہ کلیۃً مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے یہی واصلِ نہایت اور نازلِ غایت کی علامت ہے۔

marfat.com

ودروقتِ ادائے نوافل، الطف ایں لطائف متوجہ اند فقط

اور نوافل ادا کرتے وقت لطائف میں سب سے الطف ہی فقط متوجہ ہوتا ہے

حدیث لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ تواند بود کہ اشارت بایں وقت

حدیث (اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک خاص وقت ہوتا ہے) میں ہو سکتا ہے کہ

خاص باشد، کہ مخصوص بہ نماز است، وقرینہ برتعین

اس خاص وقت کی طرف اشارہ ہو[۴] جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس اشارہ کے

ایں اشارت حدیث قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ تواند بود

تعین پر قرینہ حدیث (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) ہو سکتا ہے۔

تطبیق

۴ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے ''مقولہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث من اللہ ہونے کی بنا پر مخلوق کی طرف کلیتہً متوجہ رہتے ہیں'' اور حدیث لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَایَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (تفسیر روح المعانی جز ۲/ ۱۴۵) کے درمیان تحقیقی وکشفی والہامی تطبیق بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث لِیْ مَعَ اللّٰهِ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا متوجہ بِالْخَالِق ہونا دوران نماز ہے اور یہ ایک وقت خاص اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْعَارِفِیْنَ (الکبیر ا/ ۲۷۵) ہے جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ وقت خاص میں متوجہ الی الحق ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلیل ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ ہے نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ (دفتر اول حصہ دوم مکتوب: ۲۲۹) فرما کر اذان دلوانے سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ متوجہ الی الحق کے خصوصی لمحات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران نماز ہی میسر ہوتے تھے۔

marfat.com

وعلاوہ ایں قرینہ ، کشف صحیح است والہام صریح

اس قرینہ کے علاوہ کشفِ صحیح اور الہام صریح ہے یہ معرفت

ایں معرفت از معارف مخصوصہ ایں درویش است

اس درویش کے مخصوص معارف میں سے ہے[۵]۔ مشائخ اس کمال کو جمع بین التوجہین

مشائخ ایں کمال را در جمع بین التوجہین دانستہ اند

میں جانتے ہیں[۶] معاملہ اللہ سبحانہ کے سپرد ہے اور سلامتی ہو اس

وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ

پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور متابعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام

الْمُصْطَفٰے عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا

کرے آپ پر اور آپ کی آل پر اتم اور اکمل صلوات و تسلیمات ہوں۔

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز بطور تحدیث نعمت کے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ تطبیق محض علمی و تحقیقی ہی نہیں بلکہ کشف صحیح اور الہام صریح بھی اس کے مؤید ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا کشف والہام عین شریعت مطہرہ کے مطابق ہے اگر کسی صوفی کا کشف خلاف شرع ہو تو ایسے کشف کو رد کر دینا چاہئے البتہ اس صوفی کا ادب واحترام ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ واللہ الموفق

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے درمیان تطبیق دے کر انہیں الہام صریح اور کشف صحیح سے مؤید کرنا حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے خصوصی معارف میں سے ہے۔

۶ دیگر مشائخ عظام جمع بین التوجہین کو کمال سمجھتے ہیں یعنی ان کے نزدیک بظاہر

marfat.com

مخلوق کی طرف متوجہ ہونا اور بباطن خالق کی طرف متوجہ ہونا کمال ہے۔جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک جو عارف واصل اور کامل ہوں وہ صرف حالت نماز میں ہی متوجہ الی الحق ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں وہ مخلوق کی رشد وہدایت کے لئے کلی طور پر مخلوق کی طرف ہی متوجہ رہتے ہیں۔(واللّٰہ اعلم بحقیقة الحال)

marfat.com

منہا-۹

مشائخ فرموده اند که مشاہدۂ اہل اللّٰہ بعداز وصول
مشائخ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کا مشاہدہ[1] مرتبہء ولایت تک وصول کے

بمرتبۂ ولایت درانفس ست ۔ مشاہدۂ آفاقی که در
بعد اپنے اندر ہے آفاقی مشاہدہ جو سیر اِلیٰ اللہ میں اثنائے راہ

سیرالی اللّٰہ دراثنائے راہ میسر شده بود معتبر نیست
میسر ہوا تھا معتبر نہیں ہے اور وہ جو کہ اس

وآنچه برایں درویش منکشف گردانیده اند
درویش پر منکشف ہوا ہے۔

[1] اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز مشاہدہ آفاق وانفس کا بیان فرمارہے ہیں۔تصوف وطریقت کی یہ اصطلاحات آیت قرآنی سَنُرِيهِمْ اٰيَاتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىٓ اَنْفُسِهِمْ (فصلت۴۱:۵۳)(یعنی ہم انہیں آفاق وانفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے) سے ثابت ہے۔
یہاں مشاہدہ،مشاہدۂ آفاق اور مشاہدۂ انفس کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سالک پر اس طرح غالب اور قوی

marfat.com

ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے جیسا کہ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتّٰى كَأَنَّا رَأْىُ عَيْنٍ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۹۳۷)

ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب جہنم و جنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا گویا ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

وجوب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کبھی صفات بدون تعلقات اس کی نظر میں بعنوان کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بہ معلومات و مقدورات بعنوان جزئیت نظر آتی ہیں۔

قسم اول

پہلی قسم کے مشاہدے کو شہود صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں، اس مرتبے میں صفاتِ مجردہ مشہود ہوتی ہیں، ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قسم دوم

دوسری قسم کو شہود صفات جزئیہ کہا جاتا ہے۔ اس مرتبے میں صفات کا ممکنات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم فلاں معلوم کے ساتھ اور صفتِ قدرت فلاں مقدور کے ساتھ تعلق رکھتی ہے علی ھذا القیاس تمام صفات، ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں، سالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم (شہود صفات کلیہ) زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۴)

مشاہدۂ انفس

مشائخ طریقت۔ کے نزدیک سیر انفسی کے دوران ولایت صغریٰ (ولایت ظلیہ)

marfat.com

تک رسائی کے حصول کے بعد سالک کا اپنے اندر انوار و تجلیات دیکھنا مشاہدۂ انفس کہلاتا ہے لہٰذا مطلوب حقیقی کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہئے۔ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

یہ کیسے پردے پڑ گئے ہیں چشم خلق پر
چاروں طرف تلاش ہے اور یار گھر میں ہے

لطائف میں ذکر کرنا مطلوب حقیقی کو اپنے اندر ہی ڈھونڈنا ہے، اس مشاہدہ کو انفس کی سیر کہا جاتا ہے۔

مشاہدۂ آفاق

سیر الی اللہ کے دوران عروجی منازل میں سالک کا اشیائے کائنات کی شکلوں اور صورتوں میں حق تعالیٰ کی قدرت کے آثار اور انوار و تجلیات دیکھنا مشاہدہ آفاق کہلاتا ہے۔

جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا شجر میں انوار دیکھنا مشاہدہ آفاق کی مثال ہے۔ ایسے ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سورج، چاند اور ستاروں میں تجلیات دیکھنا مشاہدۂ آفاقی ہے۔

اس مقام پر صوفی عشق مجازی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور توحیدِ وجودی عود کرتی ہے۔ یہاں شیخ کامل مکمل کی باطنی رہنمائی کی شدید ضرورت ہوتی ہے جو سالک کو توجہات و تصرفات کے ذریعے توحید وجودی کے تنگ کوچہ سے نکال کر توحید شہودی کی شاہراہ پر گامزن کر دے ورنہ اس مقام پر کئی سالکوں کے سفینے یوں ڈوب جاتے ہیں کہ ان کا کوئی سراغ بھی نہیں ملتا۔ العیاذ باللّٰہ سبحانہ

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

marfat.com

آن ست کہ مشاہدہ درانفس نیز در رنگ مشاہدہ در آفاق معتبر

یہ ہے کہ مشاہدۂ انفس بھی مشاہدہ آفاق کی طرح معتبر نہیں ہے۔

نیست۔آں مشاہدہ نہ مشاہدۂ حقیقت حق است سبحانہ

وہ مشاہدہ حقیقت حق سبحانہ کا مشاہدہ نہیں ہے۔ ۲

مطلوب ماورائے آفاق وانفس ہے

۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نہ مشاہدہ آفاقی معتبر ہے اور نہ ہی مشاہدۂ انفسی قابل اعتبار ہے۔لہٰذا جس وقت عارف کمالاتِ ولایتِ نبوت سے مشرف ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ شہودِ انفسی بھی ظلالِ مطلوب میں سے ایک ظل ہے اور مطلوب حقیقی ابھی ماوراء ہے۔

یہی معرفت، حقیقت اور شریعت کے عین مطابق ہے کیونکہ شہود آفاق وانفس ظلال کے ساتھ مربوط ہے اور آفاق وانفس اصل کے درک ووصل کی لیاقت نہیں رکھتے۔پس لامحالہ وہ سیر جو سالک کو آفاق وانفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے اس سیر کا تعلق ظلال کی بجائے اصل کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کو سیر اقربیت کہا جاتا ہے، جس کا مدلول آیت قرآنی " وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد "(ق۵۰:۱۶) ہے۔

جہاں مطلوب حقیقی لباس اور وہم وخیال سے منزہ مشہود ہوتا ہے یہ مرتبہ وصلِ عریانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

من شوم عریاں ز تن او از خیال
تا خرامم در نہایات الوصال

اسی معرفت کو عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے

marfat.com

جے محبوب پیارا اک دن وتے نال اساڈے
جانا میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے

اسی معرفت کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے یوں بیان فرمایا ہے

جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ظلیت کے داغ سے داغدار ہے پس لازماً نفی کے لائق ہے، تاکہ اصل کا اثبات واضح ہو جائے اور جب معاملہ آفاق و انفس سے گذر جائے تو ظلیت کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے...... دائرہ ظل کے منتہی حضرات کو تجلی برقی جو مرتبۂ اصل سے پیدا ہوتی ہے، حاصل ہے جو انہیں ایک ساعت کے لئے آفاق و انفس کی قید سے آزاد کر دیتی ہے اور وہ حضرات (نقشبندیہ) جو دائرۂ آفاق و انفس سے گذر کر ظل سے اصل تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں، یہ تجلی برقی ان کے لئے دائمی ہو جاتی ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب:۳)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ونزد حضرت ایشان ماقدسنا اللّٰہ سبحانہ بسرہ یافت مطلوب بیرون آفاق و انفس است اوتعالیٰ راچنانچہ در مرایائے آفاق گنجائش نیست درمرأت انفس نیز گنجائے نہ"۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب:۴۷)

ترجمہ: ہمارے حضرت ایشاں رامام ربانی قدس سرہٗ) کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے باہر ہے۔ ذات حق تعالیٰ کیلئے جس طرح آفاق کے آئینوں میں گنجائش نہیں اسی طرح انفس کے آئینوں میں بھی گنجائش نہیں ہے۔

marfat.com

اوتعالیٰ بے چون و بے چگونہ است ۔ در آئینۂ چوں گنجائش

(کیونکہ) وہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے آئینہ چون میں گنجائش

ندارد ، چہ آئینۂ آفاق وچہ آئینہ انفس۔ اوسبحانہ نہ داخل

نہیں رکھتا کیا آئینہ آفاق اور کیا آئینہ انفس [۳] ۔ وہ سبحانہ نہ عالم میں داخل

عالم است نہ خارج

ہے اور نہ خارج

بے چون و بے چگون

[۳] بے چون کا معنیٰ ''بے مثل'' اور بے چگون کا معنیٰ ''بے کیف'' ہے۔ بے چون اور بے چگون اللہ تعالیٰ کی صفات سلبیہ میں سے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بالکل یگانہ ہے۔اس کی ذات وصفات مخلوقات کی ذات وصفات سے قطعاً مختلف ہیں اور کسی طرح بھی ان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔لہٰذا حق سبحانہ (مثل) یعنی مماثل مواقف سے بھی منزہ ہے اور (ندّ) یعنی مماثل مخالف سے بھی (معارف لدنیہ معرفت:۱۶) (مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب:۷۷)

اہلسنت کا مؤقف

چونکہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے اس لئے وہ مماثلت اور کیفیت کے آئینوں سے وراء ہے۔لہٰذا وہ نہ عالم (کائنات) میں داخل ہے اور نہ عالم سے خارج ہے یعنی اشیائے کائنات کی صورتوں اور شکلوں کے اندر اور باہر ہونے سے پاک ہے

marfat.com

اور یہی اہلسنت و جماعت کا موقف ہے۔

ایک سکریہ قول پر نقد و نظر

بعض صوفیاء نے جو اس کے برعکس قول کیا ہے اسے غلبہء حال اور سکرِ وقت پر محمول کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت پیر بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کافی ہے۔

جے میں تینوں اندر آکھاں فیر مقید جانا
جے میں تینوں باہر آکھاں میرے اندر کون سمانا
میں وی توں تے توں وی توں بلھا کون نمانا
باہر وی توں اندر وی توں میں اس تھیں وِدھ پچھانا

مصرع ثانی میں حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آفاق میں نہیں انفس میں ہے۔ مصرع ثالث ''میں وی توں'' میں اپنا اثبات بھی کر دیا اور ''توں وی توں'' میں اپنی نفی بھی کر دی۔ حالانکہ انہیں ''میں وی توں'' کی بجائے ''میں نہیں توں'' کہنا چاہئے تھا تاکہ لا الٰہ کے مطابق عقیدہ توحید بالکل واضح ہو جاتا۔ لیکن چونکہ یہ ان کا عقیدہ نہیں بلکہ غلبہء سکر کی وجہ سے ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے، اس لئے السکاریٰ کَالْمجانین کے مصداق انہیں معذور سمجھنا چاہئے۔

حضرت امام ربانی کا موقف

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے عقیدہ توحید کو مزید کھول کر بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ اشیائے کائنات کے ساتھ اشتراک واشتباہ، صیرورت واتحاد اور انفصال و اتصال سے وراء ہے: تعالی اللّٰہ عن ذالك علوا کبیراً والحمد للّٰہ کثیراً

marfat.com

نہ متصل است بعالم ، ونہ منفصل از عالم ، شہود و
نہ عالم سے متصل ہے نہ عالم سے جدا اس تعالیٰ کی رویت اور شہود
رؤیۃِ او تعالیٰ نیز نہ در عالم ست و نہ در خارج عالم
بھی نہ عالم میں ہے نہ عالم کے خارج میں
نہ اتصال بعالم دارد و نہ انفصال از عالم، لہٰذا رؤیت اخروی
نہ عالم سے اتصال رکھتا ہے نہ عالم سے انفصال لہٰذا اُخروی رویت کو
را بلا کیف گفتہ اند۔ از حیطۂ عقل ووہم خارج است۔
بلاکیف کہتے ہیں (جو) عقل اور وہم کے دائرہ سے خارج ہے ؎

مسئلہ رؤیتِ باری تعالیٰ

؎ چونکہ حق تعالیٰ کائنات کے اندر اور باہر ہونے سے پاک ہے اس لئے وہ مشاہدے اور رؤیت میں اشیائے کائنات کا محتاج نہیں۔ رؤیت باری تعالیٰ کا مسئلہ علم کلام کے معرکہ آراء مسائل میں سے ہے اس مسئلہ میں علمائے متکلمین اہل سنت اور معتزلہ کا اختلاف ہے۔ معتزلہ رؤیت باری تعالیٰ کے انکار و امتناع کے قائل ہیں جبکہ متکلمین اہلِ سنت رؤیت باری تعالیٰ کے اثبات کے قائل ہیں۔

رؤیت باری تعالیٰ اور علمائے اہل سنت

سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق یوں ارقام پذیر ہیں

وَاللّٰہُ تَعَالٰی یُریٰ فِی الْاٰخِرَۃِ وَیَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَھُمْ فِی

marfat.com

الْجَنَّةِ بِاَعْيُنِ رُؤُوسِهِمْ بِلَا تَشْبِيهٍ وَلَا كَيْفِيَّةٍ وَلَا كَمِيَّةٍ وَلَا يَكُوْنُ بَيْنَه' وَبَيْنَ خَلْقِهِ مُسَافَةً (الفقه الاکبر) یعنی اللہ تعالیٰ کا آخرت میں دیدار ہوگا اور مومن جنت میں بچشم سر بلاتشبیہہ وکیفیت اور کمیت اس کا یوں دیدار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان کوئی مسافت نہیں ہوگی۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ ابوالحسن علی بن عثمان محمد الدوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدء الامالی میں رقمطراز ہیں:

یَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَيْرِ كَيْفٍ
وَ اِدْرَاكٍ وَ ضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ
فَيَنْسَوْنَ النَّعِيْمَ اِذَا رَأَوْهُ
فَيَا خُسْرَانَ اَهْلَ الْاِعْتِزَالِ

ترجمہ: یعنی اہل ایمان بلا کیف وادراک اور بغیر کسی مثال کے اس (حق تعالیٰ سبحانہ) کا دیدار کریں گے، جب اس کا دیدار کریں گے تو باقی سب نعمتوں کو بھول جائیں گے ہائے افسوس! معتزلہ کے خسارہ پر۔ بقول شاعر

مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال
بے کیف و بے جہت بے شبہ و بے مثال

امام العقائد ابوحفص عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عقیدہ کو یوں بیان فرمایا

فَيُرٰى لَا فِيْ مَكَانٍ وَلَا عَلٰى جِهَةٍ مِنْ مُقَابَلَةٍ اَوْ اِتِّصَالِ شُعَاعٍ اَوْ ثُبُوْتِ مُسَافَةٍ بَيْنَ الْمَرْئِيْ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

یعنی حق تعالیٰ کی رؤیت ہوگی مگر مکان، جہتِ مقابلہ، اتصال شعاع اور رائی اور مرئی (اللہ تعالیٰ) کے درمیان ثبوتِ مسافت کے بغیر۔

حضرت علامہ محمد فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عقیدہ کی مزید وضاحت یوں

marfat.com

فرمائی:

نخواہد شد میان حق تعالیٰ وخلق مسافت یعنی نہ درغایت از قرب ونہ در نہایت از بُعد ونہ بوصف اتصال ونہ بنعت انفصال ونہ بحلول ش درآمدن در چیزے م واتحاد ش یك شدن م یعنی رؤیت کے وقت حق تعالیٰ اور خلق کے درمیان فاصلہ نہ ہوگا۔ نہ غایت درجہ قرب کی صورت میں اور نہ نہایت بُعد کی صورت میں۔ نہ اتصال کی صورت میں اور نہ انفصال کی صورت میں۔ اور نہ ہی حلول کی صورت میں (یعنی کسی چیز میں داخل ہو جانا) اور نہ اتحاد کی صورت میں (یعنی ایک ہو جانا کہ دوئی کا اطلاق نہ ہو)۔

(نظام العقائد: ۳۳ مطبوعہ مکتبہ الحقیقہ)

حضرت امام ربانی قدس سرہ' عقیدہ رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

آخرت میں مؤمنوں کے لئے خدائے عزّ وجل کا دیدار ہونا حق ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہل سنت وجماعت کے اسلامی فرقوں اور حکمائے فلاسفہ میں سے کوئی شخص بھی اس کے جواز کا قائل نہیں۔ ان کے انکار کی وجہ، غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہے جو بہر حال فاسد وغلط ہے۔ نظر آنے والی ہستی جبکہ بے چون اور بے چگون ہوگی تو جو رؤیت اس سے متعلق ہوگی وہ بھی بے چون ہی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا چاہئے مگر اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ قدرت نے اس راز کو آج بھی خواص اولیاء پر ظاہر فرمایا ہوا ہے جو کچھ انہیں مشاہدہ ہوتا ہے، وہ اگرچہ رؤیت (دیدار حق) نہیں ہے لیکن وہ بے رؤیت بھی نہیں ہے، یہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا تم ذات حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ کل قیامت کے روز تمام مؤمن حق سُبحانہ وتعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے ہی دیکھیں گے لیکن ادراک نہیں کر سکیں گے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام ۶: ۱۰۳) وہ صرف دو چیزیں معلوم کر سکیں گے۔ ایک تو اس بات کا یقینی علم کہ وہ دیکھ رہے ہیں اور دوسرے

marfat.com

وہ لذت جورؤیت پر مرتب ہوتی ہے۔ان دو چیزوں کے علاوہ باقی جس قدر رؤیت کے لوازم ہیں وہ سب کے سب مفقود ہوں گے۔ (مبداء و معاد منہا: ۴۷)

حضرت امام ربانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

تعجب ہے کہ وہ لوگ جو رؤیت (باری تعالیٰ) کی دولت پر ایمان ہی نہیں رکھتے وہ کس طرح اس سعادت کے حصول سے بہرہ ور ہوں گے کیونکہ انکار کرنے والوں کے نصیب میں تو محرومی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہشت میں ہوں اور دیدار نہ ہو۔

کیونکہ شرع سے جو کچھ بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تمام اہل بہشت کو دیدار کی دولت حاصل ہوگی ،اور یہ کہیں نہیں آیا کہ بعض اہل بہشت کو دیدار ہوگا اور بعض کو نہ ہوگا...... جاننا چاہئے کہ بہشت اور ماسوائے بہشت سب حق تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں کیونکہ سب اسی کی مخلوق ہیں اور وہ سبحانہ کسی چیز میں بھی حلول وتمکن کئے ہوئے نہیں۔لیکن بعض مخلوقات کو حق تعالیٰ کے انوار کے ظہور کی قابلیت ہے اور بعض کو نہیں ،جس طرح کہ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے لیکن پتھر اور مٹی یہ قابلیت نہیں رکھتے۔پس اس بارگاہ جل شانہ کی طرف سے مساوات کی نسبت کے باوجود فرق اسی طرف سے ہے۔

ایں قاعدہ یاد دار آنچہ کہ خدا ست
نے جزو نہ کل، نہ ظرف نہ مظروف است

ترجمہ

یاد رکھو جس جا وہ خداوند بریں ہے
ظرف مظروف و جز و کل نہیں ہے

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۱۷)

marfat.com

رؤیت در دنیا اور امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام شہاب الدین حضرت ابوعبداللہ فضل اللہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

رؤیت در دنیا خلاف نیست میان علمائے اسلام کہ رؤیت در دنیا نخواہد بودن......الخ (المعتمد فی المعتقد: ۴۳ مطبوعہ استنبول ترکی)

یعنی رؤیت باری تعالیٰ کے مسئلہ پر علمائے اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ دنیا میں حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہوتی۔

اس پر انہوں نے دو احادیث مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے۔

حدیثِ اوّل

حدیث دجال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت، دجال لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں، حالانکہ کوئی شخص بھی دنیا کی زندگی میں خدا کو نہیں دیکھ سکتا البتہ موت کے بعد اس کا دیدار ہوگا جیسا کہ وَاِنَّہٗ لَنْ یَّرٰی اَحَدُ مِنْکُمْ رَبَّہٗ حَتّٰی یَمُوْتَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۱۶۱) سے ظاہر ہے۔

حدیث دوم

دوسری حدیث میں ہے جسے اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰہِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۸۴۶) یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات سے پہلے موت کا ذائقہ چکھنا ہوگا۔

marfat.com

رؤیت در دنیا اور حضرت امام ربانی قدس سرہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں: دنیا میں رؤیت (باری تعالیٰ) واقع نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ دنیا اس دولت کے ظہور کی قابلیت نہیں رکھتی اور جوکوئی اس دنیا میں رؤیت کے واقع ہونے کا قائل ہو وہ جھوٹا اور مفتری ہے اس نے حق تعالیٰ کے غیر کو حق جانا ہے اگر اس دنیا میں یہ دولت میسر ہوسکتی تو حضرت کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار تھے اور ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں تو اس کا وقوع بھی اس دنیا میں نہیں ہوا بلکہ بہشت میں تشریف لے گئے تو وہاں رؤیت سے مشرف ہوئے جو کہ عالم آخرت سے ہے۔

لہٰذا دنیا میں رویت نہیں ہوئی بلکہ جب دنیا میں، دنیا سے نکل کر آخرت کے ساتھ ملحق ہوگئے تو (حق تعالیٰ کے) دیدار سے مشرف ہوئے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۱۷)

واضح رہے کہ اگرچہ دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے مگر بچشم سر دنیا میں واقع نہیں ہے کیونکہ دنیا اور چشم دنیا عدم سے ساختہ شدہ ہونے کی بناء پر اس دولتِ عظمیٰ کی صلاحیت واستعداد ہی نہیں رکھتے جب چشم، شیوناتِ ذاتیہ کا اثر رکھے گی۔ تو اس وقت مومنوں کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ جبکہ چشمِ دنیا کو چشمِ آخرت کے ساتھ قطعاً کوئی مناسبت نہیں کہ دیدارِ خدا سے مشرف ہوسکے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

اقسام رؤیت

علمائے متکلمین اہلسنت نے آخرت میں رؤیت خداوندی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

marfat.com

۱......رؤیت عامہ ۲......رؤیت خاصہ

رؤیت عامہ

یہ ہے کہ روز قیامت محشر میں سب کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا گو اس کی کیفیات مختلف ہونگی۔ چنانچہ حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْحَشْرِ سَوْفَ تَجَلّٰى لِلْكَافِرِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ الْعُصَاةِ بِصِفَةِ الْجَلَالِ وَالْقَهْرِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ بِصِفَةِ اللُّطْفِ وَالْجَلَالِ (الاسلام والایمان:۲۰)

یعنی قیامت کے روز محشر میں اللہ تعالیٰ کفار اور گناہگار مسلمانوں کے لئے جلال اور قہر والی صفت کے ساتھ اور نیکوکار مومنوں کیلئے لطف وجلال کی صفت کے ساتھ تجلی فرمائے گا۔

اس مفہوم کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

ورنہ در وقت حساب و داد گاہ
ہر کسے بیند چہ مومن چہ تباہ
مومنش بیند باوصاف کمال
کافرش بیند باوصاف جلال

رؤیت خاصہ

مومنوں کے ساتھ مخصوص ہے جو انہیں جنت میں نصیب ہوگی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ٥ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامہ۷۵:۲۲)

جبکہ کفار اس دیدار خاص سے محروم رہیں گے جیسا کہ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ

marfat.com

رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (المطففین ۸۳:۱۵) سے عیاں ہے۔

یونہی جب اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر شرف ملاقات سے مشرف ہونگے اور عشاق لذتِ دیدار سے لطف اندوز ہورہے ہونگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحیت کے ہدیے اور سلام کے تحفے عطا کئے جائیں گے جیسا کہ آیت کریمہ ہے تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ (الاحزاب ۳۳:۴۴) بقول اقبال مرحوم

حسن می گفت کہ شامے نہ پذیرد سحرم
عشق می گفت تب و تاب دوامے دارم

اہل جنت کے لئے بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدارِ الٰہی ہے، اس لئے جب وہ دیدارِ خدا سے بہرہ ور ہونگے تو جنت کی سب نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ کسی عاشق نے کیا خوب کہا ہے

ہر کس بہ بہشت آرزوئے دارد
عاشق بجز ازیں دیدار نہ دارد

یعنی جنت میں ہر شخص کی کوئی نہ کوئی آرزو ہوگی مگر عاشق کی آرزو سوائے دیدارِ ذات کے اور کچھ نہ ہوگی۔

کیفیاتِ رؤیت

حضرت ابن عربی قدس سرہ' ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ' کی رؤیت داخلِ عالم بھی ممکن ہے اور خارجِ عالم بھی ممکن ہے کیونکہ کائنات خود ذات (حق تعالیٰ) ہے۔ یعنی کائنات کی ان شکلوں اور صورتوں میں وہ (اللہ تعالیٰ) خود متجلی ہے اس لئے شب معراج جو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہوا وہ دیدار کسی صورت میں ہی ہوا تھا۔ بروز قیامت حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا وہ بھی کسی صورت میں ہی ہوگا کیونکہ بے صورتی میں دیدار ممکن ہی

marfat.com

نہیں ۔خدا جانے وہ صورت کیسی ہوگی چونکہ یقینی علم نہیں کہ وہ کس صورت میں جلوہ گر ہو۔

غالبًا اسی لئے زری زر بخت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی

''اے اللہ !اگر تو نے کسی صورت میں ہی دیدار کرانا ہے تو مجھے میرے شیخ (حضرت) بابا فرید (رحمۃ اللہ علیہ) کی صورت ہی میں جلوہ دکھانا''

ابوالحقائق حضرت شیخ سید امانت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ گنج مغل پورہ لاہور میں قیام پذیر تھے، رومیٔ عصر کے لقب سے ملقب اور بہت بڑے وحدۃ الوجودی صوفی تھے۔ہم نے ان کی مجالس میں کافی وقت گذارا ہے۔آج تک ہم نے ان جیسا وحدۃ الوجود کے رنگ میں رنگا ہوا اور محقق صوفی نہیں دیکھا

وہ فرمایا کرتے تھے کہ ''تم وحدۃ الشہودی حضرات کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ صورتوں اور شکلوں سے وراء ہے یہ تو روز قیامت عیاں ہوگا جب وہ کسی صورت میں دیدار کرائے گا تو تم بے صورتی تلاش کرتے رہنا، ہم صورت میں اس کا دیدار کرلیں گے۔ یعنی جب وہ صورت میں ہی آئے گا تو جو حضرات بے صورتی کے طالب ہیں انہیں تو رؤیت ہی نہیں ہوگی اور صورت کے قائلین کو زیارت ہوجائے گی''۔

اس وقت ہم بھی ذہنی طور پر بڑے پریشان رہتے تھے کیونکہ انہوں نے بڑی زبردست گرفت کی تھی لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کی تحقیقات کو پڑھا اور سمجھا تو عقدہ حل ہوگیا۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ، کی تحقیق تک پہنچنا صوفیاء کے لئے بھی مشکل ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ، کی منزہ، بے عیب اور بے کیف ذات کو صورتوں اور کیفیتوں میں کھینچ کرلانے کے بجائے یوں کیوں

marfat.com

نہیں کہتے کہ بندوں کی بشری کدورتیں اتار کر ان کے جسموں کو نور بنا کر دیدار کرایا جائے گا لیکن دیدار پھر بھی بے کیف ہی ہوگا تو خدا تعالیٰ پر تغیر وتبدل کے احکام جاری کرنے کی بجائے بندوں پر ہی تغیر وتبدل کے احکام لاگو کرنے چاہئیں جو پہلے ہی تغیر پذیر ہیں اس لئے متغیر شکلوں اور صورتوں میں خدا تعالیٰ سبحانہ کا دیدار کیونکر ہوسکتا ہے؟...... کیونکہ حق تعالیٰ تغیرات سے پاک ہے۔ جیسا کہ اہل جنت اپنی بیویوں سے کہیں گے اِنَّا جَلَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَيَحِقُّ لَنَا اَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا (ترمذی، الرقم: ۲۵۴۹) سے عیاں ہے۔

اس مقام پر صوفیائے مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچشم سر خدا کا دیدار نہیں ہوا تھا کیونکہ بچشم سر دیدار کیف وجہت کا متقاضی ہے جبکہ حق تعالیٰ جہت وکیف سے پاک ہے۔ ہوا یوں کہ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس اصلی ہیئت میں نہ رہا تھا بلکہ آپ کا سراپا مبارک نورانی آنکھ بن گیا تھا جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا دیدار کیا۔

خدا جانے اس کی کیفیت کیا تھی ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ روز قیامت کچھ دیر کے لئے ہمیں عالم حدوث سے کھینچ کر عالم وجوب کے قریب لے جا کر ایسی قوتِ بصارت عطا کر دی جائے جس سے ہم اللہ تعالیٰ کا بے کیف دیدار کریں اور پھر دوبارہ صورت انسانی میں لوٹا دیا جائے۔ غرضیکہ کیفیتوں، جہتوں، شکلوں اور صورتوں میں خدا تعالیٰ کے دیدار کا قول درست نہیں۔

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات: رَأَيْتُ رَبِّي فِي اَحْسَنِ صُوْرَةٍ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۱۵۸) قابل تاویل ہے، حقیقی معنی نہیں لیا جائے گا بلکہ مرادی معنی لیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کو بڑے اعلیٰ طریقہ سے مشاہدہ فرمایا ہے۔

marfat.com

حدیث رؤیت کی مختلف جہات

ایسے ہی حدیث مبارک ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا ''کیا آپ نے خدا کا دیدار کیا ہے؟'' تو آپ نے ارشادفرمایا نُـوْرٌ اِنّـٰی اَرَاہُ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۶۱) یہ حدیث تین طرح سے محدثین کرام نے پڑھی ہے۔

۱...... نُوْرٌ اِنّیٰ اَرَاہُ یعنی وہ نور ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

۲...... نُوْرَانِیٌّ اَرَاہُ یعنی وہ نورانی ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

۳...... نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ یعنی وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟

تو دو معنی ثابت ہو گئے۔ایک رؤیت اور ایک عدم رؤیت۔

اگر رؤیت ثابت ہے تو وہ رؤیت قلبی ہے رؤیت عینی نہیں یا پھر یہ حدیث مؤول ہے جیسا کہ بعض صوفیائے کرام نے اس کی تاویل بیان فرمائی کہ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کَـا لْـعَیْن ہو کر خدا کا دیدار کیا ہے کیونکہ خدا ایک جہت میں ہو تو سر کی آنکھوں سے کیسے دیکھا جا سکتا ہے اور جب وہ بے جہت ہے تو دیکھنے والا بھی بے جہت ہونا چاہئے۔

رؤیت قلبی

یونہی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے لَا اَعْبُـدُ رَبًّالَمْ اَرَاہُ یعنی میں رب کی عبادت نہیں کرتا جب تک اسے دیکھ نہ لوں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق قول مشہور ہے کہ انہوں نے سو مرتبہ خواب میں خدا کا دیدار کیا۔ (مکتوبات سعیدیہ)

ان سب اقوال سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انوار وتجلیات کے ظلال

marfat.com

کا مشاہدہ ہے جسے رؤیت قلبی کہا جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رؤیت عقل وادراک کے احاطہ سے باہر ہے بلکہ باہر سے بھی باہر ہے اسے نہ اندر کہہ سکتے ہیں نہ باہر۔

اسی مسئلے کی مزید وضاحت حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے یوں فرمائی۔

ہم ایسے خدا کی ہرگز پرستش نہیں کرتے جو شہود کے احاطہ میں آ جائے، جو دیکھا جا سکے، جو معلوم ہو جائے اور وہم وخیال میں سما جائے کیونکہ مشہود، مرئی، معلوم، موہوم اور متخیل، مشاہدہ کرنے والے، دیکھنے والے، عالم، وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کی مانند مصنوع اور مخلوق ہے۔

ع آن لقمہ کہ در دہان نگنجد طلبم

میں اس لقمے کا طالب ہوں جو منہ میں نہیں سما سکتا

سیر وسلوک کا مقصد ہی حجابات کو چاک کرنا ہے خواہ وہ پردے وجوبی ہوں یا امکانی تا کہ وصل عریانی میسر آئے یہ نہیں کہ مطلوب کو اپنی قید میں لائیں اور اپنا شکار بنالیں۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں ‌ ‌ ‌ کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

اٹھا لے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے

لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

marfat.com

دردنیا ایں سر را برخواص الخواص منکشف گردانیدہ اند ہر
دنیا میں اس راز کو خواص الخواص پر منکشف کیا گیا ہے اگرچہ رویت نہیں ہے
چند رؤیت نیست کالرویت است.این دولت عظمٰی است
(لیکن) رویت کی طرح ہے ؎ یہ دولت عظمٰی ہے
کہ بعد از زمان اصحاب رضوان اللّٰہ تعالٰی علیہم اجمعین
جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد کم ہی کوئی اس
کم کسے بایں دولت مستسعد گشتہ است
دولت سے سعادت مند ہوا ہے۔

رؤیت کالرؤیت

؎ اگرچہ حق تعالٰی کے دیدار پر رؤیت کا اطلاق آتا ہے مگر وہ حقیقی رؤیت نہیں بلکہ کالرؤیت ہے یعنی رؤیت کی مانند کوئی بے کیف حقیقت ہوتی ہے جسے نہ سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔اس مسئلہ کی حقیقت کم ہی کسی کو سمجھ آئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد وارث کمالات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی اس حقیقت کو سمجھیں گے۔

رؤیت باری تعالٰی اور خواجہ محمد پارسا قدس سرہ

عمدۃ الابدال قدوۃ الاقطاب حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہُ العزیز اپنی تصنیف لطیف ''تحقیقات'' میں رقمطراز ہیں کہ عامۃ المسلمین جس قدر آخرت میں حق تعالٰی کا دیدار کریں گے، اولیائے کرام یہاں (دنیا میں) اسی قدر شرف دیدار سے مشرف ہیں۔اولیائے کرام آخرت میں جس قدر دیدار کریں گے انبیائے عظام (علیہم

marfat.com

ہر چند این سخن امروز مستبعد می نماید ومقبول اکثرے

اگرچہ یہ بات آج بعید معلوم ہوتی ہے اور اکثر لوگ قبول نہیں کرتے۔

نمی گردد۔ اما اظہار نعمت عظمٰی می نماید۔

لیکن (یہ درویش) نعمت عظمٰی کا اظہار کر رہا ہے

السلام) یہاں اس دنیا میں اسی قدر شرف رؤیت سے بہرہ ور ہیں۔ انبیائے عظام جس قدر روز قیامت رؤیت باری تعالٰی سے لطف اندوز ہوں گے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء اتنا ہی اس دنیا میں دیدار خدا سے بہرہ یاب ہیں۔ فلہذا انبیائے سابقین اور ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم رؤیت اخروی میں برابر نہیں ہوں گے لَایُشَارِکُ فِیْہِ غَیْرُہٗ ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔

جسے جتنی حق تعالٰی کی معرفت حاصل ہوگی اسی کے موافق اسے دیدار میسر ہوگا۔

(حاشیہ عقائد تورپشتی: ۳۵،۳۶)

یاد رہے کہ دنیا میں چشم قلب کے ساتھ حق تعالٰی کی رؤیت اور عدم رؤیت کے متعلق صوفیائے کرام کے دو مؤقف ہیں۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ اپنی تصنیف لطیف ''عوارف المعارف'' میں چشم قلب کے ساتھ رؤیت باری تعالٰی کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں

مَوْضَعُ الْمُشَاهَدَةِ بَصَرًا لُقَلْبِ یعنی محلِ مشاہدہ قلب کی آنکھ ہے۔

جبکہ امام الاصفیاء حضرت شیخ ابو اسحاق کلابادی قدس سرہٗ اپنی تصنیف منیف ''التعرف'' میں عدم رؤیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں

وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّہٗ تَعَالٰی لَایُریٰ فِی الدُّنْیَا بِالْاَبْصَارِ وَلَا بِالْقُلُوْبِ

marfat.com

کوتہ اندیشاں قبول کنند یا نہ۔ وایں نسبت باین

کوتاہ اندیش قبول کریں یا نہ اور یہ نسبت اس خصوصیت کے ساتھ کل حضرت مہدی

خصوصیت فردا درحضرت مہدی ظہور خواہد یافت۔

میں ظہور کرے گی انشاء اللہ تعالیٰ سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی

انشاء اللہ تعالیٰ والسلام علیٰ من اتبع الھدی والتزم متابعة المصطفیٰ

پیروی کی اور اتباع مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لازم جانا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام

صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماته علیه وعلیٰ اله و اصحابه اجمعین

ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل پر اور تمام اصحاب پر۔

اِلَّا مِنْ جِهَةِ الْاِيْقَان یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کو دنیا میں نہ آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی قلوب سے سوائے جہتِ ایقان کے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک راجح قول صاحب تعرف کا ہی ہے۔ چنانچہ آپ اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

اس فقیر کے نزدیک صاحب تعرف کا قول مختار و پسندیدہ ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ قلوب کو اس دنیا میں اس حضرت جل سلطانہ کی رؤیت کیلئے سوائے یقین کے اور کچھ نصیب نہیں ہے جس کو آپ رؤیت کہہ لیں یا مشاہدہ اور جب قلب کو (اس دنیا میں) رؤیت حاصل نہیں ہوئی تو آنکھوں کو کیا حاصل ہوگی۔ کیونکہ وہ (آنکھیں) اس دنیا میں اس معاملہ (مشاہدۂ حق) میں بیکار و معطل ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۹۰)

رؤیت باری تعالیٰ کا راز اخص الخواص پر منکشف ہوا ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ رؤیت باری تعالیٰ کا

marfat.com

راز اخص الخواص پر منکشف ہوا ہے اور اس دولت قصویٰ اور سعادت عظمیٰ سے کم لوگ ہی بہرہ اندوز ہوئے ہیں۔ نیز یہ مسئلہ (رؤیت باری تعالیٰ) علمی و تحقیقی طور پر ہی نہیں بلکہ بذریعہ کشف اس کی حقیقت عیاں کی گئی ہے اور اس امر پر بھی آگاہی بخشی گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرب قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر یہ دولت عظمیٰ کھل کر آشکار ہوگی۔

زیر نظر منہا میں بیان کردہ علوم و معارف سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اس نعمت سے نوازا ہے کیونکہ کسی نادر و نایاب شے کے متعلق وہی کلام کرسکتا ہے جسے اس سے حظِ وافر نصیب ہو۔ والحمدللّٰه علی ذالك

⊙ ...... یہ ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے افراط وتفریط سے پاک، مبنی برانصاف، عقائد ونظریات جو کتاب وسنت کی روشنی میں علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے عین موافق ہیں جن سے دل ودماغ روشن ہوجاتے ہیں۔ والحمدللّٰه علی ذالك

marfat.com

منہا - ۱۰

چوں طالبے پیش شیخے بیاید ، باید کہ شیخ او را اول

جب کوئی طالب کسی شیخ کے حضور حاضر ہو[۱] چاہئے کہ شیخ اس کو اولاً

استخارہ فرماید ۔ از سہ استخارہ تا ہفت استخارہ تکرار نماید

استخارہ[۲] کا حکم فرمائے ، تین استخارہ سے لے کر سات استخارہ کی تکرار کروائے۔

[۱] جب کوئی طالبِ مولا کسی شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بیعت میں شمولیت کا ارادہ ظاہر کرے تو شیخ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اسے استخارہ کرنے کا حکم ارشاد فرمائے۔

استخارہ کی شرعی حیثیت

[۲] استخارہ کا لغوی معنیٰ ''طلب خیر'' ہے یعنی کسی کام کی اچھائی یا برائی کے متعلق اللہ تعالیٰ سے مشورہ طلب کرنا استخارہ کہلاتا ہے۔

حدیث پاک میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے ۔ چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے۔

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ اِسْتِخَارَتُہٗ اِلَى اللّٰہِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُہٗ اِسْتِخَارَةُ اللّٰہِ (المستدرک للحاکم: ۱۹۰۳)

یعنی ابن آدم کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ حق تعالیٰ سے استخارہ (طلب خیر)

marfat.com

کرتا ہے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ استخارہ ترک کر دے۔

استخارہ کا مسنون طریقہ

رات کو سونے سے پہلے یا کسی بھی وقت دو رکعت نماز نفل استخارہ کی نیت سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص (یا جو کچھ یاد ہو) پڑھے، نفل ادا کرنے کے بعد دلجمعی سے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (یہاں اس کام کا نام لے جس کیلئے استخارہ کر رہا ہے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ (یہاں بھی اس کام کا خیال کرے یا نام لے) شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ (صحیح بخاری ۱/۱۵۵)

اس کے بعد پاک بستر پر خالی الذہن ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے جب سو کر اٹھے تو اس وقت جو بات مضبوطی کے ساتھ دل میں آئے وہی بہتر ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ کا مشورہ سمجھے۔ اگر ایک رات یا دن میں کچھ پتہ نہ چلے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے۔ اسی طرح سات رات یا دن تک کرتا رہے ان شآء اللّٰہ کام کی اچھائی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔

استخارہ کے بعد نیند کرنا ضروری نہیں نیز خواب میں کسی چیز کا نظر آنا یا کسی آواز کا

marfat.com

سننا بھی شرط نہیں اگر ایسا ہو جائے تو مضائقہ بھی نہیں۔

استخارہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اپنے دل کی طرف دھیان کرنا چاہیے اگر دل میں کوئی پختہ ارادہ جم جائے یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی بابت از خود رجحان بدل جائے تو اسی کو استخارہ کا نتیجہ سمجھنا چاہئے اور طبیعت کے غالب رجحان پر عمل کرنا چاہئے۔

جن بڑے اعمال وافعال سے شریعت مطہرہ نے روکا ہے، ان کے لئے استخارہ کرنا گناہ ہے بعض بزرگ، لوگوں کو استخارہ کا طریقہ یوں بتاتے ہیں کہ فلاں وظیفہ پڑھ کر سو جانا، خواب میں خود بخود پتہ چل جائے گا یا فلاں فلاں سورتیں پڑھنا کوئی غیبی آدمی حقیقت حال سے آگاہ کر جائے گا، یہ استخارہ مباح کے درجے تک جائز تو ہوسکتا ہے مگر استخارہ مسنونہ نہیں۔

بعض لوگوں کی قوتِ درّاکہ اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ وہ کیفیات و واردات اور مکشوفات کے درمیان امتیاز کرنا تو درکنار رہا وہ کیفیات کو محسوس ہی نہیں کر سکتے۔ بعض لوگ قوت ارادی کی کمزوری کی وجہ سے خود فیصلہ نہیں کر پاتے۔ یہ سب کچھ ان کی غفلت، بے توجہی اور مزاج کی کثافت کی علامات ہیں، اس قسم کے بے ڈھنگے مزاج اور کثیف طبع افراد کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ استخارہ کی کوئی حقیقت نہیں یہ سب دھوکا ہے، ہم نے بڑے وظیفے پڑھے اور استخارے کئے ہیں، ہمیں تو کچھ پتہ نہیں چلا معاذ اللہ! دراصل اس قسم کی ثقیل گفتگو بھی ان کے کثیف مزاج اور کور ذوق ہونے کی علامت ہے۔

بقول اقبال مرحوم

ع گلہ ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے

اگر رجحانِ طبع کا علم بھی نہ ہو سکے، نہ کوئی آواز آئے، نہ کوئی خواب آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ استخارہ ہو گیا ہے، مطلع کر دیا گیا ہے کہ تمہاری مرضی ہے یہ کام کرلو پھر

marfat.com

بھی ٹھیک ہے نہ کرو پھر بھی ٹھیک ہے، دونوں طرف خیر ہی ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص شرف بیعت کیلئے حاضر ہوتو اسے استخارہ کا مشورہ کیوں دیا جاتا ہے؟ حالانکہ لَااِسْتِخَارَۃَ فِی الْخَیْرِ کے مصداق بیعت بذات خودامر خیر ہے۔

جواب: مشائخ طریقت کا طالبوں کواستخارہ کاحکم یامشورہ دینے کی چند وجوہات ہوتی ہیں۔

⊙ ......استخارہ چونکہ سنت ہے اس لئے اس کا مشورہ دیا جاتا ہے تاکہ سنت پرعمل ہو جائے جو باعثِ برکت ہے۔

⊙ ......مشائخ عظام عجز وانکسار کی بنا پر یہ کہہ کرٹال دیتے ہیں کہ میں تواس قابل نہیں مجھ سےکوئی اچھا شیخ تلاش کرلو جوتمہیں واصل بحق کردے۔

⊙ ......استخارہ کا مشورہ اس لئے بھی مشائخ دے دیتے ہیں تاکہ طالب کو کسی قسم کا پچھتاوا نہ رہے اور بعد میں وہ کف افسوس نہ ملتا رہے تاکہ دورانِ استخارہ معاملہ بالکل واضح ہوجائے اوراسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ میرا فیض انہیں شیخ کے پاس ہے۔

⊙ ......لوگوں کے عقیدے کمزوراور ہمتیں ماند پڑگئی ہیں اس قسم کے لوگ کل بھی تھےاور آج بھی ہیں۔ایک دن کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو دوسرے دن کسی دوسرے شیخ کو جبہ ودستار میں ملبوس دیکھا،سفید ریش اور چہرے کی سرخ وسفید رنگت دیکھی،اردگرد مریدین کا اژدہام دیکھا تو سوچنے لگ گئے کہ میں تو ویسے ہی ان کے پاس پھنس گیاہوں ،مجھے تو یہاں بیعت ہوناچاہئے تھا۔اس لئے مشائخ کرام اس قسم کے متذبذب لوگوں کواستخارہ کامشورہ دےکرٹال دیتے ہیں۔

⊙ ......بعض لوگ کبھی کسی شیخ سے کوئی وظیفہ پوچھتے ہیں،کبھی کسی دوسرے شیخ سے ورد پوچھتے ہیں ،اس لئے مشائخ عظام اپنا وقت اور ہمت اس قسم کے لوگوں پرضائع نہیں کرتے بایں وجہ انہیں آزمانے کی خاطر استخارہ کامشورہ دے دیتے ہیں تاکہ اگر وہ

marfat.com

متذبذب ہوا تو ہمارے پاس آئے گا ہی نہیں۔

⊙ ...... بارہا یہ بات تجربے میں آئی ہے کہ جب کسی کو کہا جائے کہ کل آنا ہم تجھے داخلِ بیعت کرلیں گے تو وہ آتا ہی نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یقین لے کر آیا ہی نہیں تھا۔ اس لئے بزرگانِ دین استخارہ کا مشورہ دیتے ہیں۔

⊙ ...... بارہا سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے بڑے کاملین کے مرید ناقص پیروں کے ہاتھ پر بیعت ہوجاتے ہیں جب اس کی وجہ دریافت کی جائے تو الزام دھر دیتے ہیں کہ ہمیں وہاں کچھ نظر ہی نہیں آیا حالانکہ انہیں کیا علم کہ فیض کس چیز کا نام ہے اور ولایت کسے کہتے ہیں؟ یوں یہ لوگ سلاسل طریقت کو بدنام کرتے اور ان کی توہین کا باعث بنتے ہیں۔ اس قسم کے مرید قابل مذمت ہوتے ہیں اس لئے مشائخ ان کو چند دن کی مہلت دیتے ہیں تاکہ اگر بدلنا ہے تو بدل جائے، اسی بنا پر انہیں استخارہ کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ (واللّٰہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

سوال: موجودہ دور کے مشائخ طالبوں کو استخارہ کا مشورہ نہیں دیتے فوراً بیعت کرلیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: دورِ حاضر کے مشائخ کا طالبوں کو استخارہ کا حکم نہ دینے کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

⊙ ...... اس کی بنیادی وجہ زمانے کا تغیر اور حالات حاضرہ کی تبدیلی ہے۔

⊙ ...... گمراہ اور بے دین لوگ درویشی کا لبادہ اوڑھ کر مسند مشیخیت پر براجمان ہوگئے ہیں اور بیعت کا سلسلہ شروع کردیا ہے۔ عوام کالانعام بیچارے حقیقت حال سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے مشائخ کرام طالبوں کو استخارے کا حکم نہیں دیتے اور بیعت میں لے لیتے ہیں۔

⊙ ...... استخارہ کے لئے مہلت دینے میں ممکن ہے کہ طالب زیادہ متذبذب ہوجائے۔

marfat.com

⊙ ...... دور حاضر فتنہ وفساد اور الحاد و بدعقیدگی کا دور ہے، ممکن ہے کہ طالب کسی بدعقیدہ گندم نما جوفروش پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے گمراہ کن عقائد کو قبول کر لے اس لئے متاخرین مشائخ عظام اس کا ایمان بچانے کیلئے اسے فوراً بیعت کر لیتے ہیں تاکہ اس کا عقیدہ وایمان محفوظ ہو جائے اور وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم رہے۔

⊙ ...... یاد رہے کہ بایں ہمہ پھر بھی استخارہ کرانے کی گنجائش موجود ہوتی ہے کیونکہ شیخ کو ظاہری اطلاعات و معلومات کے مطابق اطلاع ہوتی ہے یا باطنی طور پر مطلع کر دیا جاتا ہے کہ یہ متذبذب شخص ہے۔

⊙ ...... ظاہری صورت حال سے علم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جلبِ منفعت اور دنیوی مقاصد کیلئے بیعت ہونا چاہتا ہے، اس کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ شیخ کے باا‌ثر شخصیت ہونے کی وجہ سے مشکل وقت پر سفارش کروالیں گے...... شیخ کے ذریعے مالی زبوں حالی کا مداوا ہو جایا کرے گا...... شیخ باعزت شخصیت اور اچھی شہرت کے حامل ہیں ان کے قرب کی وجہ سے عزت ملے گی ...... بے روزگاری کے ایام میں شیخ کے لنگر خانہ سے دو وقت کا کھانا مل جایا کرے گا...... کارخانہ اور کاروبار کی خیر و برکت اور حفاظت و وسعت کے لئے دم درود، وظیفے اور تعویذات لے لیں گے۔

marfat.com

بعداز استخارہا اگر تذبذبے در طالب پیدا نہ شد، شروع

استخاروں کے بعد اگر طالب[۳] میں تذبذب پیدا نہ ہو اس کی

در کار او نماید۔

کار (تربیت) شروع کر دے۔

مریدین کی اقسام

۳ ہمارے تجزیے کے مطابق ۹۵ فیصد لوگ محض دنیاوی مقاصد کے حصول کیلئے بیعت ہوتے ہیں، باقی ۵ فیصد میں سے بمشکل ۲ فیصد لوگ محض طلب خدا کیلئے بیعت ہوتے ہیں، جن کے قلوب میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجزن ہوتی ہے اور وہ اس لئے بیعت کرتے ہیں کہ اس شیخ کے ذریعے ہمیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو جائے بس اور کچھ نہیں چاہئے۔

تین فیصد لوگ رسمی مرید ہوتے ہیں جن کے دلوں میں نہ خدا کی طلب ہوتی ہے اور نہ کوئی دنیاوی مفاد پیش نظر ہوتا ہے، وہ محض اس لئے بیعت کرتے ہیں کہ اگر کسی نے پوچھا تو ہم جواباً کہیں گے کہ ہم بھی فلاں سلسلہ میں بیعت ہیں۔ اس قسم کے لوگ محض بزرگوں کا طریقہ سمجھ کر بیعت ہوتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ بیعت کے بعد نہ تقویٰ اختیار کرتے ہیں نہ محنتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اور نہ ہی عملی طور پر اس کیلئے تیار ہوتے ہیں۔

گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مریدین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ خرافاتی مرید ۲۔ رسمی مرید ۳۔ حقیقی مرید

ہمارے تجزیے کے مطابق ۹۵ فیصد خرافاتی مرید ہوتے ہیں۔ تین فیصد رسمی مرید ہوتے ہیں اور بمشکل دو فیصد حقیقی مرید ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

marfat.com

مشائخ طریقت خرافاتی اور رسمی مریدوں کو اس لئے داخل بیعت کر کے شامل طریقت کر لیتے ہیں تاکہ وہ محافل ذکروفکر، مجالسِ اعراس ودروس میں حاضر ہوتے رہیں۔ ہماری صحبت اختیار کرلیں، شاید قسمت یاوری کرے اور ان کی تقدیر بدل جائے۔ اخلاص اور للّٰہیت کا جذبہ پیدا ہو، رسم اور اسم سے گذر کر حقیقت تک پہنچ جائیں صدق نیت اور حقیقت توبہ میسر آجائے اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو جائے۔ (اللھم ارزقنا ایاھا)

یادرہے کہ اہل اللہ خرافاتی اور رسمی مریدوں کو اس لئے بھی بیعت کر لیتے ہیں کہ کہیں ہمارے انکار کی وجہ سے ان کی دل شکنی نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے کہ میرا بندہ تمہارے پاس آیا تھا، گناہگار اور بدنیت ہی سہی تم نے انکار کیوں کیا؟ اس لئے مشائخ عظام اس ڈر سے بھی شامل طریقت کر لیتے ہیں کہ ہم نے نیکی ہی بتانی ہے، بتائے دیتے ہیں۔

marfat.com

اول اورا بطریق توبہ تعلیم دہد، و دو رکعت نماز توبہ گزاردن

پہلے اس کو توبہ کے طریقہ کی تعلیم دے اور دو رکعت نماز توبہ ادا کرنے

فرماید، کہ بے حصول توبہ دریں راہ قدم زدن سود مند نیست

کا حکم فرمائے کیونکہ حصول توبہ کے بغیر اس راہ میں قدم رکھنا سود مند نہیں ہے۔

اما باید کہ در حصول توبہ بقدر اجمال اکتفا نماید

مگر چاہئے کہ حصول توبہ بہ قدر اجمال پر اکتفا کرے اور اس کی تفصیل کو آئندہ ایام

وتفصیل آنرا بمرور ایام حوالہ کند ۔ کہ ہمم درین اوان

کے حوالے کر دے کیونکہ ہمتیں اس زمانہ میں بہت پست ہیں

بسیار قاصر اند ۔ اگر اول تکلیف تحصیل تفصیل توبہ

اگر پہلے ہی تفصیلی توبہ کی تحصیل کی تکلیف دی گئی لازماً اس کے

کردہ شود ناچار حصول آں مدتے طلبد

حصول میں ایک مدت چاہئے۔

توبہ

توبہ کا لغوی معنیٰ ''رجوع کرنا'' ہے۔ شریعتِ مطہرہ میں مذموم کاموں سے لوٹ کر محمود کاموں کی طرف آجانے کا نام توبہ ہے۔ طالبانِ طریقت کے لئے جس طرح پہلا درجہ طہارت ہے ایسے ہی سالکانِ راہ حقیقت کیلئے پہلا مقام توبہ ہے۔

مشائخ عظام اور علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔ توبہ کے وجوب پر کتاب وسنت اور اجماع امت کے واضح دلائل موجود ہیں۔

marfat.com

شاید دریں مدت فتورے درطلب او رود، واز مطلب باز

شاید اس مدت کے دوران اس کی طلب میں کوئی فتور واقع ہو جائے اور

ماند، بلکه توبه را ہم سرانجام نه دہد۔ بعدازاں طریقے که

اصل مقصد سے رہ جائے بلکہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے سکے اس کے بعد جو

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَتُوبُوْآ اِلَى اللّٰهِ جَمِيعاً اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(النور۲۴:۳۱)

اے مومنو! اللہ تعالیٰ کے حضور تم سب توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

بلکہ توبہ سے قبل استغفار حکم ربانی اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے ثابت ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَيْهِ (ہود۱۱: ۵۲) (اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو) اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِى الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۸۳۲) (قسم بخدا! میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں) سے عیاں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (البقرہ۲:۲۲۲) اور حدیث پاک میں ہے مَامِنْ شَىْءٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ شَابٍ تَائِبٍ (لباب الحدیث للسوطی جز ۱: ۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے نوجوان سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبریست
وقتِ پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

marfat.com

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توبہ کی علامت دریافت کی تو ارشاد فرمایا: ندامت و پشیمانی۔ ایک مقام پر یوں فرمایا اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۲۴۲) یعنی فعل بد سے ندامت توبہ ہے۔

قدوۂ اہلِ طریقت، کاشفِ اسرار حقیقت حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش قدس سرہٗ رقمطراز ہیں کہ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ ایسا فرمان ہے جس میں توبہ کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں کیونکہ توبہ کی پہلی شرط احکام الٰہیہ کی مخالفت پر افسوس کرنا ہے...... دوسری شرط لغزش اور زلت کو فوراً چھوڑ دینا ہے...... تیسری شرط معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا قصد کرنا ہے۔ یہ تینوں شرطیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں کیونکہ جب دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے تو بقیہ دو شرطیں خود بخود اس کے ساتھ آ جاتی ہیں۔

جس طرح توبہ کی تین شرطیں ہیں ایسے ہی ندامت کے تین اسباب ہیں۔

۱...... عقوبت کا خوف دل پر چھا جانا اور افعالِ بد پر دل میں اندوہ وغم کا پیدا ہونا۔

۲...... جب نعمت کی خواہش قلب پر مستولی ہو جائے اور اس بات کا علم ہو جائے کہ فعل بد اور نافرمانی کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہے گا تو اس پر پشیمان ہونا۔

۳...... روز قیامت خدا تعالیٰ اور تمام مخلوق کے سامنے اپنی بے نقابی کے تصور سے خائف ہو کر برے افعال پر نادم ہونا۔

ان میں سے پہلے کو تائب، دوسرے کو منیب اور تیسرے کو اوّاب کہتے ہیں۔ پس توبہ کبیرہ گناہوں سے اعمال صالحہ کو بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں رجوع کرنا ہے...... انابت صغیرہ گناہوں سے حق تعالیٰ کی محبت کے باعث رجوع کرنا ہے...... اوبت اپنی ذات کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ریاض الصالحین میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر گناہ کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اس کیلئے توبہ کی تین شرطیں ہیں۔

marfat.com

۱...... گناہ سے رک جائے

۲...... گناہ پر شرمندہ ہو

۳...... پھر اس گناہ کے اعادہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے

اگر ان شرائط میں ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ کی چار شرطیں ہیں۔ تین شرطیں تو وہی مذکورہ بالا ہیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق ادا کردے۔ اگر کسی کا مال لیا تھا تو وہ اسے لوٹا دے اور اگر کسی پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اسے حد نافذ کرنے پر قادر کرے یا اس سے معافی مانگ لے اور اگر کسی کی غیبت کی تھی تو اس سے معافی مانگے۔

توبہ کی دو قسمیں

اہل طریقت نے توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

حقیقت توبہ اور صورت توبہ

صورتِ توبہ یہ ہے کہ فقط زبان سے توبہ توبہ کرتا رہے، توبہ کی شرائط کو پورا نہ کرے۔

جبکہ حقیقت توبہ یہ ہے کہ بندہ ممنوعہ افعال کے ارتکاب سے محض اللہ تعالیٰ کے خوف کی بنا پر باز آ جائے، اس قسم کی توبہ کو توبۃ النصوح فرمایا گیا ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَا التَّوْبَةُ النَّصُوْحُ اے جانِ عالم! توبہ نصوح کس کو کہتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: اَنْ يَّنْدَمَ الْعَبْدُ عَلَى الذَّنْبِ الَّذِىْ اَصَابَ فَيَعْتَذِرُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ لَايَعُوْدُ اِلَيْهِ كَمَا لَا يَعُوْدُ اللَّبَنُ اِلَى الضَّرْعِ

(تفسیر روح المعانی جز ۲۱،۲۸:۱۰۴)

marfat.com

یعنی جو گناہ بندے سے سرزد ہو اس پر شرمسار ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت طلب کرے، جس طرح دودھ کھیری میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتا پھر اس سے یہ گناہ صادر نہ ہو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں آیا اور کہنے لگا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ وَ كَبَّرَ اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں پھر اس نے تکبیر تحریمہ کہی اور نماز پڑھنے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِنَّ سُرْعَةَ اللِّسَانِ بِالْاِسْتِغْفَارِ تَوْبَةُ الْكَذَّابِيْنَ وَتَوْبَتُكَ تَحْتَاجُ اِلَى التَّوْبَةِ (تفسیر روح المعانی جزء۱۸: ۲۶۸) یعنی زبان سے تیز تیز توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے یہ ایسی توبہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس نے عرض کیا اے امیر المومنین توبہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس توبہ میں چھ باتیں پائی جائیں وہ سچوں کی توبہ ہوتی ہے۔

۱...... گذشتہ گناہوں پر ندامت

۲...... فوت شدہ فرائض کی قضا

۳...... غصب شدہ مال کی واپسی

۴...... جس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا ہے اس سے طلب معذرت

۵...... آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم

۶...... جس طرح پہلے تو نے اپنے نفس کو گناہوں کی مٹھاس چکھائی ہے، اسی طرح اسے فرمانبرداری کی تلخی چکھانا۔

جو شخص توبہ کی مذکورہ بالا شرائط اور آداب کو بجالاتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۴۰) سے عیاں ہے۔

marfat.com

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے یہاں اجمال و تفصیل کے اعتبار سے توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

تفصیلی توبہ اور اجمالی توبہ

اجمالی توبہ

یہ ہے کہ بندہ ہر قسم کے کبیرہ و صغیرہ گذشتہ گناہوں سے باز رہنے کا وعدہ کرے۔ اور آئندہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرے۔

بعض لوگ شیخ کامل مکمل کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے باوجود فیض سے محروم رہتے ہیں اس کی چند وجوہات ہیں۔

۱...... ان کی حقیقت توبہ تک رسائی نہیں ہوتی

۲...... ان کی طلب صادق نہیں ہوتی

۳...... وہ غافل مزاج ہوتے ہیں

۴...... حقیقت اخلاص سے یکسر خالی ہوتے ہیں

۵...... کم کوش اور دوں ہمت ہوتے ہیں

۶...... اپنی طریقت اور مشائخ عظام کے ساتھ والہانہ لگاؤ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی مذکورہ بالا وجوہات و نقائص کو دور کیے بغیر شیخ کی خدمت میں بر بنائے جہالت و حماقت بار بار توجہ اور فیض کیلئے عرض بھی کرتا رہے اسے فیض نصیب نہیں ہوتا۔ وہ خوش نصیب سالکین جو شیخ کامل مکمل سے اکتسابِ فیض کی سعادت سے بہرور ہوتے ہیں، اس کی بھی چند وجوہات ہیں۔

- ...... جب شیخ مرید کی اپنے ساتھ محبت و وارفتگی دیکھتا ہے
- ...... مرید صحبت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے
- ...... اللہ تعالیٰ کے حضور آہ و زاری کرتا ہے

marfat.com

⊙ ...... جب شیخ مرید کے اضطراب والتہاب اور سچی تڑپ کو دیکھتا ہے

⊙ ...... مرید کی طلب صادق ہوتی ہے

⊙ ...... شیخ نگاہ ولایت سے مرید کے حق میں فضل وفتوحات کے دروازے کھلتے ہوئے دیکھتا ہے

⊙ ...... بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کے بارے میں شفقت اور نگاہ عنایت کا مشاہدہ کرتا ہے

⊙ ...... مرید اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بجالاتا اور ان کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے

⊙ ...... مرید کی محنت اور اخلاص کو دیکھتا ہے

⊙ ...... مرید کی ادائے وفا کو دیکھتا ہے

تو قدرتی طور پر خود بخود شیخ کے سینے میں فیض جوش مارتا ہے تو اسے شیخ توجہ ودعا سے نواز دیتا ہے۔ بقول شاعر

یہ ہیں اللہ والے یہ دیتے ہیں سب کچھ
مگر چاہیے ان سے لینے کا ڈھب کچھ
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ
فقیروں کی جھولی میں ہے اب بھی سب کچھ

اگر شیخ ازراہ بندہ نوازی دوں ہمت، بے شوق اور طلبِ صادق سے محروم مریدوں کو فیض عطا بھی فرمادے تو اس قسم کے مرید کا فیض چغلی، غیبت، حسد، بغض، عناد، فتنہ وفساد اور لقمۂ حرام وغیرہا کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ چونکہ مشائخ نے عطائے فیض میں فیاضی کا حشر دیکھا ہوتا ہے اس لئے وہ بے نیاز اور اذنِ الٰہی کے منتظر رہتے ہیں۔

marfat.com

یاد رہے کہ شیخ طالب کو پہلے اجمالی توبہ کی تلقین کرے یہ محض تعلیم توبہ کا آغاز ہے۔توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کے دل میں یقین کے درجے تک یہ بات سما جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی مجھے جہنم میں لے جائے گی لہٰذا آئندہ میں کوئی گناہ نہیں کروں گا بلکہ جتنے گناہ پہلے ہو چکے ہیں،خواہ وہ از قبیل حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد،انہیں ادا کرے گا محض زبان سے توبہ توبہ کر لینا یا دو نفل پڑھنے سے حقیقتِ توبہ میسر نہیں آتی۔ واللہ الموفق

تفصیلی توبہ

یہ ہے کہ بندۂ مومن حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اعتراف عجز کے ساتھ ادا کرے...... زندگی میں جتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں اس کے حساب سے ادا کرے...... جتنے روزے کسی عذر کی وجہ سے نہیں رکھ سکا ان کی قضا کرے...... جتنے روزے توڑے ہیں ان کا کفارہ ادا کرے......غرضیکہ جتنے فرائض اور واجبات رہ گئے ہوں انہیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے ......صاحب نصاب واستطاعت ہوتے ہوئے جتنی قربانیاں اور صدقات فطرانہ چھوٹے ہیں انہیں ادا کرے ......صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ ادا نہیں کی اسے ادا کرے......اگر زمیندار ہے تو شرعی لحاظ سے عشر ادا کرے......حقوق العباد میں سے اگر کسی کا قرضہ واپس نہیں کر سکا تو قرض لوٹائے ......اگر کسی ہمسایہ، دوست یا رشتے دار کا مال غصب کیا ہے اسے واپس کرے ......اگر کسی کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہے اسے لوٹائے ......اگر کسی کا حق ضائع کیا ہے یا تلف کیا ہے اس سے معاف کروائے بصورت دیگر اسے ادا کرے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بعض بزرگوں کا قول تحریر فرمایا ہے کہ ایک رتی چاندی (جو غلط طریقہ سے حاصل کی گئی ہو) اس کا واپس کر دینا چھ سو مقبول حجوں سے افضل ہے۔رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا

marfat.com

لَنَکُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِینَ (الاعراف ۷:۲۳)(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب:۶۶)

یادر ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں کہ اگر حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوئی کمی بیشی ہوئی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل سے معاف فرما دے گا کیونکہ وہ غنی مطلق اور ارحم الراحمین ہے جبکہ بندہ فقیر محتاج اور فطرۃً بخیل ہے۔ اس لئے حقوق العباد کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:۷۶)

ورنہ کل قیامت کے روز اس کا حساب دینا پڑے گا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے۔

اَتَدْرُونَ مَاالْمُفلِسُ قَالُوا الْمُفلِسُ فِینَا مَنْ لَا دِرْھَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ (صلی اللہ علیہ وسلم) اِنَّ الْمُفلِسَ مِنْ اُمَّتِی مَنْ یَّأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِیَامٍ وَزَکٰوةٍ وَیَأْتِیْ قَدْشَتَمَ ھٰذَا وَقَذَفَ ھٰذَا وَاَکَلَ مَالَ ھٰذَا وَسَفَكَ دَمَ ھٰذَا وَضَرَبَ ھٰذَا فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ یُّقْضٰی مَاعَلَیْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ (مسلم ۲/۳۲۰رقم الحدیث:۴۶۷۸)

ترجمہ: یعنی کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ حاضرین نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے، جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان۔تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میری امت میں مفلس وہ ہے جو روز قیامت نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔پس ہر ایک حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے اس کے حق کے برابر نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر حقداروں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال

marfat.com

دیئے جائیں گے پھر اس کو نار جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ سبحانہ)

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہیں کرتا کوئی پیر فقیر خواہ زمانے کا غوث ہی کیوں نہ ہو، اسے منازل سلوک طے نہیں کروا سکتا۔ اسے کبھی بھی روحانی ارتقا نصیب نہیں ہوسکتا، وہ جہالت اور مذلت کے گڑھوں میں پڑا رہے گا اسے خدا اور مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کا قرب کبھی میسر نہیں ہوسکتا۔ بالفرض ایسا شخص اگر شیخ بھی بن جائے وہ سب دجل وفریب ہے، اسے حقیقتِ مشیخیت نہیں ملی۔ وہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں قابل گرفت ہوگا، اس کی اپنی نجات مشکل ہے، وہ دوسروں کی نجات کا ذریعہ کیسے بنے گا؟

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالٰی کا فضل وتوفیق شامل حال نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم معاون نہ ہو، اپنے مشائخ اور والدین کی دعائیں اور اپنی التجائیں نہ ہوں، گناہوں پر نادم نہ ہو بخشش کا معاملہ نہایت مشکل ہے اور اگر یہ سب کچھ ممد ومعاون ثابت ہوں تو اسے محض اللہ کا فضل ہی سمجھنا چاہئے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں (چار صدیاں قبل) سالکین بھی کم کوش اور دوں ہمت ہیں، اس لئے انہیں تفصیلی توبہ میں مشغول کرنا حکمت کے خلاف ہے ورنہ سالک کی طلب میں فتور آنے سے وہ اصل مقصد سے ہی محروم رہ جائے گا اگر اسے ابتداء ہی میں تفصیلی توبہ کی تلقین کی گئی جس کے لئے ایک طویل عرصہ درکار رہے۔ تو وہ ایسی توبہ سے بھی توبہ توبہ کر اٹھے گا۔

آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

شیخ کو چاہیے کہ سالک کو اپنے حلقہء بیعت میں شامل کرنے کے بعد اجمالی طریق توبہ کی نصیحت کرے اور اس کی باطنی استعداد کے مطابق ذکر وفکر کی تعلیم دے۔

marfat.com

مناسبِ استعدادِ طالب است تعلیم نماید ، وذکرے که

طریقہ طالب کی استعداد کے مناسب ہے۔ (اس کی) تعلیم دے اور ایسا ذکر جو اس

ملایم قابلیتِ اوست تلقین فرماید۔

کی قابلیت کے مناسب ہے تلقین فرمائے ۵

باطنی تربیت کے مختلف طرق

۵ چونکہ راہ سلوک طے کرنے کے متعدد طریقے ہیں اور لوگوں کی روحانی ہمتیں، ذوق اور باطنی استعدادیں بھی متفاوت ہیں اس لئے ہر ایک کی استعداد کے مطابق ذکر تلقین کرنا چاہئے۔ کیونکہ کچھ لوگ کور باطن، کچھ متوسط اور کچھ راہ سلوک طے کرنے کیلئے نہایت مستعد اور بلند ہمت ہوتے ہیں اس لئے سب کو ایک جیسا ذکر تعلیم و تلقین نہیں کرنا چاہئے۔

- ...... کسی سالک کو اس کی باطنی استعداد کے مطابق تصور شیخ کی نصیحت کرنی چاہئے
- ...... کسی کو باطنی استعداد کے موافق ذکر اسم ذات کا سبق دینا چاہئے
- ...... کسی کو پاس انفاس کی تعلیم دینا چاہئے
- ...... کسی کو ذکر قلبی کا مشورہ دینا چاہئے
- ...... کسی کو عبادات فرضیہ و نافلہ کی تلقین کرنی چاہئے
- ...... کسی کو دلائل الخیرات اور درود خضری وغیر ہا پر کاربند رہنے کا حکم دینا چاہئے
- ...... کسی کو نفی اثبات کا ذکر بتا دینا چاہئے
- ...... کسی کو استغفار اور تلاوتِ قرآن بتانا چاہئے
- ...... کسی کو صرف خیال کے ساتھ ذکر کی تعلیم دینا چاہئے

marfat.com

غرضیکہ جیسی سالک کی باطنی صلاحیت اور روحانی استعداد ہو اس کے مطابق اسے ذکر و فکر اوراد و وظائف کی تجویز دینا چاہئے۔

یاد رہے کہ ایسا وہی شیخ طریقت کر سکتا ہے جس نے خود سلوک طے کیا ہو...... عروجی منازل اور نزولی مراتب سے مکمل طور پر آگاہ ہو...... راہ سلوک کی مشکل گھاٹیوں اور منزلوں سے پوری طرح واقف ہو...... یہ شیخ ناقص کے بس کا روگ نہیں۔

جانشین امام ربانی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز) نے اگرچہ اپنے کسی رسالہ (مبداء و معاد زیر نظر منہا) میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ سکھائے جو اس کے حال کے مناسب اور اس کی استعداد و قابلیت کے لائق ہو......لیکن آخری زمانہ میں ان کا طریقہ تمام طالبین کے لئے اسم ذات کی تعلیم کو مقدم کرنا تھا۔ ان کی صلاحیتوں کے متفاوت ہونے کے باوجود ان میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے (الا ماشاء اللّٰہ تعالیٰ) اور اس میں راز یہ تھا کہ آپ کے ابتدائے حال میں آپ کی سیر اطوارِ ولایت میں تھی اس لئے کہ ولایت کا کمال جذبہ و سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ دونوں ولایت کے دو رکن ہیں۔ ولایت ان دونوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی۔ پس کمالِ ولایت میں شیخ کیلئے ضروری ہے کہ مرید کے حال کا لحاظ رکھے اور اس کو اس کی استعداد کے مطابق مناسب طریقہ سکھائے اور جو طریقہ اس کی استعداد کے خلاف ہو وہ نہ سکھائے اس کیلئے سلوک کو آسان کرے تاکہ اس کے کام میں خلل نہ پڑے۔ مثلاً جب کسی کی استعداد جذبہ کے مناسب ہو تو اس کو وہ طریقہ سکھائے جو جذبہ کے مناسب ہو اور اگر وہ اس کو ایسا طریقہ سکھائے گا جو سلوک کے مناسب ہوگا تو سالک کے کام میں خلل واقع ہوگا اور دیر لگے گی یا سلوک میں دشواری پیش آئے گی اور شیخ و سالک (دونوں) کو اس (سالک

marfat.com

کے) امر کی اصلاح میں مشقت اٹھانا پڑے گی اور جب (حضرت عالی) قدسنا اللّٰہ تعالٰی بسرہٖ نے اطوار ولایت سے ترقی فرمائی اور تبعیت و وراثت کے ذریعہ کمالات نبوت تک پہنچے تو وہ جذبہ وسلوک کے دائرہ سے نکل گئے۔ کیونکہ کمالات نبوت ان دونوں (جذبہ وسلوک) سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان دونوں سے بالا ہیں اور اس طریق میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت ومحبت اور شریعت عالیہ وسنت مصطفویہ علٰی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیہ کے اطوار کے اتباع کے ساتھ اس (شیخ) کے آداب کو ملحوظ رکھنے سے ہے۔ اس وقت ذکر کی تعلیم کرنا طالب کی تسلی کے لئے ہے اور اگرچہ ذکر فی نفسہٖ مفید ہے لیکن وصول کا مدار نہیں ہے۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب: ۷۸)

marfat.com

وتوجہے بکار او در کار دارد، والتفاتے بحال او مرعی

اور اس کے کام میں توجہ جاری رکھے اور اس کے حال پر التفات کی رعائت کرے ۶

نماید - و آداب و شرائط راہ را باو بیان سازد -

اور راہ (سلوک) کے آداب و شرائط اس پر بیان کر دے ۷

۶ تعلیم طریقہ کے بعد شیخ کو چاہیے کہ طالب کو اپنی خصوصی توجہات قدسیہ سے نوازتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے روحانی ارتقاء کے لئے التجائیں کرتا رہے تا کہ سالک جلد از جلد عروجی مدارج اور نزولی منازل طے کر سکے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

شیخ، طالب کو راہ طریقت کی نزاکتیں اور لطافتیں بیان کرتا رہے اور اسے بلند ہمتی کی تلقین اور آداب و شرائط طریقت کی تعلیم دیتا رہے تا کہ سالک سے کوئی ایسی دانستہ یا غیر دانستہ غیر ذمہ دارانہ حرکت سرزد نہ ہو جائے جو آدابِ طریقت کے منافی ہو، اسی لئے مشائخ طریقت مریدین کیلئے خصوصاً درس و وعظ و نصیحت کی مجالس کا اہتمام کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آداب طریقت کو بیان کر دیا جائے۔

مرید، طالب اور اللہ تعالیٰ مطلوب و مقصود ہے اور طالب و مطلوب کے درمیان شیخ کامل برزخ اور وسیلہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المائدہ ۵:۳۵) سے عیاں ہے۔

۷ چونکہ شیخ کامل و مکمل نبی (علیہ السلام) کا کامل وارث اور نائب ہوتا ہے اس لئے شیخ اپنے مریدوں میں ایسے ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ فلہٰذا شیخ کامل کے حقوق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔ نیز طریقت نقشبندیہ میں فیض کا حصول صحبت شیخ اور تعلیم طریقہ پر منحصر ہے اس لئے صحبتِ شیخ کے آداب اور اس کی مجلس کے شرائط پیش خدمت ہیں۔

marfat.com

آداب شیخ

⊙ ...... طالب کو اپنا آپ کلی طور پر شیخ کے حوالے کر دینا چاہئے اور اس کی پیروی اس طرح کرے جیسے مردہ بدست زندہ۔

⊙ ...... مرید کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ کرے۔

⊙ ...... شیخ کی موجودگی میں اس کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے۔

⊙ ...... شیخ کے حضور نماز فرض اور سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

⊙ ...... شیخ کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو۔

⊙ ...... طالب، شیخ کے کپڑے پر اپنا سایہ نہ پڑنے دے اور نہ ہی اس کے سایہ پر اپنا سایہ پڑنے دے۔

⊙ ...... شیخ کی جائے نماز (مصلّی) پر قدم نہ رکھے اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے۔

⊙ ...... شیخ کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔

⊙ ...... شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی موجودگی میں نہ کسی سے کلام کرے اور نہ ہی کھائے پیئے۔

⊙ ...... شیخ کے آستانے کی طرف پاؤں دراز نہ کرے اور اس کی طرف تھوک بھی نہ پھینکے۔

⊙ ...... مرید کے قلب میں شیخ کے متعلق جو شبہ پیدا ہو شیخ سے اس کا حل دریافت کرے اگر حل سمجھ میں نہ آئے تو اسے اپنا ہی قصور جانے۔

⊙ ...... شیخ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے۔

⊙ ...... مرید کو جہاں سے فیض ملے اسے اپنے شیخ ہی کا فیضان سمجھے اور یقین جانے کہ میرے شیخ کا لطیفہ دوسرے شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

marfat.com

⊙ ...... جو کچھ شیخ سے صادر ہو اسے درست اور بہتر جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے، کیونکہ شیخ جو کچھ کرتا ہے وہ الہام ربانی اور اذن الٰہی سے کرتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں اعتراض کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

⊙ ...... مرید شیخ کی حرکات وسکنات پر اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تمام مخلوق میں بدبخت شخص وہ ہے جو مشائخ عظام کا عیب بین ہو۔

⊙ ...... شیخ سے کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔

⊙ ...... کلی وجزوی جملہ امور میں شیخ کی اقتدا کرے خواہ وہ کھانے پینے، پہننے، سونے اور اطاعت کے معمولی کام ہی کیوں نہ ہوں۔

⊙ ...... مرید، نماز شیخ کی طرح ادا کرے اور فقہ کے مسائل بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھے۔

⊙ ...... طالب اپنے کشوف وواقعات پر اعتماد نہ کرے بلکہ جو کچھ منکشف ہو یا واقعہ وغیرہا میں مشاہدہ کرے اسے من وعن شیخ کی خدمت میں عرض کردے۔

⊙ ...... شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی مجلس سے جدا نہ ہو کیونکہ اپنے لئے شیخ کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے۔

⊙ ...... مرید کو ظاہر و باطن میں جو فیوض وفتوحات حاصل ہوں ان کو شیخ کی وساطت سے تصور کرے۔

⊙ ...... یاد رہے کہ اگر کوئی سالک بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور انہیں مناسب طور پر ادا نہ کر سکے اور کوششِ بسیار کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کے لئے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف لازم ہے اور اگر آداب کی

marfat.com

رعایت بھی نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ (العیاذ باللّٰہ سبحانہ)

ہر کہ را روئے بہ بہبود نہ بود
دیدن روئے نبی سود نہ بود

⊙ ...... یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں سستی کا واقع ہونا اور احوال و مواجید کا مفقود ہو جانا شیخ کی ناراضگی اور غضب کے نتائج وثمرات میں سے ہے۔ اگر آزارِ شیخ کے باوجود احوال و مواجید میں کچھ اثر باقی رہے تو اسے استدراج سمجھنا چاہئے کیونکہ شیخ کے ناراض ہو جانے کا نتیجہ عاقبت کی خرابی اور نقصان ہے۔

مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ہر کہ گستاخی کند اندر طریق گردد اندر وادیٔ حسرت غریق
ہرچہ آمد بر تو از ظلمات و غم آں ز بے باکی و گستاخیست ہم

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے اس طریقہ عالیہ کے آداب ایک مقام پر یوں تحریر فرمائے ہیں:

اس راہ کے طالب کو چاہئے کہ اول اپنے عقائد کو علمائے اہل حق شکر اللّٰہ تعالیٰ سعیھم کے عقائد کے موافق درست کرے، پھر فقہ کے ضروری احکام کا علم حاصل کرے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رکھے۔ بشرطیکہ اس ذکر کو کسی شیخ کامل ومکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص سے کامل نہیں ہوسکتا اور اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح معمور رکھے کہ

marfat.com

فرائض اور مؤکدہ سنن کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہوحتی کہ (ذکر میں پختگی آنے تک) قرآن مجید کی تلاوت اور عبادات نافلہ کو بھی موقوف رکھے اور باوضو اور بے وضو بھی ذکر کرتا رہے، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اسی کام میں مشغول رہے، نیز چلتے پھرتے، کھانے پینے اور سونے کے وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست
پاکئ دل ز ذکر رحمٰن ست

ترجمہ: ذکر کرتا رہ کہ جب تک جان ہے.....دل کی پاکی ذکر رحمٰن ہی سے ہے۔

اس طرح دوام ذکر میں اس قدر مشغول رہے کہ مذکور کے سوا سب کچھ اس کے سینے سے دور ہو جائے اور مذکور کے علاوہ اس کے باطن میں کسی چیز کا نام ونشان تک نہ رہے حتی کہ بطور وسوسہ بھی ماسوا اس کے قلب میں نہ گزرے اگر تکلف سے بھی غیر کا خطرہ دل میں لانا چاہے تو نہ لا سکے۔ یہ نسیان جو قلب کو تمام ماسوائے مطلوب سے حاصل ہوا ہے وہ حصول مطلوب کا ایک مقدمہ ہے اور حصول مطلوب اور اس کے وصول کی خوشخبری دینے والا ہے اور نفس حصول مطلوب اور وصول حقیقی بمقصود کے متعلق کیا لکھے کہ وہ وراء الورا ہے

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالُ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

ہائے پہنچوں کس طرح محبوب تک .... پر خطر ہیں کوہ و غار اس راہ میں

اور جب برادر عزیز، اللہ سبحانہ کی عنایت سے اس سبق کو انجام تک پہنچا لے تو دوسرے سبق کی طلب ظاہر کرے۔ واللہ سبحانہ الموفق

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۸۴)

marfat.com

ودر متابعت کتاب وسنت وآثار سلف صالحین ترغیب فرماید

اور قرآن و سنت اور آثار سلف صالحین کی متابعت کی ترغیب فرمائے ۸؎

۸؎ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ کامل راہ طریقت کے آداب وشرائط مریدین کے سامنے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب وسنت اور سلف صالحین کے آثار کی اتباع کی ترغیب دیتا ہے۔اس کی مزید تفصیل وتاکید بیان کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں اردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

اے سعادت مند! ہم پر اور آپ پر لازم ہے کہ کتاب وسنت کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کریں (جس طریقہ پر کہ) علمائے اہل حق شکر اللّٰہ سعیھم نے کتاب وسنت کو سمجھا ہے اور اس سے اخذ کیا ہے۔ ہمارا اور آپ کا سمجھنا جوان بزرگواروں کی فہم اور رائے کے موافق نہیں ہے تو وہ حدود واعتبار سے ساقط ہے۔کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب وسنت کے مطابق سمجھتا ہے اور ان کو وہیں سے اخذ کرتا ہے وَالْحَالُ اَنَّہٗ لَایُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئاً (حالانکہ ان سے حق کے متعلق کسی قسم کا بھی فائدہ نہیں ہوتا)۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:۱۵۷)

مسئلہ تقلید کا اجمالی تذکرہ

مذکورہ سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ قرآن وحدیث کو اپنی عقلِ ناتمام اور علمِ خام کے ذریعے سمجھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے بلکہ آئمہ مجتہدین نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے جو احکام ومسائل استنباط واستخراج کئے ہیں ان کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔کیونکہ آئمہ عظام نے زمانۂ رسالت کے قرب، وفورِ علم، کثرتِ روایات، کمال تقویٰ اور جودتِ فکر کی بنا پر ناسخ ومنسوخ، محکم ومؤول، مقدم ومؤخر اور متضاد ومتخالف نصوص میں مطابقت و

marfat.com

موافقت پیدا کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عامۃ المسلمین کو براہ راست کتاب وسنت سے احکام اخذ کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید سے منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم ''اعلام الموقعین'' میں رقمطراز ہیں۔

لَا یَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَّأْخُذَ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَالَمْ یَجْتَمِعْ فِیْهِ شُرُوْطُ الْاِجْتِهَادِ یعنی کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کتاب وسنت سے احکام اخذ کرے جب تک اس میں شروط اجتہاد جمع نہ ہوں۔

صاحب ''مسلم الثبوت'' رقمطراز ہیں:

اَجْمَعَ الْمُحَقِّقُوْنَ عَلٰى مَنْعِ الْعَوَامِ مِنْ تَقْلِیْدِ الصَّحَابَةِ بَلْ عَلَیْهِمْ اِتِّبَاعُ الَّذِیْنَ یَسَّرُوْا وَبَوَّبُوْا وَهَذَّبُوْا وَنَقَّحُوْا وَفَرَّقُوْا وَعَلَّلُوْا وَفَصَّلُوْا وَعَلَیْهِ ابْتَنٰى اِبْنُ الصَّلَاحِ مَنْعَ تَقْلِیْدِ غَیْرِ الْاَئِمَّةِ

(الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ)

یعنی محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ عوام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید سے روکا جائے بلکہ ان پر آئمہ مجتہدین کی اتباع لازم ہے کہ جنہوں نے تبویب، تہذیب، تنقیح، تفریق، تعلیل اور تفصیل کر کے تلاش مسائل میں سہولت پیدا کر دی ہے۔

چنانچہ امام الآئمہ، سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام دارالہجرتین حضرت امام مالک، امام ہمام حضرت امام شافعی، امام المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کو شہسواران میدانِ شریعت تسلیم کر کے تقریباً ۳ صدیاں بعد امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ ان کی تقلید پر متفق ہوگئی اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوگیا مَنْ لَمْ یَبْلُغْ دَرَجَةَ الْاِجْتِهَادِ وَجَبَ عَلَیْهِ التَّقْلِیْدُ یعنی جو شخص درجہء اجتہاد کو نہ پہنچا اس پر مسائل شرعیہ میں کسی امام کی تقلید کرنا واجب ہے۔

marfat.com

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے جلیل القدر علماء، فضلا، صلحاء، اتقیاء، اولیاء، اقطاب، اوتاد، اغیاث، محدثین، مفسرین اور محققین نے ان مقتداؤں کی حاشیہ برداری کو عین سعادت سمجھا۔

چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، امام المحدثین امام مسلم بن حجاج القشیری، قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی، شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ جہاں بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری، حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے علمائے راسخین اور اولیائے کاملین کو بجز تقلید کے کوئی چارہ کار نہیں، ماوشما کس شمار وقطار میں ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ امت محمدیہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِیُ عَلَی الضَّلَالَةِ اَبَداً (المعجم الکبیر للطبرانی، الرقم: ۱۳۴۴۸) سے عیاں ہے۔

اب جو شخص ان آئمہ اسلام کے جادۂ مستقیم کو چھوڑ کر کوئی اور رستہ اختیار کرے گا وہ بدبخت اور حرماں نصیب ہی ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ وَمَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْراً (ال عمران ۳:۸۵) اور حدیث پاک مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (سنن الترمذی، الرقم: ۲۰۹۳) سے واضح ہے۔

یاد رہے کہ قرآن وسنت اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلے بغیر سالکین کو روحانی ارتقاء میسر نہیں ہوتا اسی لئے ان کی حریم قدس تک رسائی بھی نہیں ہوسکتی۔

marfat.com

ووصول مطلوب را بے ایں متابعت محال دانند۔

اور ان کی متابعت کے بغیر مطلوب تک رسائی محال (ہے) ذہن نشین کرادے

واعلام نماید کہ کشوف و وقائع کہ سر موئے مخالفت

اور آگاہ کردے کہ کشف ۹ اور واقعے ۱۰ جو قرآن و سنت سے بال برابر

بکتاب و سنت داشتہ باشد اعتبار نکند، بلکہ مستغفر باشد

مخالفت رکھتے ہوں (ان کا) اعتبار نہ کرے بلکہ (ان سے) استغفار کرے۔

۹ کشف

کشف کا لغوی معنی ''حجاب کا اٹھ جانا'' ہے اور اصطلاح طریقت میں ماورائے حجاب معانی غیبیہ اور امور حقیقیہ پر وجوداً اور شہوداً مطلع ہونا کشف کہلاتا ہے۔

راہ سلوک کے دوران سالکین کو پیش آنے والے واقعات اور کشف جو شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات سے معمولی بھی متصادم ہوں وہ درجہء اعتبار سے ساقط اور ناقابل التفات ہیں اس لئے اس قسم کے کشوف کی طرف نہ خود متوجہ ہو اور نہ ہی کسی دوسرے کو بتانے چاہییں کہ کہیں فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔ بلکہ طالب کو کتاب وسنت کے مخالف مکشوفات سے استغفار کرنا چاہئے ممکن ہے اس میں نفس کی آمیزش اور شیطان کی تلبیس ہو۔

واقعہ

۱۰ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں واقعہ اس امر کو کہا جاتا ہے جو سالک کے قلب میں واقع ہو خواہ بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کے عالم میں لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت سالک کے حواس ظاہری معطل ہوں۔

marfat.com

وبتصحیح عقائد بمقتضائے آرائے فرقۂ ناجیہ اہل سنت

اور ناجی گروہ اہل سنت و جماعت [11] کی آراء کے مطابق عقائد درست

وجماعت نصیحت نماید - وبتعلیم احکام فقہیہ ضروریہ

کرنے کی نصیحت کرے اور ضروری فقہی احکام کی تعلیم اور اس علم کے مطابق

وعمل بموجب آں علم تاکید فرماید -

عمل کرنے کی تاکید فرمائے۔[12]

یاد رہے کہ صوفیائے کرام واقعات کے مشاہدے میں نیند کے محتاج نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ مشغولیت اذکار اور محویتِ مراقبات کی وجہ سے مسدود الحواس ہو جاتے ہیں۔ ان کے ظاہری حواس دنیا کی طرف سے بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس خالق کی طرف کھل جاتے ہیں۔ پھر پردۂ غیب سے ان پر القاء والہام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۱۴)

اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے

[11] حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ناجی گروہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں دراصل ان سطور میں ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کو بیان فرمایا گیا ہے، حدیث پاک ہے:

تَفْتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ

(جامع ترمذی، الرقم: ۲۵۶۵)

marfat.com

یعنی میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسا گروہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

اصحابی کی عمومیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اہل بیت اطہار بھی شامل ہیں کیونکہ صحابی اس خوش قسمت انسان کو کہا جاتا ہے جو حالت ایمان میں جاگتے ہوئے چہرۂ والضحیٰ علیٰ صاحبہا الصلوات کا دیدار کرے اور اسی حالت میں اس کا وصال ہو۔ چونکہ اہل بیت نبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ دیدار سے مشرف ہیں اس لئے وہ صحابی بھی ہیں البتہ ان کے درمیان لطیف فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در والے ہیں اور اہل بیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے۔ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۷۰)

ایک روایت میں جماعت کے واضح الفاظ موجود ہیں:

(عَنْ مُعَاوِیَۃَ) اِنَّ ھٰذِہِ الْمِلَّۃَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدٌ فِی الْجَنَّۃِ وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ

(سنن ابوداؤد، ارقم: ۳۹۸۱)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے بہتر جہنمی ہونگے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ جماعت ہے۔

ایک روایت میں جماعت پر اللہ تعالیٰ کے دست رحمت کا بیان ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَدُاللّٰہِ مَعَ الْجَمَاعَۃِ

(جامع ترمذی، الرقم: ۲۰۹۲)

marfat.com

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مسلمان وہی ہوسکتا ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ سے وابستہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت کے عاملین اور طریق صحابہ رضی اللہ عنہم کے حاملین اہلسنت و جماعت کہلاتے ہیں اور یہی جنتی اور ناجی گروہ ہے۔

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے۔ انہوں نے دعوت اسلام کو دل وجان سے تسلیم اور قبول کیا اور ہر امتحان وابتلاء میں ثابت قدم رہے۔ اپنی زندگیوں کو اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالا۔ ان کا جذبہ اطاعت واستقامت بارگاہِ خداوندی میں اس قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کیلئے صحابہ کرام کے طرز زندگی کو معیار حق قرار دیکر متبعین کو اپنی رضا اور فوز عظیم کی سند عطا فرمادی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(التوبہ ۹:۱۰۰)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) پہلے پہل ہجرت کی اور آپ کی نصرت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جو لوگ صحابہ کرام کی احسن طریقے سے اتباع کریں گے اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

marfat.com

نیز سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمُ الصَّحَابَةُ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ اَلنَّاجِیُّ مِنْهَا وَاحِدَةٌ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صلى الله عليه وسلم) وَمَنْ هُمْ قَالَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقِيْلَ وَمَا اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ مَااَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِیْ (احیاء العلوم جز ۳، ۴:)

یعنی ناجی گروہ صحابہ کرام ہیں اس لئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناجی گروہ صرف ایک ہے تو صحابہ کرام نے عرض کیا وہ کونسا گروہ ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ اہلسنت و جماعت ہے۔ پھر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت کون ہیں تو فرمایا کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔

حضرت امام زُہری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا فِیْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلى الله عليه وسلم) اَهْلُ سُنَّةٍ (کنز العمال، الرقم: ۳۱۴۶۵)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں لوگ اہل سنت تھے۔

ظاہر ہے کہ زمانہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے جو خَيْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ اور خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ (البخاری، الرقم: ۳۳۷۷) کے شرف سے مشرف تھے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اہل سنت و جماعت کی متابعت کی تاکید کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

نجات کا طریقہ اقوال وافعال اور اصول وفروع میں اہل سنت و جماعت کی متابعت کرنے میں ہے کیونکہ یہی ناجی گروہ ہے اس کے علاوہ تمام فرقے مقام زوال

marfat.com

اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۶۹)

ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

اہل سنت و جماعت کے خلاف خبثِ اعتقاد سمِ قاتل ہے جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب وعتاب تک پہنچا دیتی ہے۔ عمل میں سستی اور کاہلی ہو تو مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقاد کی خرابی اور کمزوری میں مغفرت کی گنجائش نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء۴:۴۸) یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے گا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۶۷)

یاد رہے کہ اگر آج کوئی اس ناجی جماعت کی حقانیت کے متعلق متردد ہے تو کل قیامت کے روز حق وباطل میں امتیاز ہو جائے گا مگر اس وقت کا جاننا بے سود ہو گا اور سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (الفرقان ۲۵:۴۲) سے واضح ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مشائخ اہلِ سنت کے اختیار فرمودہ طریقہ کے مطابق سلوک طے کرنا چاہیے جو ہر قسم کی بدعات وخرافات سے پاک ہے اور یونانی فلسفیوں اور ہندوستانی جوگیوں کے وضع کردہ غیر شرعی چلوں اور ریاضتوں سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان کی ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ ایمان، اسلام اور احسان سے موافقت نہیں رکھتے اسی لئے وہ حق تعالیٰ کی ناشکری، نافرمانی اور معصیت میں داخل ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ پیشہ ور مشائخ، محافل اعراس میں فرق ضالہ کے لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں اور علمائے اہل سنت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کی تشہیر سے روکتے ہیں اور اغیار کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں تاکہ ''خوش رہے شیطان

marfat.com

اور راضی رہے رحمان بھی'' کے مصداق سارے لوگ انہیں اچھا سمجھیں۔ان کا مؤقف یہ ہے کہ اگر ہم نے سُنیت کی دعوت دی تو لوگ مخالف ہو جائیں گے۔جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہئے البتہ اُدْعُوْا اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل ۱۶:۱۲۵) کے حکم کے مطابق انداز تبلیغ نہایت حکیمانہ اور مہذبانہ ہونا چاہئے ،دشنام طرازی اور درشت لہجے سے اجتناب کرنا چاہیے ورنہ امن وآشتی کی فضا مکدر ہو جاتی ہے اور اپنے بھی بدظن ہو کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔بقول شاعر

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تاتاری کس قدر صاحبِ نظر نکلے

۱۲ یعنی شیخ مرید کو طہارت ،غسل، وضو، نماز، روزہ، صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ اور صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں حج وغیرہا کے بنیادی اور ضروری احکام ومسائل کی تعلیم دے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت فرمائے (تفصیلات کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیں)

یاد رہے کہ موجودہ دور میں ''رہ گئے مجاور یا گورکن'' کے مصداق خانقاہوں اور آستانوں پر علم وعمل سے بے بہرہ نام نہاد مشائخ براجمان ہیں (الا ماشاء اللّٰہ) وہ اپنے مریدوں اور طالبوں کو کتاب وسنت ،شریعت وطریقت اور فقہ وتصوف کی کیا تعلیم دیں گے؟ بقول اقبال مرحوم

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

marfat.com

که طیران دریں راه بے ایں دوجناح اعتقادی وعملی میسر نیست

کیونکہ اس راہ میں پرواز ان دو اعتقادی وعملی پروں کے بغیر میسر نہیں ہے [۱۳]

وتاکید نماید که در لقمه محرم ومشتبه احتیاط را نیك مرعی

اور تاکید کرے کہ حرام اور مشتبہ لقمہ [۱۴] میں احتیاط کی بہت رعایت رکھے اور جو کچھ

دارد، وہرچه یا بد نخورد، واز ہر جا که بیاید تناول نه نماید

پائے (اسے) نہ کھائے اور جہاں سے مل جائے تناول نہ کرے

[۱۳] سالک کے عقائد واعمال، علمائے اہل سنت وجماعت کے عقائد واعمال کے موافق درست ہونے چاہییں جو دو پروں کی حیثیت رکھتے ہیں جب تک اعتقادی اور عملی دونوں پر میسر نہ آجائیں، عالم قدس کی طرف باطنی سیر اور روحانی طیر نصیب نہیں ہوتی۔

[۱۴] دورانِ سلوک محرمات اور مشتبہات سے اجتناب اور رزق حلال کا التزام و اکتساب بنیادی ارکان میں سے ہے۔

رزق حلال کی فضیلت

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے اِنَّ الْعِبَادَةَ عَشَرَةُ اَجْزَاءٍ تِسْعَةٌ مِنْهَا طَلَبُ الْحَلَالِ وَجُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْهَا سَائِرُ الْعِبَادَاتِ یعنی عبادت کے دس جزو ہیں جن میں نو حصے، طلب حلال ہیں اور ایک حصہ باقی عبادات ہیں۔

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

علم و حکمت زاید از نان حلال
عشق و رقت آید از نان حلال

marfat.com

حرام حلال کی ضد ہے اور رزق حلال کی طلب فرائض میں سے ہے ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے طَلَبُ کَسْبِ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ

(شعب الایمان، رقم الحدیث: ۸۴۸۲)

اس کی ضد حرام سے احتراز کرنا بھی فرض اور لازم ہے۔

بنا بریں رشوت ستانی، سود خوری، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، دھوکا دہی، ڈاکہ زنی، چوری وغیرہا جیسے ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ مال و دولت سب ناجائز اور حرام ہیں جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرہ۲: ۸۸) یعنی ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۶۲۸۵)

یعنی جس جسم کو حرام غذا دی گئی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کھانا پینا اور لباس حرام کمائی سے ہے اور اسے غذا بھی حرام کمائی سے دی گئی فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لَذَالِكَ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۸۶) اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی طَیِّبٌ لَایَقْبَلُ اِلَّا طَیِّباً (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۸۶)

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص حرام مال سے صدقہ وخیرات دیتا ہے وہ گویا ناپاک کپڑوں کو پیشاب سے دھونے کی کوشش کرتا ہے جو بجائے خود اور بھی زیادہ ناپاک ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

marfat.com

حرام خور کے اعضاء گناہ میں مشغول رہتے ہیں خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس حلال سے حرام میں پڑنے کا اندیشہ ہو اس حلال کو بھی ترک کر دینا بہتر ہے۔ (علمائے اصول اسے سد ذرائع کا قاعدہ کہتے ہیں) سالک کے لئے جس طرح حرام سے اجتناب کرنا لازم ہے ایسے ہی سالک کے لئے مشتبہات سے احتراز کرنا بھی ضروری ہے تا کہ وہ حق تعالیٰ کے عتاب سے محفوظ ہو جائے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ (النور۲۴:۱۵) اور تم خیال کرتے ہو کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

حدیث پاک میں بھی مشتبہات سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے۔

بلاشبہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ

(صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۹۹۶)

اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے جو شخص ان مشتبہات سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں داخل ہو گیا۔

مشتبہ امور کے متعلق علمائے کرام کے متعدد اقوال ہیں جو ہدیہ قارئین ہیں۔

پہلا قول: مشتبہ امور فی نفسھا مشتبہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مشتبہ ہونا اضافی ہے یعنی جو شخص ان امور کا حکم نہیں جانتا اس پر یہ مشتبہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بیان فرما کر اس کی دلیل قائم کر دی ہے البتہ ایک بیان جلی ہے جسے ہر شخص جان لیتا ہے اور ایک

marfat.com

بیان خفی ہے جسے صرف علماء ہی اجتہاد اور استنباط کے طریقوں سے جانتے ہیں۔

دوسرا قول: امور مشتبہ سے مراد اُمور اجتہادیہ ہیں یعنی جس شئی کا حلال وحرام ہونا کتاب وسنت کی صریح عبارت سے معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس پر اجماع ہو۔ جیسے موجودہ دور میں انتقال خون، انسانی اعضاء کی پیوندکاری، انشورنس پالیسی وغیرہا ایسے امور اجتہادیہ ہیں جن کا حکم مجتہد اپنے اجتہاد سے معلوم کرتا ہے اور اسے حلال یا حرام کے ساتھ لاحق کردیتا ہے۔

یادر ہے کہ اگر مجتہد کسی چیز کو اپنے اجتہاد سے حلال قرار دے دے پھر بھی اسے تقویٰ کے تقاضا کے مطابق اس سے اجتناب کرنا چاہئے، ممکن ہے اس کا اجتہاد درست نہ ہو۔

تیسرا قول: مشتبہ امور سے مراد امور مکروہہ ہیں۔ مذکورۃ الصدر حدیث سے مقصود امور مکروہہ سے اجتناب پر برانگیختہ کرنا ہے کیونکہ بہت سے لوگ امور مکروہہ سے اجتناب نہ کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ حرام تو نہیں ہے۔

چوتھا قول: امور مشتبہ سے مراد اُمور مباحہ ہیں اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مباح امور سے بھی اجتناب کیا جائے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مباحات سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ ان نفوس قدسیہ نے اچھے کھانے، اچھے مشروبات وملبوسات اور اچھے مکانات کو قصداً حاصل نہیں فرمایا اور انہوں نے اپنے اجتہاد اور ارادے سے فقیرانہ زندگی کو اختیار فرمایا۔ بقول شاعر

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

پانچواں قول: مشتبہ امور سے مراد وہ امور مراد ہیں جن کی حلت وحرمت میں دلائل

marfat.com

متعارض ہوں اوران امور میں احتیاط اورتقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کوترک کردیا جائے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث:۲۴۴۲) یعنی جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کردے اسے چھوڑ دو۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رستے میں پڑی ہوئی کھجور پاکرارشادفرمایا: لَوْلَااِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَاَکَلْتُهَا (السنن الکبریٰ جز۶:۱۹۵) یعنی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ کہیں یہ کھجور صدقہ نہ ہوتو میں اس کو کھالیتا۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کا وظیفہ چار ہزار مقرر فرمایااوراپنے بیٹے کا ساڑھے تین ہزار۔آپ سے عرض کیا گیایہ بھی مہاجرین میں سے ہیں ان کا وظیفہ آپ نے کم کیوں کیاہےفرمایا اِنَّمَا هَاجَرَبِهٖ اَبُوْهُ یَقُوْلُ لَیْسَ هُوَ کَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ یعنی اس کے ساتھ اس کے باپ نے بھی ہجرت کی ہے فرماتے یہ ان لوگوں کی مثل نہیں ہوسکتا جنہوں نے ازخود ہجرت کی ہے۔

(ماخوذ از شرح صحیح مسلم جلد چہارم وغیرہا)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حلال ،حرام اور مشتبہات کے بارے میں ایک فکرانگیزاورسبق آموزارشادگرامی ملاحظہ ہو:

حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عَذَابٌ وَشُبُهَا تُهَا عِتَابٌ (احیاءعلوم الدین جزء۱:۴۳۸) حلال مال کا حساب ہوگا،حرام پرعذاب ہوگااورمشتبہ مال پرعتاب ہوگا۔

سالک کوکھانے پینے کی اشیاء کے متعلق نہایت محتاط رہنا چاہیے ،کسی چیز کے کھانے اور پینے سے قبل اس بات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرلینا چاہئے کہ وہ طعام

marfat.com

کہاں سے آیا ہے؟۔وہ کھانا کیسا ہے حلال ہے یا حرام؟ پکانے والا کیسا ہے؟ کھانا لانے والا کیسا ہے؟ اس پر للچائی ہوئی نگاہیں تو نہیں پڑیں؟ غرضیکہ شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

چند ایک احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَایَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهِ الْبَأْسُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۷۵) یعنی بندہ متقین کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا حتی کہ وہ حرج والی چیز کے خوف سے اس چیز کو بھی ترک کردے جس میں کوئی حرج نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے:

یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَایُبَالِی الْمَرْءُ مَااَخَذَ مِنْهُ مِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۹۱۸) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب کوئی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام۔

ایک حدیث پاک میں یوں ہے:

جس شخص کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ مال کہاں سے چلا آرہا ہے؟ تو اس شخص کے بارے اللہ تعالیٰ کو بھی پرواہ نہیں ہوگی کہ اسے دوزخ کے کونسے حصے میں جھونک دیا گیا۔ (کیمیائے سعادت)

اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا تو امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری علیہ الرحمہ اس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو کام غضب وغفلت یا کراہت ودشواری سے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی

marfat.com

کیونکہ اس میں نفس وشیطان کا دخل ہوتا ہے اس سے اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا ہے؟ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنا طعام حلال پر ہے جو وقوف وآ گاہی سے کھایا جائے تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضور اسی سے حاصل ہوتا ہے۔

مشتبہ طعام کو جب تک شریعت مطہرہ کے فتویٰ کے مطابق کھانے کی اجازت نہ ہو طالب کو اس قسم کا طعام کھانے سے احتراز کرنا چاہئے ورنہ روحانی مزاج اور باطنی احوال بگڑ جاتے ہیں۔حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک جملہ امور میں ان دیندار علماء کے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہئے جنہوں نے عزیمت کا رستہ اختیار کر رکھا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو ہی آخرت کی دائمی نجات کا وسیلہ بنانا چاہئے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:۷۰)

غرضیکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اوامر کے اکتساب اور جن نواہی سے اجتناب کا حکم فرمایا ہے سالک ہر حال میں اسے مدنظر رکھے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت حق تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران۳:۳۱) سے عیاں ہے۔

لقمہ حلال کی فضیلت حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائی۔حضور وآ گاہی سے کھایا ہوا لقمہء حلال کھانے سے ذکر وفکر کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔

marfat.com

تافتوئ شریعت غرّا دریں باب درست نکند، بالجملہ در

تاوقتیکہ روشن شریعت کا فتوی اس کے متعلق اسے درست قرار نہ دے دے۔ مختصر یہ کہ

جمیع امور کریمۂ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

جملہ امور میں آیت کریمہ یعنی ''جو کچھ تمہیں رسول اکرم ﷺ دیں اسے قبول کرلو اور

رانصب عین خود سازد۔

جس چیز سے منع فرمائیں رک جاؤ'' کو اپنا نصب العین بنائے ۱۵

۱۵ سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ سالک کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ اپنے جملہ امور میں متابعت نبوی کو نصب العین بنانا چاہئے ایک مکتوب گرامی میں آپ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یوں مخاطب ہیں:

آپ پر اوامر ونواہی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری اتباع اور اطاعت لازم وواجب ہے اور کمالِ متابعت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمالِ محبت کی فرع ہے اِنَّ لِمُحِبِّ لِمَنْ ھَوَاہُ مُطِیْعٌ (محبّ اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے)

محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں، محبّ محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ چندروزہ زندگی سید اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بسر کرلی جائے تو نجات ابدی کی امید ہے ورنہ محض بیکار ہی بیکار ہے خواہ کیسا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو۔

محمد عربی کابروئے ہر دوسرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۱۶۵)

آپ نے ایک مکتوب میں سیادت پناہ میر محب اللہ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ کو

marfat.com

یوں نصیحت فرمائی ہے اگران دو باتوں میں استحکام ہو جائے تو پھر کوئی غم نہیں ہے۔

۱...... صاحب شریعت عز اعلیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت

۲...... شیخ طریقت سے عقیدت ومحبت

ان دونوں کا خیال رکھیں اور ملتجی ومتضرع رہیں کہ ان دونوں دولتوں میں سستی نہ ہونے پائے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سہل ہے اور اس کی تلافی ممکن ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب:۱۳)

برکات متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کو آپ نے یوں بیان فرمایا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے تجلی ذات (تعالیٰ) سے مشرف ہوتے ہیں اور متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی بدولت ہی مقام عبدیت کے مرتبہ سے سرفراز ہوتے ہیں جو تمام کمالات کے مراتب سے فوق ہے اور آپ کے کامل متبعین کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند فرمایا ہے اور آپ کی امت متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی۔ اولوالعزم رسل عظام بھی اتباع نبوی کی آرزو رکھتے تھے۔ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:۲۴۹)

marfat.com

حالِ طالبان از دو امر خالی نیست، یا از اہل کشف و
طالبوں کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا اہل کشف و معرفت ہوتے
معرفت اند یا از ارباب جہل و حیرت ، اما بعداز طے منازل
ہیں یا صاحبان جہل و حیرت[۱۶] ، لیکن منازل طے کر لینے

سالکین پر وارد ہونے والی دو حالتیں

[۱۶] دوران سلوک سالکانِ راہ حقیقت پر دو قسم کی حالتیں وارد ہوتی ہیں ، یا تو وہ اہل کشف و معرفت ہوتے ہیں یا پھر اربابِ جہل و حیرت۔

اہل کشف و معرفت دوران سلوک ہر قسم کے مناظر کا مشاہدہ کرتے اور ہر قسم کے مظاہر کو پہچانتے ہیں جبکہ ارباب جہل و حیرت دوران سلوک پیش آنے والے مظاہر اور مناظر کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے ۔جہل کا معنی معروف جہالت نہیں بلکہ اہل طریقت کے نزدیک جہل کا مطلب یہ ہے کہ سالک دوران راہ سلوک کے نشیب و فراز نہیں جانتا اور حیرت کا مطلب یہ ہے کہ ہزاروں سال کی مسافت کو اتنی جلدی طے کر لینے پر اس پر جو حیرانگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسے حیرت کہا جاتا ہے۔

مقام حیرت کے متعلق مزید معلومات ہدیہ قارئین ہیں۔

مقام حیرت

یہ طریقت کا انتہائی مقام ہے جس کا مطلب انکشافِ حقیقت پر حیران ہو جانا ہے۔حدیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ تَحَیُّراً فِیْكَ اے اللہ مجھے اپنی ذات میں حیرت کی فراوانی عطا فرما۔

صوفیائے کرام نے اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

marfat.com

حیرتِ مذموم

یہ حیرت جہالت کا نتیجہ ہوتی ہے اور تنزلی کا سبب بنتی ہے۔

حیرتِ محمود

یہ حیرت علم کا نتیجہ ہوتی ہے اور عروج و ترقی کا سبب بنتی ہے۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۳)

حیرت و جہل

حیرت و جہل سے مراد اشیائے کائنات سے لاتعلقی و بے خبری ہے۔ جب کثرتِ ذکر اور فرطِ محبت کے غلبے سے عارف اپنے محبوبِ حقیقی کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے اور محبوب کے سوا سب کچھ اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے تو مرتبہ احدیت میں محو ہو کر تجلی اسم ھُو کا مشاہدہ کرتے ہوئے انکشافِ حقیقت پر ہکا بکا رہ جاتا ہے اسی حالت کو حیرت و جہل کہا جاتا ہے لیکن یہ حیرت و جہل محمود ہے نہ کہ مذموم۔ اسی کو صوفیاء کرام فنائے مطلق، مرتبہ جمع اور ادراک بسیط بھی کہتے ہیں، شطحیات اولیاء مثلاً اَنَا الْحَقُّ، سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ، لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہ سب اسی مرتبے کے اثرات و ثمرات ہیں۔ اَلسُّکَارٰی مَعْذُوْرُوْنَ کے مطابق ان کے ایسے اقوال سکر یہ کی تاویل کی جاتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴)

marfat.com

ورفع حُجب ہر دو طائفه واصل اند ۔ در نفس وصول مزیتے

اور حجابات اٹھ جانے کے بعد دونوں گروہ واصل ہو جاتے ہیں۔ نفس وصول میں ایک

نیست یکے را بر دیگرے ، چنانکه دو شخص بعداز طے

گروہ کو دوسرے پر فضیلت نہیں (ہوتی) ہے۔ [۱۷] جیسے دو شخص دور

منازل بعیده بکعبه می رسند یکے منازل راه را

دراز کی منزلیں طے کرلینے کے بعد کعبہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایک

تماشا کرده رفت و بتفصیل ہر کدام از منازل را بقدر

تو راستے کی منازل کو دیکھتا گیا اور تفصیل کے ساتھ منازل میں سے

استعداد خود دانسته رسید ۔ ودیگرے ازمنازل راه

(ہر منظر) کو اپنی استعداد کے مطابق جانتا ہوا پہنچا اور دوسرا رستے کی منازل سے

چشم دوخته رفت ، و بتفصیل اطلاع نیافته،

آنکھیں بند کر کے گیا اور تفصیلات سے آگاہی نہ پائی۔

[۱۷] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس بات کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ منازل طے کرنے اور حجابات اٹھنے کے بعد دونوں گروہ یعنی اربابِ کشف ومعرفت اور ارباب جہل وحیرت واصل باللہ ہو جاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اک گروہ دیکھتا ہوا۔ اور دوسرا بن دیکھے واصل ہوا ہے۔ البتہ نفس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل نہیں ہے۔

marfat.com

بکعبہ رسیدہ ، ہر دو شخص در نفس وصول بکعبہ

کعبہ (معظّمہ) تک پہنچ گیا۔ دونوں شخص کعبہ تک نفس وصول

مساوی اند، ہیچ کدام را زیادتی نیست دریں وصول

میں مساوی ہیں کسی کو فضیلت نہیں ہے اس وصول

بردیگرے اگرچہ در معرفت منازلِ راہ متفاوت افتادہ اند۔

میں دوسرے پر۔ اگرچہ منازلِ راہ کے پہچاننے میں متفاوت ہیں۔[۱۸]

۱۸؎ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعے سمجھا رہے ہیں کہ دو آدمی دور دراز کی منازل طے کرنے کے بعد کعبہ معظّمہ تک پہنچتے ہیں۔ ان میں ایک تمام منازل کو بالتفصیل اپنی استعداد کے مطابق دیکھتا اور جانتا ہوا پہنچتا ہے جبکہ دوسرا آنکھیں بند کئے رستے کی تفصیلات کو جانے بغیر کعبہ تک پہنچتا ہے۔ دونوں اشخاص کعبہ تک پہنچنے میں برابر ہیں کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں ہے کیونکہ دونوں واصل ہو گئے ہیں۔ اگرچہ منازل راہ کی معرفت میں تفاوت ہے لیکن نفس وصول میں کوئی تفاوت نہیں اور مطلوب تک پہنچنے کے بعد دونوں گروہ اربابِ حیرت وجہل ہو جائیں گے۔

marfat.com

و بعد از رسیدن بمطلوب ہر دو را جہل لازم است لِاَنَّ الْمَعْرِفَةَ

مطلوب تک رسائی کے بعد دونوں پر جہل لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات

فِی ذاتِ اللّٰہِ تعالٰی جهلٌ و عجزٌ عنِ المعرفةِ. باید دانست

میں معرفت جہل ہے اور معرفت سے عجز (ہے)[۱۹] جاننا چاہئے کہ منازل

کہ قطع منازل سلوک عبارت از طے مقامات عشرہ است

سلوک کا طے کرنا مقامات عشرہ[۲۰] کے طے کرنے سے عبارت ہے

وطے مقامات عشرہ منوط بایں تجلیات ثلثہ است تجلیٔ

اور مقامات عشرہ کا طے کرنا ان تجلیات ثلاثہ سے متعلق ہے تجلی افعال،

[۱۹] جب اہل کشف ومعرفت اور ارباب جہل وحیرت کو حریم یار تک رسائی نصیب ہو جاتی ہے تو واصل باللہ ہو کر بھی وہ عالم تحیر میں مستغرق رہتے ہیں۔ جب وہ اس کی ذات میں غور کرتے ہیں کہ وہ ذات کیسی ہے ...... اس کی حقیقت کیا ہے ...... اس کی کنہہ کیا ہے؟ ...... اس کی کمیت اور کیفیت کیا ہے؟ ...... وہ کس جہت اور سمت میں جلوہ گر ہے؟ ...... اس سے سب جاہل اور عاجز ہیں۔ البتہ اتنا باطنی طور پر احساس ضرور ہوتا ہے کہ وہ مل گیا ہے، ہر آن ایک نئی جان محسوس ہوتی ہے ...... ہر لحہ سہارا ملتا ہے ...... ہر گھڑی غیبی صدا آتی ہے ...... مت گھبراؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں ...... وہ ہر آن تائید غیبی اپنے ساتھ پاتے ہیں ...... وہ ہر وقت اس کی تجلیات میں گم رہتے ہیں ...... لیکن ذات کی کنہہ سے عاجز ہوتے ہیں ...... ذات حق جل سلطانہ' کی معرفت ناممکن ہے۔ ذات میں معرفت حاصل نہ کر سکنے کو ہی معرفت کہا جاتا ہے جس کا نتیجہ جہل اور عجز ہے۔ چنانچہ اس امت کے سب سے بڑے، صوفی اول اور عارف اکمل خلیفہ رسول حضرت

marfat.com

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ (مرقات: ۱/۲۶۴) یعنی ادراک کے درک سے عجز ہی ادراک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ادراک سے وراء ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وُهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (الانعام ۶:۱۰۲) سے عیاں ہے۔

۲۰ منازل سلوک کا طے کرنا دس مقامات کے حصول پر موقوف ہے جنہیں مقامات عشرہ کہا جاتا ہے اور وہ توبہ، زہد، توکل، صبر، شکر، خوف، رجاء، فقر، قناعت اور رضا ہیں۔

مقامات عشرہ

توبہ

عربی لغت میں توبہ کے حقیقی معنی ''رجوع کرنے'' کے ہیں:

اَلتَّوْبَةُ رُجُوْعٌ عَمَّا كَانَ مَذْمُوْماً فِي الشَّرْعِ اِلٰى مَا هُوَ مَحْمُوْدٌ فِيْهِ (کتاب التعریفات:۳۲)

(یعنی) شریعت میں جو کچھ مذموم (برا کام) ہے اس سے لوٹ کر محمود (اچھا کام) کی طرف آ جانے کا نام توبہ ہے۔

بزرگان دین نے فرمایا اگر گناہ کرنے کے بعد آٹھ کام کیے جائیں تو گناہ کا کفارہ ہو جاتے ہیں ان میں سے چار کاموں کا تعلق دل سے ہے اور چار کا تعلق بدن سے۔

دل سے متعلق یہ ہیں:

۱..... سچی توبہ کرنا ۲..... آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم

۳..... گناہ کی وجہ سے خوفِ عذاب کا غلبہ ۴..... معافی کی امید

marfat.com

بدن سے متعلق یہ ہیں:

۱......دو نفل نماز توبہ ۲......ستر یا سو بار استغفار

۳......سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ ۴......ایک دن کا نفلی روزہ رکھ کر صدقہ کرے اور آئندہ بری صحبت ترک کر دے۔

واضح رہے کہ توبہ وُصُول اِلَی اللّٰه کے لئے پہلی شرط ہے۔ سالک مقام توبہ میں سیر کرتا ہوا خدا تک پہنچتا ہے۔ فَمَنْ لَا تَوْبَةَ لَهٗ لَا سَيْرَ لَهٗ پس جس کی توبہ نہیں اس کی سیر نہیں۔

زُہد

قَالَ الْاِمَامُ الْجُنَيْدُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَلزُّهْدُ اِسْتِصْغَارُ الدُّنْيَا وَمَحْوُ اٰثَارِهَا مِنَ الْقَلْبِ یعنی حضرت امام جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا کو حقیر جاننا اور دل سے اس کے نشانات محو کرنا زہد ہے۔ (الرسالہ القشیریہ جز ۱:۵۶)

زہد ایک مرتبہ قلبیہ ہے۔ اس مرتبے میں سالک کے قلب سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور وہ قلبی طور پر دنیا کی طرف التفات نہیں رکھتا۔ اس کے لئے فقر و غنا اور اخذ و عطا کی دونوں حالتیں برابر ہوتی ہیں کیونکہ وہ قلبی طور پر طلب دنیا اور خواہشات نفس سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ زہد کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ بندہ کا ہاتھ دنیا کے مال سے خالی ہو جائے اور کسب حلال چھوڑ کر محتاجی کی زندگی گزارے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ لِیَ الدُّنْيَا وَزَهِّدْنِیْ عَنْهَا (کشف المحجوب)

یعنی اے اللہ میرے لئے دنیا کشادہ کر دے اور اس سے مجھے زہد عطا فرما۔

حضرت علامہ المناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فَلَيْسَ الزُّهْدُ تَجَنُّبَ الْمَالِ بِالْكُلِّيَّةِ بَلْ تَسَاوِیْ وُجُوْدُهٗ

marfat.com

وَعَدَمُهُ وَعَدَمُ تَعَلُّقِهٖ بِالْقَلْبِ اِلَيْهِ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۴/۲/۷)

یعنی زہد، مالِ دنیا سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کا نام نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ دنیا کے مال کا ہونا اور نہ ہونا سالک کے لئے برابر ہو جائے اس طرح کہ اس کا مال کے ساتھ قلبی تعلق نہ رہے تا کہ وہ آفاتِ دنیا سے محفوظ رہے۔

قناعت

حدیث میں ہے: اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفِدُ وَكَنْزٌ لَا يَفْنِيْ (المقاصد الحسنہ: ۳۱۵) یعنی قناعت نہ ختم ہونے والا مال اور خزانہ ہے۔

حضرت شیخ ابو عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفقود چیز کی امید کو ترک کرنے اور موجود چیز کے ساتھ استغناء کا نام قناعت ہے۔

حضرت شیخ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو رزق کسی انسان کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے اس پر راضی رہنے کا نام ہی قناعت ہے۔

توکل

توکل کی تعریف یوں ہے:

اَلتَّوَكُّلُ هُوَ الثِّقَةُ بِمَا عِنْدَاللّٰهِ وَالْيَاْسُ عَمَّافِيْ اَيْدِي النَّاسِ

یعنی توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس پر اعتماد ہو اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوسی ہو۔ (کتاب التعریفات: ۳۱)

توکل ایک مرتبہ قلبیہ ہے۔ جس میں متوکل بندہ اپنے امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور تمام احوال میں اسی پر اعتماد کرتا ہے اور اپنی کوشش و محنت کے بعد نتیجہ مسبب الاسباب پر چھوڑ دیتا ہے لہٰذا توکل اور اسباب کے درمیان کسی قسم کا تعارض نہیں کیونکہ توکل کا محل قلب ہے اور اسباب کا محل بدن ہے۔

marfat.com

بعض جہلاء کے نزدیک توکل، ترک اسباب، ترک علاج اور ترک جہد کا نام ہے (معاذ اللہ) توکل کا یہ مفہوم خلاف کتاب وسنت ہے۔

توکل علی اللہ سے دلوں میں سکون و اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ خاص کر مصائب اور مشکلات کے وقت توکل علی اللہ بندے کیلئے آخری سہارا ثابت ہوتا ہے۔

اہل توکل کا وظیفہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران ۳: ۱۷۳) ہے۔

صبر

صاحب کتاب التعریفات لکھتے ہیں: اَلصَّبْرُ هُوَ تَرْكُ الشَّكْوٰى مِنْ اَلَمِ الْبَلْوٰى لِغَيْرِ اللّٰهِ (کتاب التعریفات: ۵۷)

یعنی ابتلاء کے وقت لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرنے کا نام صبر ہے۔

علماء نے صبر کی بہت سی اقسام بیان فرمائی ہیں ان تمام اقسام کا خلاصہ تین اقسام پر مشتمل ہے۔

الصبر علَى الطاعات .... (عبادات پر صبر)

الصبر علَى المصائب .... (مصائب پر صبر)

الصبر عنِ المعاصی .... (گناہوں سے صبر)

غرضیکہ صبر انبیاء کی صفت ہے، اولیاء کی زینت ہے، فقراء کی خلعت ہے، حسنات کی کلید ہے، خیرات کی نوید ہے اور صابروں کی عید ہے۔

شکر

صاحب کتاب التعریفات فرماتے ہیں: اَلشُّكْرُ الْعُرْفِيُّ هُوَ صَرْفُ الْعَبْدِ جَمِيْعَ مَا اَنْعَمَهُ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيْهِ مِنَ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَغَيْرِهِمَا

marfat.com

اِلٰی مَا خُلِقَ لِاَجلِہٖ (کتاب التعریفات :۵۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو اسی مقصد کے لئے صرف کرنا جس کے لئے وہ نعمتیں پیدا کی گئی ہیں شکر کہلاتا ہے۔

شکر کی اجمالی طور پر تین اقسام ہیں۔

شکرُ اللسان (زبان سے شکر ادا کرنا)

شکرُ الارکان (اعمال کے ذریعے شکر کرنا)

شکرُ الجنان (دل سے شکر کرنا کہ یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے)

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کریں۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ (ابوداؤد:۱/۲۱۳رقم الحدیث:۱۳۰۱)

خوف

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ خوف کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: تَوَقُّعُ حُلُوْلِ مَکْرُوْہٍ اَوْفُوَاتِ مَحْبُوْبٍ یعنی کسی ناپسندیدہ امر کے واقع ہونے یا کسی محبوب چیز کے فوت ہونے کو خوف کہا جاتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْیَکُوْنُ الْخَوْفُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی بِمَعْرِفَۃِ صِفَاتِہٖ

یعنی بندے کو کبھی اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت، خوف کے درجے پر پہنچا دیتی ہے۔ اسی مرتبے والوں کے حق میں فرمایا گیا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر ۳۵:۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء (معرفت والے) ہی اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہیں۔

marfat.com

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کے لئے مناسب یہی ہے کہ خوف خدا کے سوا کوئی اور چیز اس پر غالب نہ ہو۔ نیز فرمایا صوفیاء کو خوف ہی کی بدولت بلند مرتبے ملے ہیں اگر اسے کھو دیتے ہیں تو نیچے اتر آتے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ)

حضرت شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف اور رجاء نفسوں کے لئے دو لگاموں کا کام دیتے ہیں تا کہ نفوس رعونت وتکبر اختیار نہ کریں۔

رِجاء

قرآن حکیم میں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ (البقرہ۲:۲۱۸)

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان والوں اور اپنی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والوں کو اپنی رحمت کا امیدوار قرار دیا ہے۔

رجاء کے بارے میں صوفیاء کرام کے مختلف اقوال ہیں ...... **بعض** نے کہا اللہ تعالیٰ سے اس کے کرم کی امید کا نام رجاء ہے ...... **بعض** نے کہا اللہ تعالیٰ کے جلال کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام رجاء ہے ...... **بعض** نے کہا اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر خوشی کا اظہار کرنا رجاء ہے ...... **بعض** نے کہا جس نے اپنے نفس کو صرف رجاء پر رکھا اس نے عمل چھوڑ دیا اور جس نے اپنے نفس کو صرف خوف پر رکھا وہ مایوس ہو گیا۔ لہٰذا انسان کو خوف ورجاء دونوں رکھنے چاہیں کیونکہ ایمان خوف اور امید کی درمیانی (ملی جلی) کیفیت کا نام ہے۔

فقر

فرمان باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (البقرہ۲:۲۷۳)

marfat.com

اس آیت میں فقراء کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ فقیر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ (الاسرار المرفوعہ:۱۶۶) یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ نیز فرمایا فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

(جامع ترمذی:۲/۵۸)

غرضیکہ صوفیاء کرام کے نزدیک اپنے وجود اضافی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے فنا کر کے مخلوق سے بے نیاز ہو جانے کا نام فقر ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے:

اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِی الدَّارَیْنِ (مکتوبات سعیدیہ) یعنی دونوں عالم میں سواد الوجہ (روسیاہی) کا نام فقر ہے۔ سواد الوجہ سے مراد دونوں عالم کے علائق سے پاک ہو کر ذات احدیت صرفہ میں محو اور فنا ہو جانا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول اَلْفَقِیْرُ لَا یَفْتَقِرُ اِلٰی نَفْسِهٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِهٖ (فقیر نہ اپنا محتاج ہوتا ہے نہ غیر کا) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

فقر سے مراد وہ فقر ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فخر قرار دیا ہے نہ کہ فقر مکب (ذلیل کرنے والا) جس سے پناہ مانگی گئی ہے۔

رضا

قرآن عظیم میں ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ (التوبہ ۹:۷۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ نیز فرمایا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبہ:۱۰۰) اس آیت میں رضا کو متبادل قرار دیا گیا ہے کیونکہ حقیقی رضا کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جائے اور بندہ اللہ سے راضی ہو جائے تاکہ دونوں رضائیں متلازم اور مترابط

marfat.com

ہو جائیں اور بندہ اللہ سے کبھی راضی نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرتبۂ رضا حاصل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور درج ذیل دعا کے تکرار کا حکم فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ وَاِذَا اَمْسٰی رَضِینَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّرْضِیَہٗ

(ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۴۱۰)

یہ دعا پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔

(ماخوذ از البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۳۸)

marfat.com

افعال وتجلیٔ صفات وتجلیٔ ذات ۔ ولزیں مقامات غیراز مقام

تجلی صفات اور تجلی ذات[۲۱] ۔ اور یہ مقامات مقام رضا کے

رضا ہمہ وابستہ بتجلیٔ افعال وتجلیٔ صفات اند ، ومقام

علاوہ سب تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں اور مقام رضا تجلی

رضا منوط بتجلیٔ ذات است ، تعالیٰ وتقدس

ذات تعالیٰ و تقدس سے مربوط ہے۔ [۲۲]

۲۱ تجلیات ثلاثہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تجلی فعلی ، تجلی صفاتی ، تجلی ذاتی کی تعریفات و تفصیلات بیان کردی جائیں۔

تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفات فعلیہ ربوبیۃ میں سے کسی صفت کے ساتھ متجلی پاتا ہے۔ اس مشاہدے میں سالک سے حول وقوت اور فعل وارادہ سلب ہوجاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو متصرف وجاری دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُهٗ بِهٖ ...... (مشکوٰۃ: ۱۹۷) سے عیاں ہے۔

تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے۔ علمائے ماتریدیہ

marfat.com

کے نزدیک امہات صفات آٹھ ہیں اور یہی حضرت امام ربانی قدس سرہ' کا مؤقف اور کشف ہے۔ آٹھویں صفت تکوین ہے ان کو صفات ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱.....حیات	۲.....علم	۳.....ارادہ	۴.....سمع
۵.....بصر	۶.....کلام	۷.....قدرت	۸.....تکوین

جبکہ علمائے اشاعرہ کے نزدیک صفات ذاتیہ حقیقیہ سات ہیں۔ ان کے نزدیک صفت تکوین صفات ذاتیہ میں شامل نہیں اور یہی حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ' کا مسلک اور کشف ہے۔

تجلی ذاتی

تجلی ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بلا واسطہ وارد ہوتی ہیں درمیان میں وسائط نہیں ہوتے۔ گو وہ تجلیات عین ذات نہیں ہوتیں لیکن وہ تجلیات صفات سے بہت بالا ہوتی ہیں۔

اس تجلی میں سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ عبد، فانی ہو جاتا ہے اور حق، باقی رہتا ہے۔ اسی فنائیت کے بعد بقاباللہ کا مقام آتا ہے۔ اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلاتعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا اور کمال توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

marfat.com

و بمحبت ذاتیہ کہ مستلزم مساواتِ ایلام محبوب است

اور محبت ذاتیہ میں جو مستلزم ہے محبوب کی طرف سے ایلام (رنج) اور اس کے انعام

بانعام اونسبت بمحب - پس لاجرم رضا متحقق شود و

کی مساوات کو محبّ کے حق میں پس لامحالہ رضا متحقق ہو گئی اور کراہت اٹھ

کراہت برخیزد - وہمچنیں بلوغ ایں جمیع مقامات بحد کمال

گئی ۲۳ اور اسی طرح ان تمام مقامات میں کمال کی حد تک رسائی تجلی ذاتی کے

در وقت حصول تجلی ذاتی است کہ فنائے اتم وابستہ

حصول کے وقت میں (نصیب) ہوتی ہے کیونکہ فنائے اتم اس (تجلی ذاتی) کے ساتھ

بآنست - اما حصولِ نفس مقامات تسعہ در تجلیٔ افعال و

وابستہ ہے ۲۴ لیکن نو مقامات کا صرف حصول تجلی افعال اور تجلی صفات میں

تجلی صفات است - مثلاً ہر گاہ قدرت او را سبحانہ بر خود

(ہو جاتا) ہے۔ مثلاً جب اس (حق تعالیٰ) سبحانہ کی قدرت کو اپنے اوپر اور تمام اشیاء

۲۲ مقامات عشرہ کے پہلے نو مقامات تجلیات افعال وتجلیات صفات کے ذریعے طے ہوتے ہیں۔ جبکہ مقام رضا تجلی ذات کے ذریعے طے ہوتا ہے اور مقام رضا میں ہی سالک محبت ذاتیہ کو حاصل کرتا ہے۔

محبت ذاتیہ کی پہچان

۲۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جہاں محبوب (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے آنے والا انعام وایلام برابر ہو جائے اور کُلُّ مَا یَفْعَلُهُ الْمَحْبُوْبُ

marfat.com

مَحْبُوْبٌ (یعنی محبوب جو کرے وہ بھی محبوب ہوتا ہے) کے مصداق سالک ہر طرح کی رحمت وزحمت ملنے پر راضی رہے اسی کو مقام رضا اور محبت ذاتیہ کا نام دیا گیا ہے۔

مقام رضا میں سالک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی ملے وہی اچھا لگتا ہے دکھ ہو یا سکھ، انعام ہو یا ایلام، جمال ہو یا جلال، نعمت ہو یا زحمت، ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ اسی مقام کے متعلق حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا

دکھاں دی میں سیج وچھائی تے دکھاں ہار بنائے
دکھ سلامت یار فریدن جہاں دکھاں یار ملائے

یا بقول حضرت میاں محمد علیہ الرحمۃ (عارف کھڑی) بھی یوں گویا ہوتے ہیں

دکھ ہمیشہ سکھ گاہ بگاہاں دکھاں توں سکھ وارے
دکھ قبول محمد بخشا جے راضی رہن پیارے

انہی صاحبانِ مقام رضا کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں

کہ اہل رضا جنت اور دوزخ سے بھی بے نیاز رہتے ہیں جنت کی طلب اس لئے نہیں کرتے کہ وہاں راحت ہے اور جہنم سے پناہ اس لئے نہیں مانگتے کہ وہاں رنج اور تکلیف ہے بلکہ یہ لوگ جنت کی طلب اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی رضا کا مقام ہے اور دوزخ سے پناہ اس لئے مانگتے ہیں کہ وہ اللہ کے غضب کا مقام ہے۔

تو ان کی نظر میں جنت و دوزخ مقصود نہیں بلکہ ان کے پیش نظر اللہ کی رضا اور اسکا غضب ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اللہ کی رضا ہی چاہئے اور اس کے غضب سے ڈرنا چاہئے یہی وہ خوش قسمت ہیں جنہیں محبت ذاتیہ، فنائے مطلق، مقام رضا اور مقام بقا باللہ حاصل ہوتا ہے اور یہی مقام تکمیل ہے۔

مقام رضا میں نفرت اور کراہت ختم ہو جاتی ہے جو بھی اللہ کی طرف سے آئے اس پر راضی رہتے ہیں، ان کی نظر صرف اپنے محبوب پر ہوتی ہے۔

marfat.com

یہ بلا ہرگز نہیں یہ ناز ہے
یہ بھی اک محبوب کا انداز ہے

ایک مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ اسی حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

ہر چہ از جمیل مطلق جل شانہ پیدا آید زیبابود واگرچہ بصورت جلال نماید اما فی الحقیقت جمال باشد

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۴۷)

ترجمہ: جو کچھ بھی اس جمیل مطلق جل شانہ کی طرف سے آئے جمیل ہی ہے اور زیبا تر ہے اگرچہ وہ جلال کی صورت میں ظاہر ہو لیکن حقیقت میں وہ جمال ہی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مقام کی مزید تفصیل یوں بیان فرمائی:

جمال وانعام میں محبوب (حق تعالیٰ) کی مراد اپنی مراد کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے اور جلال وایلام میں خالص محبوب کی ہی مراد ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۶)

ہائے کس کے ہوئے ایسے نصیب
جس پر بلا نازل کرے اس کا حبیب

۲۴ آپ فرماتے ہیں کہ ان تمام مقامات (عشرہ) میں حد کمال تک پہنچنا تجلی ذاتی کے ساتھ مشروط ہے اور تجلی ذاتی کے ساتھ فنائے اتم وابستہ ہے۔ فنائے اتم کو فنائے مطلق بھی کہا جاتا ہے۔ تجلی ذاتی کے بغیر فنائے مطلق اور بقائے مطلق حاصل نہیں ہوتی۔

فنائے مطلق

فنائے مطلق تجلی ذاتی کا ثمرہ ہے جس میں سالک اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے اور محبت ذاتی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام لطائف ماسوی اللہ کو فراموش کر کے مقام کمال تک پہنچ جاتے ہیں پس عبد فانی ہو جاتا ہے اور حق باقی رہ جاتا ہے اور اس پر حقیقت اخلاص ظاہر ہو جاتی ہے۔

marfat.com

و بر جمیع اشیا مشاہدہ نماید، بے اختیار بتوبہ وانابت رجوع
پر مشاہدہ ۲۵ کرتا ہے (تو) بے اختیار توبہ اور انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خوف
کند، وخائف وترساں باشد، و ورع شیوہٴ خودسازد و بر تقدیرات
کھاتا اور لرزتا ہے اور ورع کو اپنا شیوہ بنالیتا ہے اور اس کی تقدیر پر صبر کرتا
اوصبر پیش گیرد و بے طاقتی بگذارد وچوں مولائے نِعم او را
اور بے صبری سے رہائی حاصل کرلیتا ہے اور جب نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے
داند و اعطا و منع ازو شناسد سبحانہ ناچار در مقام شکر
اور عطا کرنا اور روک لینا اسی سبحانہ سے جانتا ہے۔ لامحالہ مقام شکر میں آتا ہے
آید، ودر توکل قدم راسخ نہد۔ وچوں عطوفت ومہربانی
اور توکل میں راسخ قدم رکھتا ہے اور جب نرمی اور مہربانی جلوہ گر ہوتی ہے
متجلی شود در مقام رجا درآید، وچوں عظمت و کبریائی او
تو مقام رجا میں جاتا ہے اور جب اس کی عظمت اور کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے۔
مشاہدہ نماید، ودنیائے دنی در نظراو خوار و بے اعتبار در آید
اور کمینی دنیا اس کی نظر میں ذلیل اور بے اعتبار دکھائی دیتی ہے

مشاہدہ

۲۵ کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلبِ سالک پر اس طرح غالب اور قوی ہوجانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

marfat.com

نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه و سلم يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ (مسلم:۲/ ۳۵۵، رقم الحدیث:۴۹۳۷)

یعنی ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب دوزخ و جنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

وجوب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کبھی صفات بدون تعلقات اس کی نظر میں بعنوانِ کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بہ معلومات و مقدورات بعنوانِ جزئیت نظر آتی ہیں۔

قسم اول

پہلی قسم کے مشاہدے کو شہودِ صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں۔ اس مرتبے میں صفات مجردہ مشہود ہوتی ہیں، ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قسم دوم

دوسری قسم کو شہودِ صفات جزئیہ کہا جاتا ہے۔ اس مرتبے میں صفات کا ممکنات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم فلاں معلوم کے ساتھ اور صفت قدرت فلاں مقدور کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام صفات، ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں۔ سالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم (شہود صفات کلیہ) زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات مکتوب:۱۴)

marfat.com

ناچار بے رغبتی در دنیا پیداشود، وفقر اختیار کند وزہد دیدن

لامحالہ دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوجاتی ہے اور فقر اختیار کر لیتا ہے اور زہد

خود گیرد، اما باید دانست کہ حصول ایں مقامات بتفصیل

کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ ان مقامات کا

وترتیب مخصوص بسالک مجذوب است و مجذوب

حصول تفصیل اور ترتیب کے ساتھ سالک مجذوب کے ساتھ مخصوص

سالک را طے ایں مقامات برسبیل اجمال است - چہ او را

ہے اور مجذوب سالک کا ان مقامات کو طے کرنا اجمالی طور پر ہے کیونکہ اس کو

عنایت ازلی گرفتارِ محبتے ساختہ است، کہ بتفصیلِ آنہانمی

عنایت ازلی نے ایسی محبت کا گرفتار بنا دیا ہے کہ (وہ) ان (مقامات) کی تفصیل

تواند پرداخت، در ضمن آں محبت زبدۂ ایں مقامات و

میں نہیں پڑتا۔ اس محبت کے ضمن میں ان مقامات کا

خلاصۂ ایں منازل، بر وجہ اتم او را حاصل ست - کہ صاحب

لب لباب اور ان منازل کا خلاصہ مکمل طور پر اسے حاصل ہے جو صاحب تفصیل

تفصیل را میسر نشدہ است۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

کو بھی میسر نہیں ہوتا ہے[۲۶] اور سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے

سالک مجذوب اور مجذوب سالک

۲۶ سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ بیان فرمارہے ہیں کہ مقاماتِ عشرہ کو

marfat.com

تفصیل و ترتیب کے ساتھ طے کرنا سالک مجذوب کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ رستہ، محنت اور ریاضات پر مشتمل ہے۔ جبکہ مجذوب سالک بر سبیل اجمال ان تمام مقامات کو طے کرلیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ازلی اس کو اپنی محبت میں اس طرح گرفتار کرلیتی ہے کہ وہ منازل سلوک کی تفصیلات میں بالکل مشغول نہیں ہوتا گویا وہ یوں کہتا ہے کہ جب ذات بحت کے جلوے میری نگاہوں کے سامنے ہیں اور میں اسی کی محبت میں گرفتار ہوں تو اب کسی غیر کو کیوں دیکھوں کیونکہ تصور محبوب اس پر غالب ہوتا ہے لہٰذا کسی دوسری شے کا تصور کرنا وہ خلاف محبت سمجھتا ہے۔

غلبۂ محبت کا ثمرہ مجذوب سالک کو یوں ملتا ہے کہ سلوک کے تمام مقامات ومنازل کا خلاصہ ولب لباب حاصل ہو جاتا ہے جو کہ صاحب تفصیل (سالک مجذوب) کو بھی نہیں ملتا اتنا ذہن نشین رہے کہ وصول میں دونوں برابر ہیں۔ راہ میں تفاوت ہے، طریقۂ راہ جدا جدا ہے لیکن جو سلوک کے رستے پہنچا اس کا سفر لمبا ہے جو محبت کے رستے پہنچا وہ چشم زدن میں پہنچ گیا۔

جو محبت کے رستے جائے وہ مجذوب سالک ہے...... جو محنت کے رستے جائے وہ سالک مجذوب ہے

سلوک میں دو رستے ہیں، ایک رستہ عمل کا جس کا انحصار محنت اور مجاہدے پر ہے اور دوسرا رستہ محبت کا ہے۔ محبت اس کو کشاں کشاں اور جلدی منزل پر پہنچا دیتی ہے۔

سلوک ومعرفت والا گروہ دیکھتا بھالتا جاتا ہے کیونکہ وہ محنت اور کوشش سے اور ہر شئے کی کنہہ تک پہنچنے کی خواہش کی بدولت، ادھر ادھر دیکھ بھال کے سیر کرتا ہوا جاتا ہے اور جو محبت ذاتی کے ساتھ کھنچے ہوئے چلے جاتے ہیں انہیں غیروں کو دیکھنے کا کہاں موقع ملتا ہے جب یار کی محبت غالب آ گئی تو اس غلبہء محبت میں وہ دائیں بائیں دیکھتے نہیں، وہ بالکل اسی طرح چلے جاتے ہیں جس طرح کوئی آنکھیں بند کر کے جاتا ہے یہاں

marfat.com

تک کہ وہ یار تک پہنچ جاتے ہیں۔

حضرات نقشبندیہ کی اکثریت مجذوب سالک ہوتی ہے یہ محبت کے رستے سفر کرتے ہیں اسی لئے ان پر جذب کا غلبہ ہوتا ہے۔ دوسرے بزرگوں پر سلوک کا غلبہ ہوتا ہے سب خدا تک پہنچتے ہیں لیکن نقشبندی حضرات کو جذبہ جلد اور زیادہ ملتا ہے اور یہ حضرت خواجہ بلاگرداں خواجہ مشکل کشا شاہ نقشبند بخاری قدس سرہٗ کی خصوصی سوغات ہے۔ جو سلسلہ نقشبندیہ کو ملی ہے کیونکہ حضرت خواجہ نقشبند نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ''اے اللہ میرے سلسلے کے مریدوں کو ابتداء میں ہی وہ کچھ دے دے جو دوسروں کو تو آخر میں دیتا ہے'' اور وہ جذبہ ہے، تو باقی سلاسل کے اندر سلوک طے کرنے کے بعد انتہاء میں جذبہ عطا کرتے ہیں اور وافر عطا کرتے ہیں جتنا چاہتے ہیں۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں مشائخ کرام مریدین کو صدقہ جاریہ کے طور پر ابتداء ہی میں اس جذبہ سے ایک گھونٹ پلا دیتے ہیں تاکہ اس کا ذوق بڑھ جائے محبت میں اضافہ ہو جائے اور سالک جلدی سفر طے کرے تو نقشبندی سالک راہ سلوک جلدی طے کرتا ہے کیونکہ جذب کی وجہ سے ان پر محبت غالب آتی ہے اور یہ اِدھر اُدھر دیکھ بھال کے منزلیں طے نہیں کرتے بلکہ آنکھیں بند کر کے پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ نقشبندیہ کے پیشوا حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہوئے ہیں اور دنیا میں ان کا سلسلہ جامیہ مشہور و معروف ہوا ہے۔ لیکن ان کے بعد ان کی تمام خانقاہیں اور تمام خلفاء کو اہل تشیع نے قتل کر دیا تھا اسی وجہ سے سلسلہ جامیہ کا شیوع نہ ہو سکا۔ حضرت مولانا عبدالرحمان جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

نقشبنداں عجب قافلہ سالارا نند
کہ بحرم می روند پنہاں قافلہ را

marfat.com

نقشبندی بزرگ ایسے قافلہ سالار ہیں کہ قافلوں کے قافلے پوشیدہ راستوں سے خدا کے ساتھ واصل کردیتے ہیں وہ پوشیدہ راستے کیا ہیں؟ جذب اور محبت کے رستے، وہ محبت کا جام پلا کر اتنی جلدی لے جاتے ہیں کہ جانے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں کیسے پہنچ گیا۔

آپ حج پہ جائیں بذریعہ ہوائی جہاز اور دوسرے لوگ حج پر بذریعہ بس جائیں تو آپ صرف چار گھنٹے میں اور دوسرے دو ماہ میں پہنچیں گے۔ آپ ہوائی جہاز میں جائیں گے تو آپ نے ہوائی جہاز میں بیٹھے رستے میں کوئی مقام نہیں دیکھا اور سیدھے جدے اترے اور مکہ مدینہ پہنچے، انہوں نے دو ماہ سفر بذریعہ بس کیا، پہلے ایران دیکھا، عراق دیکھا، سرحدیں دیکھیں، ملک دیکھے، پگڈنڈیاں دیکھیں، نشیب و فراز دیکھے، ان کی سیر تفصیلی ہوگئی، تمہاری سیر اجمالی ہوئی۔ وصول دونوں کا ایک جگہ ہوگیا، وہ دیر سے پہنچے، تم جلدی پہنچے تو گویا نقشبندی ہوائی جہاز پر بٹھا کر پہنچاتے ہیں اور دوسرے بسوں پر بٹھا کر پہنچاتے ہیں۔

❀❀❀❀

marfat.com

منہا-۱۱

طالب رابایدکہ اہتمام درنفیٔ آلہۂ باطلۂ آفاقی و انفسی نماید و درجانبِ اثباتِ معبود بر حق، ہرچہ در

طالب کو چاہئے کہ (وہ) آفاقی و انفسی باطل معبودوں کی نفی کا اہتمام کرے[1] اور معبود برحق کے اثبات کی جانب جو کچھ اس کے شعور اور وہم

طالب حق کو نصیحت

[1] زیرِ نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ چونکہ طالبِ راہِ حقیقت کا مقصود فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس لئے آفاقی اور انفسی معبودان باطلہ (خواہشات نفسانیہ)، وہم وخیال اور مراقبات و واقعات کے دوران مشاہدہ ہونے والے سب باطل معبودوں کی نفی کرنا چاہئے۔ اہل ہوا و نفس کی نفسانی خواہشات کو معبود قرار دینا آیت کریمہ اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ (الجاثیہ۴۵: ۲۳) سے ثابت ہے۔ ان سب الہۂ باطلہ کو ساقط الاعتبار سمجھ کر لا کی تیغ سے نفی کرنا چاہئے تاکہ اِلَّا اللّٰہ کے ذریعے معبودِ حقیقی جل سلطانہٗ کا اثبات ہو سکے۔

صرف زبان سے لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ دینے کا فائدہ نہیں ہوتا جب تک سالک کلمہ کے مفہوم کو اپنے قلب و باطن پر وارد نہ کرے، کلمہ طیبہ کے ذکر میں ملکہ اور رسوخ کامل حاصل کئے بغیر حقیقتاً جھوٹے خداؤں کی نفی حاصل نہ ہوگی۔ اس وقت تک سالک

marfat.com

نہ ہی سلوک کے رستہ میں قدم آگے بڑھا سکیں گے اور نہ ہی روحانی ترقی کر سکیں گے۔

سالک دورانِ ذکر تمام معبودانِ باطلہ، وہم وفہم کے خیالات، محبتِ دنیا، نفسانی خواہشات حتی کہ اپنی ذات کو لا کی تیغ کے تحت رکھے۔ الٰہ سے معبودان باطلہ، خواہشات نفس مراد ہے اور ہر چیز کی نفی کر کے فقط الا اللّٰہ کا اثبات کرے۔ اس کو ذکر نفی اثبات کہتے ہیں۔ معبودانِ باطلہ سے نجات، قربِ خداوندی کے حصول اور عقیدہ توحید کو نکھارنے کیلئے ذکر نفی اثبات ''لاموجود الا اللہ'' کے تصور سے کرنا چاہئے۔ یعنی اللہ ہی موجود ہے الا اللّٰہ میں اثبات اس کی موجودیت کا کریں نہ کہ وجودیت کا اور موجود کو حقیقی معنی میں لیں کہ موجود حقیقی صرف اللہ ہے۔ اس تصور سے ذکرِ نفی اثبات کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سالک نفسانی خواہشات اور مخالف شرع امور سے خلاصی پالیتا ہے۔ حقیقت کی یافت ہو جاتی ہے، دولتِ اخلاص میسر آ جاتی ہے۔ سالک کو تجلیات کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اور وہ قرب خداوندی کے رستے پر گامزن ہو کر مرتبۂ احسان کو حاصل کر لیتا ہے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

اس مقام پر سالک کا علم استدلالی، علم کشفی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ اسلام تقلیدی سے اسلام تحقیقی تک جا پہنچتا ہے

تا بجاروبِ لا نروبی راہ
نہ رسی در سرائے الا اللّٰہ

marfat.com

حوصلہٗ فہم و وہم اودر آید آنرا نیز درتحتِ نفی داخل

کے حوصلہ میں آئے اس کو بھی نفی کے تحت داخل کرے اور اسی (معبود برحق) کی

سازد و اکتفا بموجودیّتِ آں نماید۔ اگرچہ وجود

موجودیت پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اس مقام پر وجود

را ہم دراں موطن گنجائش نیست۔

کی بھی گنجائش نہیں ہے[۲]

۲ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ سالک ہر ما سوی اللہ کی نفی کرے اور اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے پر اکتفا کرے۔ اسی لئے صوفیاء نفی اثبات کے ذکر کے دوران لا موجود الا اللّٰہ کے تصور سے بھی ذکر کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔

اس منہا میں آپ یہ مسئلہ سمجھا رہے ہیں کہ طالب جب نفی اثبات کا ذکر کرے تو اس میں نفی کی جہت کو نافذ کرے۔ ہر ماسویٰ اللہ پر لائے نفی کی تلوار چلائے۔ تمام معبودان باطلہ کی نفی اور فقط ایک ذات ''اللہ'' کی موجودیت کا اثبات کرے اور اس میں وجود کی گنجائش بھی نہ رکھے۔

marfat.com

ماورائے وجود باید طلبید۔ علمائے اہل سنت زیبا گفتہ

(ذات حق کو) وجود سے ماوراء تلاش کرنا چاہیے [۳] علمائے اہل سنت

اند کہ وجودِ واجب تعالیٰ زائد است بر ذات او سبحانہ۔

نے خوب کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود زائد ہے اس سبحانہٗ کی ذات

وجود را عینِ ذات گفتن وورائے وجود امر دیگر اثبات

پر۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود سے وراء کسی دوسری بات کا

ناکردن از قصور نظر است۔

اثبات نہ کرنا نظر کا قصور ہے۔

حق تعالیٰ وجود سے ماوراء ہے

۳ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ طالب کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو وجود سے بھی ماوراء تلاش کرنا چاہیے۔ وجود عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''ہونا'' کسی کا ہونا وجود کہلاتا ہے۔ چونکہ وجود اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور صفت عین ذات نہیں بلکہ زائد بر ذات لیکن قائم بالذات ہوتی ہے اور صفت کا وجود خارج میں ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں:

واجب تعالیٰ کا وجود جمہور متکلمین کے نزدیک اس کی ذات عز شانہ' پر زائد ہے اور حکماء...... شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض صوفیاء کے نزدیک، یہ وجود عین ذات ہے۔ اس فقیر کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ واجب تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ...... برخلاف باقی موجودات کے، کہ وہ سب وجود کے

marfat.com

ساتھ موجود ہیں۔(معارف لدنیہ معرفت:۱۴)

یاد رہے کہ حضرت ابن عربی قدس سرہ' کا مؤقف یہ ہے کہ جس طرح ذات اور صفات ایک دوسرے کا عین ہیں ایسے ہی وجود اور موجود ایک دوسرے کا عین ہیں یعنی کائنات اور ذات (اللہ) ایک ہے اور یہی حضرت ابن العربی قدس سرہ' کے نظریۂ وحدت الوجود کی بنیاد ہے۔

جب کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ' کا مؤقف یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک نہیں، وجود اور موجود ایک دوسرے کا عین نہیں، وجود میں کثرت ہے اور موجود میں وحدت ہے اور وہ ذاتِ حق ہے اس لئے وحدت الوجود کی بجائے اگر وحدت الموجود کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے، اسی کو حضرت امام ربانی کا پیش فرمودہ نظریہء توحید ''وحدۃ الشہود'' کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن العربی کا مؤقف یہ ہے کہ وجودِ واحد کے سوا کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ جبکہ حضرت امام ربانی کے نزدیک ایک وجود کے سوا کچھ نظر نہ آنا یہ نظر کا قصور ہے، کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں، جیسے کہ جب آسمان ابر آلود ہو تو آفتاب نظر نہیں آتا لیکن ہوتا ہے۔ چونکہ غلبہء شہود کی بنا پر کوئی شئی نظر نہیں آتی، جیسے سورج کی روشنی کے سامنے ستارے وغیرہ ماند پڑ جاتے ہیں ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ کی موجودیت کا سورج سالک کو مشہود ہوتا ہے تو وجود کائنات ہونے کے باوجود، نظر نہیں آتا اسی کو ''وحدۃ الشہود'' کہتے ہیں۔

marfat.com

قالَ الشیخُ علاءُ الدولة "فوقَ عالَمِ الوجودِ عالَمُ الملکِ الودود"

حضرت شیخ علاؤالدولہ فرماتے ہیں ملک ودود کا عالم، عالم وجود سے بالا ہے ۴

۴ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے پہلے کشفی طور پر جمہور متکلمین اہلسنت کے عقیدہ کو ثابت کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ زائد بر ذات ہے۔ اب جامع شریعت وطریقت حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو" فَوقَ عَالَمِ الوُجُودِ عَالَمُ المَلِکِ الوَدُودِ "یعنی شہنشاہِ ودود جل سلطانہٗ کا عالم، عالم وجود سے بالا ہے۔

مذکورہ قول گرامی میں وجود اور ودود کو ہم وزن تزئین جملہ کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وجود کائنات، ذات ودود جل سلطانہٗ کا عین نہیں کیونکہ ذاتِ ودود (حق تعالیٰ) کا عین کہنا ہمہ اوست ہے۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ نے اس نظریہ کے مقابلے میں ہمہ از اوست کا نظریہ پیش فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک نہیں بلکہ کائنات ذات کے اسماء وصفات کے ظلال کا مظہر ہے۔ بعدازیں اس نظریہ کو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے کشف وتحقیق کے ذریعے مؤید ومؤکد فرمایا جس کی کماحقہٗ آج تک کوئی تردید نہیں کرسکا۔

حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد اور کنیت ابوالمکارم ہے اور آپ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۶۵۹ھ میں متولد ہوئے۔ آپ کی اصل سلاطینِ سمنان سے ہے۔ پندرہ سال کی عمر میں سلطانِ وقت کے دربار سے وابستہ ہوئے۔ دوران جنگ جب سلطان دشمن سے نبرد آزما تھا کہ آپ میں جذب کی کیفیت

marfat.com

پیدا ہو گئی۔ آپ ترک تعلق کر کے حضرت شیخ نور الدین عبد الرحمٰن کسرقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغداد حاضر ہوئے جنہیں طریق سلوک کا امام ہونے کی وجہ سے کشف و دقائق پر پورا کمال حاصل تھا۔ آپ نے خانقاہ سکا کیہ میں سولہ سال بسر کیے۔ آپ اپنے دور کے بہت بڑے شیخ اور علوم شریعت وطریقت کے امام تھے۔ حضرت ابن العربی کے نظریۂ وحدت الوجود پر آپ نے ان کی شدید علمی مخالفت فرمائی، دراصل ابتداء میں آپ نے ہی توحیدِ شہودی کے شرعی معارف وحقائق کو بیان فرمایا تھا۔

حضرت امام ربانی، حضرت ابن العربی کے علوم توحید کے مقابلے میں حضرت شیخ سمنانی کے توحیدی علوم ومعارف کے ساتھ متفق ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ حضرت شیخ سمنانی، حضرت ابن العربی پر ملامت کرتے ہیں اور حضرت امام ربانی ان پر ملامت نہیں کرتے۔ کیونکہ کچھ عرصہ آپ حضرت ابن العربی کے معارف توحیدی کے قائل رہے ہیں بلکہ بر بنائے خوش اعتقادی تاویل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معارف حضرت ابن عربی کے احوال ہیں نہ کہ عقائد۔ نیز ان کی خطائے کشفی کو خطائے اجتہادی کی مانند قرار دیتے ہیں۔

حضرت شیخ سمنانی نے حضرت ابن العربی کے شریعت مطہرہ سے بظاہر متصادم علوم ومعارف کے متعلق سخت اختلاف کے باوجود ان کی بزرگی اور ان کے روحانی کمال کا اعتراف بھی فرمایا ہے۔ اس لئے آپ انہیں اَیُّھَا الصِّدِّیْق ،اَیُّھَا الْمُقَرِّبُ ، اَیُّھَا الْوَلِیُّ جیسے القابات سے مخاطب کرتے ہیں۔

ایک درویش نے حضرت شیخ سمنانی سے دریافت کیا کہ حضرت ابن العربی نے خدا کو وجود مطلق کہا ہے، کیا قیامت کے روز ان سے اس بات پر مواخذہ ہوگا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا میں اس قسم کی باتوں کو بالکل اپنی زبان پر نہیں لانا چاہتا، کاش وہ ایسا نہ کہتے کیونکہ مشکل بات کا کہنا جائز نہیں لیکن جب کہہ دی گئی تو پھر اس کی تاویل کرنا

marfat.com

ضروری ہے تاکہ درویشوں کے دل میں شبہات پیدا نہ ہوں اور وہ بزرگوں کے بارے میں بے اعتقاد نہ ہوں۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام عمداً گناہ کے صدور سے معصوم ہیں اور اولیاء عظام گناہ کی زلت سے محفوظ! ......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اِنْ تَغْفِرُ اللّٰھُمَّ فَاغْفِرْ جَمًّا وَاَیُّ عَبْدٍ لَّکَ لَا اَلَمَّا (المستدرک للحاکم، الرقم: ۱۸۰) یعنی اے پروردگار! تو اپنے فضل وکرم سے سب کو بخش دے تیرا کونسا بندہ ہے جو گناہگار نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس عاجز کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ بندہ خود کو مجرم اور قصوروار نہ سمجھے۔ (نفحات الانس)

آپ کا وصال بعمر ۷۷ سال شب جمعہ ۲ رجب ۷۳۶ھ صوفی آباد میں ہوا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

marfat.com

ایں درویش را چوں از عالم وجود بالا گذرانید ند تا چند گاه

اس درویش کو جب عالم وجود سے بالا گذارا گیا[۵] جتنا عرصہ مغلوب الحال

که مغلوب حال بود خود را از روئے علمِ تقلیدی از اہلِ اسلام

رہا اپنے آپ کو علم تقلیدی کے اعتبار سے اہل اسلام میں شمار کرتا

می شمُرد بالجملہ ہرچه در حوصله ممکن درآید بطریق

رہا۔ الختصر جو ممکن کے شعور میں آئے وہ بطریق

اولیٰ ممکن باشد۔

اولیٰ ممکن ہی ہے۔ [۶]

حضرت امام ربانی اور عالم وجود

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بھی ابتدائے سلوک میں غلبہ حال کی بنا پر وجود کو عین موجود قرار دیا تھا مگر جب آپ کو عالم وجود سے اوپر عروج نصیب ہوا تو آپ نے اس قول سے رجوع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ رقمطراز ہیں:

وآنچه این فقیر در بعضے مکاتیب خود نوشته است که حقیقت حضرت حق سبحانه وتعالیٰ وجودِ محض است از نارسائی خود نوشته است بحقیقت این معامله وازین قبیل است بعضے از معارفِ که درتوحید وجودی وغیرآن نوشته سرّش عدم اطلاع بوده است برحقیقت کار وچون از حقیقت کار آگاه ساختند۔ آنچه درابتداء ووسط نوشته و گفته نادم

marfat.com

ومستغفر گشت (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:۲۶۰)

ترجمہ: اور جو کچھ اس فقیر نے اپنے بعض مکاتیب میں لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی حقیقت ''وجود محض'' ہے، وہ اس معاملہ کی حقیقت تک اپنی نارسائی کے باعث لکھا گیا ہے اور وہ بعض معارف جو توحید وجودی کے بارے میں لکھے ہیں، وہ بھی اسی قسم سے ہیں ان کا راز بھی عدم اطلاع کی وجہ سے ہے، اب جب اس معاملہ کی اصل حقیقت سے آگاہی ہوگئی ہے تو جو کچھ ابتداء، اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس پر نادم ہوا اور استغفار کیا۔

ابتدائے سلوک میں عالم وجود سے وراء روحانی سیر سے قبل آپ کا اسلام تقلیدی تھا۔ دراصل اسلام کی دو قسمیں ہیں۔

اسلام تقلیدی اور اسلام تحقیقی

فنائے ذات اور تزکیۂ نفس سے پہلے سالک کا اسلام تقلیدی ہوتا ہے۔ اس قسم کے اسلام کے زائل ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جبکہ فنائے ذات و تزکیہ نفس اور مقام مشاہدہ تک رسائی کے بعد سالک اسلام تحقیقی سے بہرہ یاب ہوتا ہے، اسلام کی یہ قسم زوال سے محفوظ ہوتی ہے۔

۶۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ممکن کے آئینے، حوصلے اور ظرف میں آئے گا، بطریق اولیٰ ممکن ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ ذات و کائنات میں عینیت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ممکن واجب ہوگیا اور واجب ممکن ہوگیا اب سوال یہ ہے کہ واجب (حق تعالیٰ) ممکن (مخلوق) کے آئینے میں آئے تو واجب کیسے رہا؟ کیونکہ جو ممکن کے آئینے میں آئے گا وہ ممکن ہی کہلائے گا۔

اگر کائنات اور ذات کو ایک دوسرے کا عین قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ممکن واجب ہوگیا اور واجب ممکن ہوگیا...... حالانکہ ممکنات اور کائنات کے ظرف میں جو کچھ آئے گا وہ محدود اور مقید ہو جائے گا اور واجب تعالیٰ حدود و قیود اور ثغور سے

marfat.com

فسبحان من لم یجعل للخلق الیه سبیلاً الا بالعجزِ عن معرفته

پس پاک ہے وہ ذات جس نے نہیں بنائی کوئی راہ مخلوق کیلئے اپنی طرف ماسوائے

گمان نکنند که ازیں فنا فی اللّٰه وبقا باللّٰه ممکن واجب گردد

اپنی معرفت سے عجز کے ے گمان نہ کریں کہ اس فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ممکن

چه آں محال است ، ومستلزم قلب حقایق

واجب ہوگیا کیونکہ یہ محال ہے اور قلب حقائق کو مستلزم (ہے) ۸

وراء ہے۔ کیونکہ جو محدود و ممکن میں آئے گا وہ بدرجہ اتم محدود اور ممکن ہوگا لہٰذا حق تعالیٰ ممکنات اور کائنات کی حدود سے وراء اور پاک ہے۔

ے اس لئے سالک کو واجب تعالیٰ کا جتنا بھی قرب نصیب ہوگا وہ اتنا ہی ذات کی کنہہ، یافت اور ادراک کی معرفت سے قاصر اور عاجز آ جائے گا۔ حضرت ابن العربی اور حضرت امام ربانی کا معرفتِ ذات کے متعلق اختلاف ہے۔

حضرت ابن عربی کا تصور معرفت

حضرت ابن العربی کا مؤقف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت ممکن ہے بایں معنی کہ سالک کو ذات کا علم اور ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں ذات کا علم وادراک ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: فَمِنَّا مَنْ جَهِلَ فِیْ عِلْمِهٖ فَقَالَ وَالْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ وَمِنَّا مَنْ عَلِمَ (کلمۂ شیثیہ فصوص الحکم) اور جس شخص نے یہ کہا کہ ہم اس کی معرفت سے عاجز ہیں اس نے اپنی جہالت کا اقرار کیا ہے۔

marfat.com

پس چوں ممکن واجب نگردد غیر از عجز از ادراک

پس جب ممکن واجب نہیں ہو سکتا تو واجب تعالیٰ کے ادراک سے درماندگی

واجب تعالیٰ نصیب ممکن نباشد ۔

کے سوا ممکن کو کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں

عنقا کسی کے شکار میں نہیں آتا جال اٹھا لو

کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

کیونکہ اس جگہ ہمیشہ ہوا ہاتھ میں آتی ہے جال کے

حضرت امام ربانی کا تصور معرفت

آپ کا مؤقف یہ ہے کہ بندے کے لئے ذات کی کنہہ کا ادراک ممکن نہیں اور ذات کی معرفت یہی ہے کہ اس کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف واقرار کر لیا جائے۔ اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْإِدْرَاكِ إِدْرَاكٌ (مرقات: ۱/۲۶۴) کے قائل کی طرف جہالت کی نسبت کرنا بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے جو اس امت کے سب سے پہلے صوفی، عارف اور افضل البشر بعد الانبیاء (عقائد نسفی) ہیں۔ شتان بینھما ان دونوں نظریوں میں کس قدر فرق ہے۔

۸ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ ایک سوال کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں کہ کیا سالک فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد رب ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ کا قول ہے فَوَقْتاً يَكُوْنُ الْعَبْدُ رَبًّا بِلَاشَكٍّ (فصوص الحکم کلمہ اسحاقیہ)

marfat.com

حضرت امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ فنا اور بقا کے بعد ممکن واجب نہیں ہوتا۔ بندہ، خدا نہیں بنتا بلکہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد بھی بندہ، بندہ ہی رہتا ہے اور اللہ، اللہ ہی رہتا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ ممکن واجب ہو جائے ورنہ قلب حقائق لازم آتا ہے۔ البتہ فنا و بقا کے بعد بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

جب فنا و بقا کے بعد ممکن، ممکن ہی رہتا ہے اور واجب، واجب ہی رہتا ہے تو ممکن (سالک) کو واجب کے ادراک سے عاجز آنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس لئے عینیت کے قول سے اجتناب کرنا چاہیے اور ذات حق جل سلطانہ کو ممکنات اور کائنات سے وراء ڈھونڈنا چاہیے۔

تیری تلاش میں پھروں جنگل پہاڑ دشت میں
نہ ہی تیرا پتہ چلا نہ ہی تیری نشانیاں

کیونکہ ذات کی معرفت ایک ایسا بھنور اور گرداب ہے جس میں ہزاروں کشتیاں یوں غرق ہو گئیں کہ آج تک ان کا کوئی سراغ بھی نہیں مل سکا۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

marfat.com

بلند ہمتی ہمیں طور مطلب را می خواہد کہ ہیچ از

بلند ہمتی اسی مطلب کو چاہتی ہے کہ کچھ (بھی) اس (ذات حق) کا

و بدست نیاید، وہیچ نام ونشان ازو پیدا نشود۔

ہاتھ نہ آئے اور اس (ذات) کا کوئی نام و نشان ظاہر نہ ہو ۔

جمعے ہستند کہ مطلبے می خواہند ، کہ آں را عین خود

ایک جماعت ایسی ہے جو یہ مطلب چاہتی ہے کہ اس (ذات) کو اپنا عین

یا بند، وقرب ومعیت باو پیدا سازند

پائیں اور اس (ذات) کے ساتھ قرب اور معیت پیدا کرلیں۔ ؏

آں ایشا نند ومن چنینم یارب

وہ یوں ہیں اور میں اس طرح ہوں اے میرے رب

مسئلہ عینیت

؏ صوفیاء کا ایک گروہ ممکن کو واجب قرار دے کر عینیت کا قول کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ کا قول ہے۔

فَاَنْتَ عَبْدٌ وَاَنْتَ رَبٌّ.......... وَاَنْتَ رَبٌّ وَاَنْتَ عَبْدٌ

یعنی تو ہی بندہ ہے اور تو ہی رب ہے..... اور تو ہی رب ہے اور تو ہی بندہ ہے

لہٰذا انہوں نے وجود کو حقیقت واحدہ قرار دے کر کہا کہ چونکہ کوئی شئی اپنی ذات کی ضد نہیں ہوتی ۔ پس حق تعالیٰ ہی رہا کوئی دوسری چیز نہ رہی اس لئے نہ کوئی ملا ہوا رہا اور نہ ہی کوئی جدا ہونے والا رہا۔ جیسا کہ فصوص الحکم میں ہے فَاِنَّ الْوُجُوْدَ حَقِيْقَةٌ وَاحِدَةٌ وَالشَّیْءُ لَایُضَادُّ نَفْسَهٗ

marfat.com

فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا الْحَقُّ لَمْ يَبْقَ كَائِنٌ
فَمَا ثَمَّهٗ مَوْصُوْلٌ وَمَا ثَمَّهٗ بَائِنٌ

(کلمہ اسماعیلیہ)

عینیت کی بنا پر ہی قرب ومعیت ذاتی زمانی ومکانی کا قول کیا جاتا ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک قرب واحاطہ ومعیت، ذاتی نہیں بلکہ علمی اور بے کیفی ہے اور یہی علمائے اہلسنت وجماعت کا مؤقف ہے جونصوص محکمات سے ثابت ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَقَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (الطلاق ۶۵:۱۲) اور وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيْطًا (النساء ۴:۱۲۶) سے عیاں ہے۔

واضح رہے کہ فنائے ذات بھی ہے اور فنائے تجلیات بھی، فناء کے کئی درجات ہیں فنائے ذات کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ کوئی مشخص شخصیت ہے اور اس کی ذات کے اندر بندہ اس طرح فناء ہو کے داخل ہوگیا ہے جس طرح پانی میں سیاہی ملادیں یا جس طرح پھول میں خوشبو سمائی ہوئی ہے۔ فنائیت کے یہ معنی نہیں ہیں، فنائیت کا مطلب صرف یہ ذہن میں رکھیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کا پابند ہو جائے اور اللہ کے احکام اور اس کی منشاء کے خلاف کچھ کرنے کا شوق ہی نہ رہے، انسان از خود اللہ کی رضا میں ہی چلے یہ فنا ہے۔ فنا کا معنی کسی میں داخل، خارج ہونا یا کسی کے اندر شامل ہو کے کشتہ بن جانا نہیں ہے، جس طرح حکیم حضرات دوائیاں ملا کے کشتے بنا کے دوائیوں کو کشتے میں فنا کر دیتے ہیں اور وہ دوائیاں عین کشتہ بن جاتی ہیں ایسا نہیں ہوتا جو صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ ممکن واجب ہوگیا ہے بندہ خدا ہوگیا ہے جس طرح لوہا آگ میں جا کے آگ ہوگیا ہے یہ کوتاہ نظری کی باتیں ہیں، حقیقت یہ نہیں۔ فنا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی بندے پر اس طرح غالب آجائے کہ اپنی مرضی نہ

marfat.com

رہے اور جو کام کرے اللہ کیلئے کرے، اس میں اپنی غرض شامل نہ ہو، یہ فنا ہے۔ جب فنائے مطلق حاصل ہوگئی تو اس کے بعد جو کچھ ہے وہ بقا ہی ہے یعنی بندہ اپنی صفات سے فنا ہو گیا ہے یہ فنا ہے اور اللہ کی صفات کے ساتھ باقی ہو گیا ہے، یہ بقاباللہ ہے یعنی اپنی صفات نہیں رہتیں بلکہ اللہ کی صفات اس پر غالب آ جاتی ہیں۔ جب اپنی صفات نہ رہیں تو یہ فنا ہے اور جب بندے پر اللہ کی صفتیں غالب آ جائیں، یہ بقا ہے تو اپنے آپ سے فانی ہونا، اللہ کے ساتھ باقی ہونا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ فنافی اللہ اور بقاباللہ کے بعد بندہ اللہ ہو جاتا ہے اور ممکن واجب ہو جاتا ہے جیسے لوہا بھٹی میں رکھیں تو آگ ہو جاتا ہے، یہ ان کی کوتاہ نظری ہے۔ ایسا نہیں ہوا اللہ اللہ ہے، بندہ بندہ ہے، فنائیت اور بقائیت اپنی صفات سے مغلوب ہونے اور اللہ کی صفات میں گم ہونے کا نام ہے نہ کہ عین ذات ہو جانے کا نام ہے۔

آفاق اور انفس

صوفیاء کہتے ہیں مطلوب کو پہلے آفاق میں تلاش کرو۔ اس لئے پہلے وہ سیر آفاقی کراتے ہیں اس کے بعد سیر انفسی ہوتی ہے۔ جب مطلوب کی تلاش میں نکلتے ہیں تو پہلے جو چیز سامنے آتی ہے وہ آفاق ہے کہ شائد مطلوب آفاق میں مل جائے۔ تو بندے پر کچھ تجلیات سیر آفاقی میں وارد ہوتی ہیں اور وہ اکثر تجلیات صوری و آثاری ہوتی ہیں سیر آفاقی میں یک گونہ معرفت کی ابتداء ہو جاتی ہے لیکن یہ معرفت و سیر ناقص ہوتی ہے جب انسان اس حقیقت سے مطلع ہو جاتا ہے کہ آفاق کو اس ذات حق کے ساتھ کوئی نسبت نہیں تو پھر صوفیاء کہتے ہیں اس ذات کو، انفس میں تلاش کرنا چاہئے پھر انفس میں چلے جاتے ہیں سیر انفسی، جس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ بعض بزرگ اسی پر ہی

marfat.com

اکتفا اور قناعت کر کے کہتے ہیں۔

یار تے تیرے اندر وسدا تینوں ایویں پین پلیکھے
او تے کول تیرے نت رہندا اے، جیہد ا شور چو فیرے پیندا اے

ان کی معرفت یہاں تک جا کے ختم ہو جاتی ہے۔ یار میرے اندر، بس یہیں پھنسے رہتے ہیں اور بہت سارے کامل اولیاء بھی اسی مقام انفس میں پھنسے رہتے ہیں۔ ایک مقام حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہما پر بھی ایسا آیا تھا کہ انہوں نے کہا تھا، مطلوب کو انفس میں تلاش کرنا چاہئے وہ انفس میں ملتا ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد ان دونوں بزرگ حضرات کا حال بدلا تو دونوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ مطلوب نہ آفاق میں ملا ہے نہ انفس میں۔ اس کو آفاق وانفس سے وراء تلاش کرنا چاہئے کیونکہ آفاق وانفس محدود آئینے ہیں اور وہ لامحدود ہے۔ لامحدود کو محدود کے آئینوں میں نہیں پایا جاسکتا۔ واجب کو ممکن کے آئینے میں نہیں دیکھا جاسکتا۔ لہٰذا یہ سارے آئینے توڑو، آفاق کے بھی اور انفس کے بھی اور مطلوب کو اس سے وراء تلاش کرو۔ جب وراء الوراء سیر کی تو یوں گویا ہوئے آفاق میں ذوق ملا، انفس میں یافت ملی اور جب آفاق وانفس سے آگے گئے تو یافت بھی گم ہوگئی، جو پایا تھا وہ بھی گم ہو گیا۔

اب مرتبہ عجز و جہالت اور مقام حیرت آیا اور یوں گویا ہوئے۔

''اس کا نہ ملنا ہی اس کا ملنا ہے''۔ بس جب یافت بھی گم ہو جائے تو اس کو کہتے ہیں جہل اور حیرت، جہل بمعنی معروف جہالت نہیں، یہ جہل اس معنی میں ہے کہ اللہ کی معرفت سے عجز جہل ہے۔ آخری معرفت یہی ہے جیسا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمادیا: العجز عن درك الادراك ادراك اس کی معرفت یہی ہے کہ اس کی معرفت ہو نہیں سکتی۔

marfat.com

منہا-۱۲

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرمودہ

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں کہ مشائخ میں

اند کہ آئینۂ ہر یك از مشائخ را دوجہت ست وآئینۂ

سے ہر کسی کے آئینہ کی دو جہتیں ہیں اور میرے آئینہ کی

مرا شش جہت

چھ جہات (ہیں)۔ ۱؎

جہات قلب

۱؎ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز یہاں امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہُ الساری کے ایک ارشاد گرامی کی توضیح فرمارہے ہیں کہ سلاسل طریقت کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے آئینہ قلب کی دو جہتیں ہوتی ہے جبکہ میرے آئینہ کی چھ جہات ہیں۔

marfat.com

مـانـا کہ ایں کلمۂ قدسیہ را تا ایں زمان ہیچ یکے از خلفائے

یقیناً[۲] اس پاکیزہ کلمہ کو اس وقت تک اس بزرگ خانوادہ کے خلفاء میں سے کسی

ایں خانوادۂ بزرگ بیان نکردہ است، بلکہ باشارہ و رمز ہم

نے بیان نہیں کیا ہے بلکہ اشارہ اور کنایہ سے بھی اس بارے میں کوئی

دراں باب سخن نراندہ ۔ایں حقیر قلیل البضاعۃ راچہ رسد کہ

بات نہیں کی۔ اس حقیر اور کم مایہ کو کیا (حق) پہنچتا ہے کہ اس (کلمہ فرمودہ) کی

درشرح آں اقدام نماید و در کشف آں، زبان کشاید ۔اماچوں

شرح میں پیش دستی کرے اور اس کے کشف میں زبان کھولے[۳] لیکن جب

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بمحض فضلِ خویش سر ایں

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس معما کا راز اس

معمّا را براِیں حقیر بکشود، وحقیقت آں کما ینبغی وا نمود

حقیر پر کھول دیا اور اس کی حقیقت جیساکہ چاہیے تھی ظاہر کر دی

بخاطر ریخت کہ ایں دُرّمکنون را بہ بنانِ بیان در

دل میں آیا کہ اس گوہر پوشیدہ کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لڑی میں

[۲] لفظ ''مانا'' فارسی زبان میں دو معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ایک ''شاید'' اور دوسرا ''یقیناً''۔ اگر شاید کا معنی لیں تو اس میں قدرے شبہ پایا جاتا ہے اور جب یقین کے معنی میں لیں تو شبہ ساکت ہو جاتا ہے، بات یقینی ہو جاتی ہے۔ زیرِ نظر منہا میں یقین کا پہلو ہی غالب ہے اس لئے ترجمہ میں ''مانا'' کا معنی یقیناً ہی کیا گیا ہے۔

marfat.com

۳ طریقت نقشبندیہ کے خلفاء میں سے کسی خلیفہ مکرم نے بھی حضرت خواجہ بزرگ کے اس کلمہ قدسیہ کے متعلق اشارۃً یا کنایۃً، اجمالاً یا تفصیلاً کوئی کلام نہیں فرمائی غالباً عدمِ فہم کی وجہ سے خاموش رہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے بطور عاجزی وکسر نفسی اپنے آپ کو قلیل البضاعۃ تحریر فرمایا ہے جس سے مراد، دوں ہمت، کم علم اور بے عمل وغیرہا مفہوم ہوتا ہے۔ جبکہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ العزیز نے آپ کے متعلق کثیر العلم اور قوی العمل لکھا نیز آپ کے علم وعمل کا زمانہ معترف ہے جس پر آپ کی تصانیف لطیفہ اور مکتوبات شریفہ شاہد عادل ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے استاد گرامی حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے دور کے جلیل القدر، علماء، فضلاء، صوفیاء، اتقیاء، اقطاب واغیاث کے ملجاو ماویٰ تھے۔ کس قدر عالی ظرف اور عظیم تر تھے وہ لوگ جو علم وفضل اور تقوی وعمل کے پہاڑ تھے، مگر از راہ عجز وانکسار خود کو فقیر، حقیر پر تقصیر اور قلیل البضاعۃ وغیرہا جیسے الفاظ اور القاب سے پکارتے تھے کہ کہیں شیطانی تصرفات اور نفسانی خواہشات راہ راست سے ہٹا نہ دیں۔ آپ کا یہ اندازِ تحریر موجودہ دور کے ارباب علم وفضل کیلئے سبق آموز ہے۔ ورنہ علم وفضل کی وجہ سے انسان میں تکبر، رعونت، خود پسندی، دعویٰ و تعلّی جیسے روحانی واخلاقی امراض جنم لیتے ہیں جو روحانیت کے حصول اور بارگاہ قدس تک وصول کیلئے حجاب اکبر کا باعث ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ سبحانہ بقول مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ

علم را بر تن زنی مارے بود ... علم را بر دل زنی یارے بود
صد کتب صد ورق در نار کن ... روئے دل را جانبِ دلدار کن

marfat.com

سلکِ تحریر کشد وبزبان ترجمان درحیز تقریر آرد۔

پرو دے اور زبان ترجمان کے ساتھ تقریر کے مقام میں لے آئے ؀

بعدازادائے استخارہ شروعے دراں باب نمودہ آمد۔ وَالْمَسْئُوْلُ

استخارہ ادا کرنے کے بعد اس باب میں شروع ہوا اور اللہ سبحانہ سے عصمت اور

مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہُ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ

توفیق کا سوال ہے۔ ؁

عنایتِ رحمانی برحضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز

؀ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جلیل القدر خلفائے نقشبندیہ نے اس کلمہ قدسیہ کی شرح بیان نہیں فرمائی تو مجھ قلیل البضاعۃ کی کیا مجال کہ اس کی شرح تحریر کروں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس لاینحل عقدہ کے راز کو میرے قلب پر القاء فرمادیا ہے، اس لئے اب میں اس پوشیدہ راز کو سلک تحریر میں پرورہا ہوں۔

؁ بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ جب ان پر کوئی کشف، واقعہ یا خواب میں کوئی پوشید اسرار کھلتے ہیں تو انہیں تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنے یا احاطہ تحریر میں لانے سے قبل استخارہ کرتے ہیں۔ جب استخارہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم ہوجائے تو اس راز کو بیان کردیتے ہیں۔ پس پردہ یہ حکمت کارفرما ہوتی ہے کہ اس میں بے شمار انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کا ذریعہ پنہاں ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز استخارہ کے بعد حق تعالیٰ سے غلطی سے بچنے اور اس راز کے کھولنے کی توفیق و استعداد مانگ رہے ہیں۔

marfat.com

باید دانست کہ مراد از آئینہ ، قلب عارف ست کہ

جاننا چاہئے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو برزخ ہے روح

برزخ ست بین الروح والنفس و ازدوجہت ، جہۃ

اور نفس کے درمیان اور دو جہت سے جہت

روح وجہۃ نفس مراد داشتہ اند۔

روح اور جہت نفس مراد لیتے ہیں ؎

حضرت امام ربانی اور آئینہ قلب

؎ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس کلمہ قدسیہ کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ آئینہ سے عام لوگوں کا قلب نہیں بلکہ قلبِ عارف مراد ہے اور عارف کا قلب روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اس دورخے حجاب اور پردے کو کہا جاتا ہے جو ایک طرف سے لیتا اور دوسری طرف دیتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امکان اور وجوب ، خالق اور مخلوق کے درمیان برزخ ہیں۔ آپ جہتِ نورانیت کے اعتبار سے حق تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں اور جہت بشریت کے اعتبار سے مخلوق کو فیض دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو برزخ البرازخ اور برزخ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا

ایسے ہی دیگچی میں پانی ڈال کر گرم کرنے کیلئے جب اسے چولہے پر رکھ دیا جاتا ہے تو دیگچی کا نچلہ حصہ (تلا) پانی اور آگ کے درمیان برزخ کا کام کرتا

marfat.com

ہے، آگ سے حرارت وصول کر کے پانی کو دیتا ہے۔ یونہی قلب، روح اور نفس کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے جو فیض روح پر نازل ہوتا ہے قلب اس فیض کو روح سے لے کر نفس کو دیتا رہتا ہے۔

قلب صنوبری

مضغہ گوشت کو قلب صنوبری بھی کہا جاتا ہے۔ قلب صنوبری، قلب نوری کیلئے ظرف کی مانند ہے جو بشری کثافت اور گناہوں کی غلاظت کی وجہ سے کثیف اور غلیظ ہو جاتا ہے اور نفس، اپنی فطری شرارت کی وجہ سے بھی شریر اور کثیف ہے تو قلبِ عارف مصفی اور مزکی ہونے کی بنا پر مضغہ گوشت اور نفس دونوں کو فیض دے کر لطیف بنا تا رہتا ہے یوں قلبِ عارف روح اور نفس کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے۔

marfat.com

پس مشائخ را در وقتِ وصول بمقام قلب ہر دو جہتِ آں

پس مشائخ کو مقام قلب میں وصول کے وقت اس کی دو جہتیں منکشف

منکشف می گردد، وعلوم ومعارفِ آں ہر دو مقام کہ مناسب

ہو جاتی ہیں ے اور ان دو مقاموں کے علوم و معارف جو قلب کے مناسب

قلب است فائض می شود بخلافِ طریقے کہ حضرتِ خواجہ

ہیں فائض ہوتے ہیں بخلاف اس طریقے کے کہ حضرت خواجہ جس

ے یہاں مشائخ سے مراد مطلق مشائخ ہیں یعنی دیگر سلاسل طریقت کے علاوہ مشائخ نقشبندیہ بھی مراد ہیں کیونکہ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ قدس جل سلطانہ' میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور وہ مقام محبوبیت ہے۔ مقام قلب کا یہ راز حضرت شاہ نقشبند کے بعد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مشائخ میں سے کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔ (والحمد للہ علیٰ ذالک)

مشائخ جب واصل باللہ ہوتے ہیں تو وصل کے متعدد درجات میں سے مقام قلب کے درجہ پر پہنچ کر آئینہ قلب کی دو جہتیں (روح اور نفس) منکشف ہو جاتی ہیں تو قلب سے مناسبت رکھنے والے دو جہتوں کے علوم و معارف روح اور نفس پر وارد ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ شاہ نقشبند قدس سرہ' جس طریقہ کے ساتھ ممتاز ہیں وہ یہ ہے کہ دیگر مشائخ کی نہایت آپ کی بدایت ہے اور اس فرمان عالی سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے جس کے متعلق آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ''ما نہایت را در بدایت درج ساختیم'' ہم نے نہایت کو بدایت (ابتداء) میں درج کر دیا ہے یعنی جہاں سے دیگر سلاسل کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے سلسلہ نقشبندیہ کی ابتدا ہوتی ہے مگر یہ فضیلت جزوی اور صوری ہے۔

marfat.com

بآں ممتازند، ونہایت دراں موطن دربدایۃ مندرج است

کے ساتھ ممتاز ہیں اور اس مقام کی انتہاء ابتداء میں درج ہے کہ قلب

آئینہ قلب را دراں طریق شش جہت پیدا می شود۔

کے آئینہ کی اس طریقہ میں چھ جہتیں ظاہر ہو جاتی ہیں

بیانش آن ست کہ براکابر ایں طریقہ علیّہ منکشف

اس کا بیان یہ ہے کہ اس بلند طریقہ کے اکابر پر منکشف کیا گیا ہے

گردانیدہ اند کہ ہرچہ در کلیّۃ افراد انسانی ثابت ست،از

کہ جو کچھ افراد انسانی کی کلیت میں ثابت ہے چھ لطائف

لطائف ستہ در قلب تنہانیز متحقق ست،از نفس و قلب

سے تنہا قلب میں بھی متحقق ہے یعنی نفس ، قلب ، روح

و روح و سر و خفی و اخفیٰ

سر ، خفی اور اخفی ۵

سلسلہ نقشبندیہ اور جہات قلب

۵ سلسلہ نقشبندیہ میں آئینہ قلب کی چھ جہتیں ہوتی ہیں۔ اکابرین طریقت نقشبندیہ پر یہ امر منکشف ہوا ہے کہ انسان جن چھ لطائف سے مرکب ہے وہ تمام تنہا قلب میں متحقق ہیں۔

چھ لطائف سے مراد عالم امر کے پانچ لطائف (قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) اور عالم خلق کا لطیفہ نفس ہے۔ عالم خلق کے بھی پانچ لطائف ہیں۔ (نار، خاک، باد اور آب) چونکہ وہ چاروں لطائف تنہا نفس میں مندرج ہوتے ہیں اس لئے دوران سلوک

marfat.com

لطیفہ نفس کے ضمن میں باقی چاروں لطائف (نار، خاک، آب، باد) طے ہو جاتے ہیں کیونکہ طریقت نقشبندیہ میں پہلے عالم امر کے لطائف طے کروائے جاتے ہیں لہٰذا اس کے دوران ہی عالم خلق کے لطائف میں طہارت اور لطافت آ جاتی ہے۔ لطیفہ نفس کو علیحدہ اس لئے طے کروایا جاتا ہے تاکہ تزکیہ کامل ہو جائے۔ اگر لطیفہ نفس میں فنائیت حاصل ہو جائے تو اس کے ضمن میں عالم خلق کے تمام لطائف کو فنائیت حاصل ہو جاتی ہے۔ عالم امر کے پانچ لطائف سینے میں ہیں اور لطیفہ نفس پیشانی میں ہے بعض بزرگوں کے نزدیک لطیفہ نفس زیر ناف ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تطبیق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لطیفہ نفس کے قدم زیر ناف ہوتے ہیں اور اس کا سر انسان کی پیشانی میں ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ عالم خلق اور عالم امر کے جملہ لطائف انسان میں موجود ہیں خواہ وہ مومن ہو یا کافر، مسلم ہو یا مشرک، نیک ہو یا بد، خواہ ان میں طہارت، نفاست، لطافت اور فنائیت ہو یا نہ ہو۔

غرضیکہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں وہ چھ لطائف میرے قلب میں چھ جہتیں بن کر جلوہ گر ہیں جو خواجہ نقشبند قدس سرہُ العزیز کی برکت سے نقشبندی فقیر کو تنہا قلب کے ضمن میں طے کروا دیئے جاتے ہیں۔

marfat.com

کہ ازشش جہت ایں شش لطیفہ مراد داشتہ اند۔ پس

جو چھ جہات سے یہ چھ لطائف مراد لئے ہیں۔ پس تمام مشائخ کی سیر ظاہر

سیر سائر مشائخ برظاہر قلب ست، و سیرایں بزرگواراں

قلب پر ہے اور ان بزرگوں کی سیر باطن قلب میں اور اس سیر کے ذریعے

در باطن قلب۔ و بایں سیر بابطن بُطون آں می رسند

اس (قلب) کے ابطنِ بطون تک پہنچ جاتے ہیں ۹

وعلوم ومعارف ایں ہرشش لطیفہ درمقام قلب منکشف

اور ان ہر چھ لطیفوں کے علوم و معارف مقام قلب میں منکشف ہو جاتے

۹ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کرام جن کے آئینہ قلب کی دو جہتیں ہوتی ہے ان کی سیر ظاہر قلب تک ہی ہوتی ہے۔ جبکہ سلسلہ نقشبندیہ کے درویش جن کے آئینہ قلب کی چھ جہتیں ہوتی ہے ان کی سیر قلب کے باطن میں ہوتی ہے۔

اَبۡطَنُ، اَفۡعَلُ کے وزن پر اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس میں دوسروں کی نسبت زیادتی پائی جاتی ہے۔ ابطن کا معنی سب سے زیادہ باطن (پوشیدہ) ہے۔ یعنی ایک ہے قلب کا باطن اور ایک ہے اس باطن کے باطن کا بھی باطن جسے قلبِ قلب کہا جا سکتا ہے اور باطن القلب سے آگے ابطنِ بطون ہے۔ نقشبندی درویش کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہُ الصمد کی بدولت دوران سلوک جب باطنی طیر اور روحانی سیر نصیب ہوتی ہے تو وہ قلب کے باطن سے لے کر ابطن بطون تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں مقام قلب سے مناسبت رکھنے والے ان چھ لطائف کے علوم و معارف مقام قلب میں منکشف ہو جاتے ہیں۔ و الحمدللہ علی ذالك

marfat.com

سی گردند، اما علومے کہ مناسب مقام قلب اند۔ ایں
ہیں۔لیکن وہ علوم جو مقام قلب کے مناسب ہیں یہ ہے بیان حضرت
است بیان کلمۂ قدسیہ حضرت خواجہ قدس اللّٰہ تعالیٰ
خواجہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے کلمہ قدسیہ کا اس حقیر کو اس مقام میں ان بزرگوں
سرہ ایں حقیر را دریں مقام ببرکت ایں بزرگواراں مزید
کی برکت سے مزید بر مزید تحقیق کے بعد تدقیق (حاصل) ہے ۱۰ اور آیت
بر مزید است، وتدقیق بعد تحقیق وبحکم کریمہ " واما
کریمہ " واما بنعمۃ ربک فحدث" کے مصداق اس سے مزید ایک

حضرت امام ربانی اور قلبِ قلب کے اسرار

۱۰ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہٗ العزیز کے قول گرامی کی شرح تحریر کرنے کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی توجہات قدسیہ کی برکت سے ابطن بطون سے بھی مزید بر مزید علوم و معارف عطا فرمائے گئے ہیں اور آپ کے کلمہ قدسیہ کے حقائق کشفی طور پر عیاں ہوئے ہیں اور جب اس فقیر نے دقت نظر کے ساتھ حقائق کے سمندروں میں مزید غواصی کی، تو باریک دقائق اور پوشیدہ اسرار کے مزید موتی ہاتھ لگے اس لئے تحدیث نعمت کے طور پر ان مخفی رازوں کو بیان کر رہا ہوں۔ کَلَامُنَا اِشَارَۃٌ وَبَشَارَۃٌ کے مصداق ہم اشاروں ہی میں اپنے درویشوں کو خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

دیگر مشائخ کرام کو ظاہر قلب تک سیر نصیب ہوئی اور حضرت شاہ نقشبند کو باطن قلب تک رسائی نصیب ہوئی اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز پر خواجگان نقشبندیہ کے طفیل قلبِ قلب کے بھی اسرار کھلے ہیں۔

marfat.com

بنعمة ربک فحدث" رمزے ازاں مزید واشارتے ازاں تدقیق

رمز اور اس تدقیق سے ایک اشارہ ظاہر کرتا ہوں اور اسی (اللہ) سبحانہ

سی نماید۔ومنه سبحانه العصمة والتوفیق۔بدانکه قلبِ قلب

سے عصمت اور توفیق کا خواستگار ہوں۔ جاننا چاہئے کہ قلب کا قلب بھی

نیز متضمن لطائف است بر قیاس قلب۔

لطائف کو شامل ہے قلب پر قیاس کرتے ہوئے۔

لیکن درقلبِ قلب بواسطۂ تنگی دائرہ یا سرِّدیگر دو

لیکن قلب کے قلب میں دائرہ کی تنگی کے واسطہ سے یا کسی اور راز کی وجہ سے مذکورہ

لطیفه از لطائف سته مذکوره بطریق جزئیة ظاهر نمی

چھ لطائف میں سے دو لطیفے جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔ وہ لطیفہ نفس

شوند۔لطیفه نفس و لطیفۂ اخفیٰ۔ وَکَذَاالْحَالُ فِی الْقَلْبِ

اور لطیفہ اخفیٰ (ہیں) [۱] یہی حال ہے اس قلب میں جو تیسرے مرتبے میں

الَّذِیْ فِیْ الْمَرْتَبَۃِ الثَّالِثَۃِ اِلَّا اَنَّہٗ لَایَظْهَرُ فِیْهِ الْخَفِیُّ اَیْضاً

ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا اس میں (لطیفہ) خفی بھی [۲]

قلبِ قلب میں دولطائف کا عدم شہود

[۱] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح عارف کے قلب میں چھ لطائف ہوتے ہیں، ایسے ہی قلبِ قلب بھی انہی چھ لطائف کو متضمن ہوتا ہے لیکن قلب قلب میں تنگیٔ دائرہ کے واسطہ سے یا کسی اور وجہ سے ان چھ لطائف (قلب،

marfat.com

روح، سر، خفی، اخفیٰ اور نفس) میں سے دو لطائف جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے گو موجود ہوتے ہیں لیکن عدم ظہور کی وجہ سے ان کا شہود نہیں ہوتا، وہ دو لطائف نفس اور اخفی ہیں۔

لطیفہ نفس عالم خلق کا آخری لطیفہ ہے اور لطیفہ اخفیٰ عالم امر کا آخری لطیفہ ہے۔
لطیفہ نفس کے مقام میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے جس طرح فقہاء کا اختلاف فقہی اجتہادی ہوتا ہے ایسے ہی صوفیاء کا اختلاف بھی کشفی، روحانی و اجتہادی ہوتا ہے۔

لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفی کے مقامات میں اختلاف

بعض صوفیاء کے نزدیک لطیفہ نفس کا مقام متصل زیر ناف ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک لطیفہ نفس وسط پیشانی میں ہے۔ آپ ان دونوں اقوال میں تطبیق ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفیاء کو کشف میں تھوڑا سا التباس ہو گیا ہے۔ انہیں کشفِ حقائق مکمل طور پر حاصل نہیں ہوا کہ کچھ تو عیاں ہو گیا اور کچھ آنکھوں سے اوجھل رہا۔ دراصل نفس امرِ واقعہ میں ایک شکل رکھتا ہے جو انسانی جسم کے اندر ہوتی ہے فلہٰذا لطیفہ نفس کا سر وسطِ پیشانی میں ہے اور اس کے قدم متصل زیر ناف ہیں۔

چونکہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ کے امام حضرت امام ربانی کی تجدید و تحقیق کے مطابق لطیفہ نفس وسط پیشانی میں ہے، اس لئے حضرات مجددیہ کے نزدیک لطیفہ نفس کا مقام وسط پیشانی ہی ہے فلہٰذا جب وہ لطیفہ نفس پر ذکر کرتے ہیں تو وسط پیشانی میں ہی کرتے ہیں۔

لطیفہ اخفیٰ کے متعلق بھی صوفیائے کرام کا اختلاف ہے بعض صوفیاء کے نزدیک لطیفہ اخفی تالو میں ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی کے نزدیک لطیفہ اخفی کا مقام وسطِ سینہ میں ذرا اوپر کی جانب ہے۔

۱۲؎ آپ فرماتے ہیں کہ قلبِ قلب کے تیسرے مرتبہ میں لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفیٰ کے ساتھ لطیفہ خفی بھی ظاہر نہیں ہوتا۔

marfat.com

وَ كَذَا الْحَالُ فِي الْقَلْبِ الَّذِيْ فِي الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ اِلَّا اَنَّهُ لَا يَظْهَرُ فِيْهِ

اور یہی حال ہے اس قلب میں جو چوتھے مرتبہ میں ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا اس میں (لطیفہ)

السِّرُّ اَيْضًا مَعَ ظُهُوْرِ الْقَلْبِ وَالرُّوْحِ فِيْهِ وَفِي الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ لَا

سر بھی باوجودیکہ (لطیفہ) قلب اور (لطیفہ) روح اسمیں ظاہر (ہوتے ہیں) ۱۳

يَظْهَرُ الرُّوْحُ فِيْهِ اَيْضًا فَمَا بَقِيَ اِلَّا قَلْبٌ مَحْضٌ وَبَسِيْطٌ صِرْفٌ لَا

اور پانچویں مرتبہ میں (لطیفہ) روح بھی ظاہر نہیں ہوتا پس قلب محض ہی باقی رہ

اِعْتِبَارَ فِيْهِ لِشَيْءٍ اَصْلاً.

جاتا ہے جو بسیط صرف ہے جس میں کسی شئی کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں ۱۴

۱۳ قلب قلب کے چوتھے مرتبے میں لطیفہ سر بھی ظاہر نہیں ہوتا صرف دو لطائف قلب اور روح ہی ظاہر ہوتے ہیں۔

قلبِ محض ہر قسم کے اعتبارات سے پاک ہے

۱۴ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ قلبِ قلب کے پانچویں مرتبہ میں لطیفہ روح بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ نتیجتاً قلب محض اور بسیط صرف ہی رہ جاتا ہے۔ بالآخر قلبِ قلب میں ہر لطیفہ پوشیدہ ہوجاتا ہے گو قلب میں یافت ہوتی ہے اور لطائف کا ظہور بھی ہوتا ہے مگر قلب قلب چونکہ باطن کا باطن ہے اسلئے اس میں ہر شے پوشیدہ ہوتی رہی، یہاں تک کہ قلبِ قلب میں تمام لطائف بھی آہستہ آہستہ گم ہوگئے بالآخر صرف قلبِ قلب ہی باقی رہا جو قلبِ محض اور بسیط صرف ہے۔ جس میں الوان، انوار، جہات، اطراف واکناف ہر قسم کے اعتبارات اٹھ جاتے ہیں۔

marfat.com

وَمِمَّا یَنْبَغِیْ اَنْ یُعلَمَ ھٰھُنَا مِنْ بَعْضِ الْمَعَارِفِ الْعَالِیَۃِ لِیُتَوَسَّلَ بِہٖ اِلٰی مَاھُوَ

اوران (باتوں) میں سے مناسب ہے کہ یہاں جانا جائے ان بعض بلند معارف کو تا کہ

نِھَایَۃُ النِّھَایَۃِ وَغَایَۃُ الْغَایَۃِ فَاَقُوْلُ بِتُوْفِیْقِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اِنّ جَمِیْعَ مَاظَھَرَ

انکے توسل سے رسائی نصیب ہونہایت النہایت اور غایت الغایت تک پس میں اللہ سبحانہ کی

فِیْ الْعَالَمِ الْکَبِیْرِ تَفْصِیْلاً فَھُوَ ظَاھِرٌ فِیْ الْعَالَمِ الصَّغِیْرِ اِجْمَالاً.

توفیق سے کہتا ہوں کہ وہ تمام جو ظاہر ہے عالم کبیر میں تفصیلی طور پر وہ ظاہر ہے عالم صغیر میں

وَنَعْنِیْ بِالْعَالَمِ الصَّغِیْرِ الْاِنْسَانَ فَاِذَاصُقِلَ الْعَالَمُ الصَّغِیْرُ وَنُوِّرَ ظَھَرَ فِیْہِ

اجمالاً اور ہماری مراد عالم صغیر سے انسان ہے ۱۵ پس جب عالم صغیر کا زنگ دور کردیا جاتا ہے

بِطَرِیْقِ الْمِرْاٰتِیَۃِ جَمِیْعُ مَا فِیْ الْعَالَمِ الْکَبِیْرِ تَفْصِیْلاً لِاَنَّہٗ بِالصِّقَالَۃِ

اور اسے منور کردیا جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے اس میں بطریق آئینہ وہ سب کچھ جو عالم کبیر

وَالتَّنْوِیْرِ قَدْ اتَّسَعَ وِعَاءُ ہٗ فَزَالَ حُکْمُ صِغَرِہٖ وَکَذَاالْحَالُ فِیْ الْقَلْبِ

میں تفصیلاً تھا کیونکہ صقالت اور تنویر کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہوگیا ہے پس اس

انسان خلاصہ کائنات ہے

۱۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز قلبِ محض کے مقام پر حاصل ہونے والے بعض علوم و معارف کو بیان فرمارہے ہیں تا کہ ان معارف کے توسل کی بدولت سالک نہایت النہایت اور غایت الغایت تک رسائی حاصل کرلے۔

معارف کی تفصیلات بیان کرنے سے قبل چند اصطلاحات پیش خدمت ہیں۔

عالم کبیر ...... کائنات کو کہا جاتا ہے۔

marfat.com

عالم صغیر ...... انسان کو کہا جاتا ہے۔

عالم اصغر ...... انسانی قلب کو کہا جاتا ہے۔

انسان کو عالم صغیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ مجموعہ کائنات ہے۔ چودہ طبق کی کائنات کے جملہ عناصر، معدنیات ونمکیات، عرش وفرش وغیرہا کو اللہ تعالیٰ نے کمال قدرت وحکمت کے ساتھ اجمالی طور پر انسان میں درج فرمادیا ہے جیسا کہ تجربہ گاہوں میں تحقیقات ہوچکی ہیں کہ انسان میں پروٹین، نمکیات (کیلشیم، سوڈیم، پوٹاشیم وغیرہا) اور معدنیات (فولاد، سونا وغیرہا) ہیں اور انہی کی کمی وبیشی انسانی صحت کو متاثر کرتی ہے۔

غرضیکہ کائنات میں جو کچھ تفصیلی طور پر پایا جاتا ہے وہ سب کچھ تنہا جسم انسانی میں اجمالی طور پر پایا جاتا ہے۔ جیسے گٹھلی کے اندر درخت اجمالی طور پر موجود ہوتا ہے اور اس کی تفصیل تناور درخت ہوتا ہے گویا گٹھلی اجمال ہے اور درخت تفصیل ہے۔

marfat.com

الَّذِیْ نِسْبَتُهٗ مَعَ الْعَالَمِ الصَّغِیْرِ کَنِسْبَةِ الْعَالَمِ الصَّغِیْرِ مَعَ الْعَالَمِ الْکَبِیْرِ

کے چھوٹا ہونے کا حکم زائل ہو گیا ہے [۱۶] اور یہی حال ہے اس قلب میں کہ جس کی نسبت

مِنَ الْاِجْمَالِ وَالتَّفْصِیْلِ۔

عالم صغیر کے ساتھ ہے جیسی نسبت عالم صغیر کو عالم کبیر کے ساتھ ہے اجمالاً اور تفصیلاً۔

۱۶ ذکر وفکر، عبادت وریاضت، توجہات قدسیہ، سنت وشریعت کی متابعت سے سالک کی بشری کدورتیں، ثقالتیں اور کثافتیں دور ہو جاتی ہیں۔ جسم انسانی کے صیقل ہونے کی وجہ سے اس کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ جسم میں لطافت اور نورانیت آ جاتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات غلبہ نورانیت کی بدولت عارف کا سایہ بھی گم ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا:

چو فنا در فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

تصفیہ کے بعد انسانی جسم آئینہ بن جاتا ہے

شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اور توجہات شیخ کی برکت سے جب طالب وسالک کا جسم صیقل اور منور ہو جاتا ہے تو آئینے کی مانند جسم انسانی میں کائنات کے سارے پرتو اور عکس نظر آتے ہیں۔ یوں سالک کو اشیائے کائنات کے مشاہدہ کیلئے باہر نہیں دیکھنا پڑتا بلکہ وہ جملہ کائنات کو اپنے اندر ہی مشاہدہ کرتا ہے۔

چودہ طبق دلے دے اندر تنبو وانگوں تانے ہو
دچے بیڑے دچے چیھڑے دچے ونج مہانے ہو

marfat.com

فَاِذَا صُقِلَ الْعَالَمُ الْاَصْغَرُ الَّذِیْ هُوَ عَالَمُ الْقَلْبِ وَدُسَّتُ الظُّلْمَةُ الطَّارِیَةُ

پس جب عالم اصغر کا زنگ دور کر دیا جاتا ہے وہی عالم قلب ہے اور دور کر دی جاتی ہے

عَلَیْهِ ظَهَرَ فِیْهِ بِطَرِیْقِ الْمِرْاٰتِیَةِ اَیْضاً مَا فِی الْعَالَمِ الصَّغِیْرِ تَفْصِیْلاً۔

ظلمت اس پر چھائی ہوئی ظاہر ہو جاتا ہے اس میں بھی آئینہ کی طرح وہ کچھ جو عالم صغیر

وَهٰكَذَا الْحَالُ فِیْ قَلْبِ الْقَلْبِ بِالنِّسْبَةِ اِلَى الْقَلْبِ مِنَ الْاِجْمَالِ

میں ہے تفصیلی طور پر [۱۷] اور یہی حال قلب قلب میں ہے کہ جو نسبت قلب کی ہے

وَالتَّفْصِیْلِ وَظُهُوْرِ التَّفْصِیْلِ فِیْهِ بَعْدَ اَنْ كَانَ مُجْمَلاً

اجمالاً اور تفصیلاً اور تفصیل ظاہر ہو جاتی ہے اس میں بعد اس کے کہ وہ مجمل ہو گیا۔

جب سالک کے جسم میں صقالت، نورانیت اور مرآتیت آ جاتی ہے تو اس کا ظرف اس نورانیت وصقالت کی وجہ سے بہت وسیع ہو جاتا ہے اور اس سے صغریت (چھوٹے پن) کا حکم زائل ہو جاتا ہے۔

۱۷ جو نسبت اجمال وتفصیل کی جسم انسانی کو کائنات کے ساتھ ہو جاتی ہے وہی نسبت قلب سالک کو جسم انسانی کے ساتھ اجمال وتفصیل کے لحاظ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی جو چیز عالم کبیر (کائنات) میں تفصیلاً ہے وہ عالم صغیر (انسان) میں اجمالاً ہے۔ اسی طرح جو شے عالم صغیر (انسان) میں تفصیلاً ہے وہ عالم اصغر (قلب) میں بطور اجمال ظاہر ہوتی ہے اور تصوف میں قلب کو عالم اصغر کہتے ہیں۔

جب سالک کے قلب پر سے گناہوں کی ظلمت چھٹ جاتی اور تعلقات دنیا کی کثافت ہٹ جاتی ہے تو آئینہ کی مانند قلب عارف میں ہر اس چیز کا ظہور شروع جاتا ہے جو تفصیلی طور پر جسم انسانی میں موجود ہوتی ہے۔

marfat.com

بِسَبَبِ التَّصْفِيَةِ وَالنُّوْرَانِيَّةِ وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ الْقَلْبُ الَّذِىْ فِى الْمَرْتَبَةِ

تصفیہ اور نورانیت کے سبب سے [۱۸] اور اسی پر قیاس ہے وہ قلب جو تیسرے مرتبہ میں

الثَّالِثَةِ وَالْقَلْبُ الَّذِىْ فِى الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ فِى الْإِجْمَالِ وَالتَّفْصِيْلِ وَظُهُوْرِ

ہے [۱۹] اور وہ قلب جو چوتھے مرتبہ میں ہے اجمال اور تفصیل میں اور تفصیل کا ظہور جو

التَّفْصِيْلِ الَّذِىْ فِى الْمَرَاتِبِ السَّابِقَةِ فِيْهِمَا بِسَبَبِ الصِّقَالَةِ وَ النُّوْرَانِيَّةِ

سابقہ مرتبوں میں تھا ان دونوں (مرتبوں) میں بھی ہوتا ہے صقالت اور نورانیت کی وجہ سے [۲۰]

۱۸ جس طرح عالم کبیر (کائنات) کا تعلق عالم صغیر (انسان) کے ساتھ بطور اجمال وتفصیل ہے۔ یونہی عالم صغیر (انسان) کا تعلق عالم اصغر (قلب) کے ساتھ بطور اجمال وتفصیل ہے۔ اسی طرح جو کچھ قلب میں تفصیلاً ظاہر ہوتا ہے وہ اجمالاً قلبِ قلب میں ظاہر ہو جاتا ہے لیکن اس اجمال میں تصفیہ اور نورانیت کی وجہ سے تفصیل ظاہر ہو جاتی ہے۔

۱۹ اسی طرح قلبِ قلب کے تیسرے مرتبے میں یہ ظہور بطور اجمال وتفصیل ہوتا ہے یعنی قلبِ قلب کے دوسرے مرتبہ میں جو بطور تفصیل ظاہر ہوا وہ تیسرے مرتبے میں بطور اجمال ظہور پذیر ہوا لیکن اس اجمال میں بھی تصفیہ اور نورانیت کی وجہ سے تفصیل ظاہر ہوتی ہے۔

۲۰ اسی طرح قلبِ قلب کے چوتھے مرتبہ میں یہ ظہور بطور اجمال وتفصیل ہوتا ہے یعنی قلبِ قلب کے تیسرے مرتبہ میں جو کچھ بطور تفصیل ظاہر ہوا، وہ چوتھے مرتبہ میں بطور اجمال ظہور پذیر ہوتا ہے مگر تصفیہ ونورانیت کی وجہ سے اجمال میں بھی تفصیل ظاہر ہو جاتی ہے۔

marfat.com

وَ كَذَا الْقَلْبُ الَّذِىْ فِىْ الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ فَاِنَّهٗ مَعَ بِسَاطَتِهٖ وَ عَدَمِ

اور ایسے ہی وہ قلب جو پانچویں مرتبہ میں ہے پس بلاشبہ وہ بھی اپنے بسیط ہونے

اِعْتِبَارِ شَیْءٍ فِیْهِ یَظْهَرُ فِیْهِ بَعْدَ التَّصْفِیَةِ الْکَامِلَةِ مَاظَهَرَ فِیْ جَمِیْعِ

اور کسی شیٔ کا اعتبار اس میں نہ ہونے کے باوجود ظاہر ہوجاتا ہے اس میں

الْعَوَالِمِ مِنَ الْعَالَمِ الْکَبِیْرِ وَالصَّغِیْرِ وَالْاَصْغَرِ وَمَا بَعْدَهَا مِنَ الْعَوَالِمِ

کامل تصفیہ کے بعد جو ظاہر ہوا ہے تمام جہانوں میں یعنی عالم کبیر، عالم صغیر، عالم اصغر اور

کَمَا مَرَّ فَهُوَ الضَّیِّقُ الْاَوْسَعُ وَالْبَسِیْطُ الْاَبْسَطُ وَالْاَقَلُّ الْاَکْثَرُ

اسکے بعد کے عالموں میں ۲۱ جیسا کہ گذر چکا ہے پس وہ (قلبِ قلب) تنگ ہے لیکن سب سے زیادہ فراخ ہے اور ایسا بسیط ہے جو بسیط ترین ہے اور اقل ہو کر بھی اکثر ہے

۲۱ جب قلبِ قلب پانچویں مرتبہ میں پہنچتا ہے تو بسیط اور صرف محض ہونے کے باوجود اور تصفیہ کاملہ کے بعد اس میں وہ سب کچھ ظاہر ہوجاتا ہے جو عالم کبیر، عالم صغیر اور عالم اصغر میں ظاہر ہوا تھا بلکہ ان کے علاوہ جتنے بھی عالم ہیں ان کا بھی یہی معاملہ ہے۔

آج تک مشائخ طریقت میں سے کسی نے بھی قلب کے ان مراتب عالیہ کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی۔ دنیائے تصوف کی کسی کتاب میں یہ علوم و معارف نہیں ملیں گے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ پر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ یہ علوم و معارف اور اسرار و دقائق آپ کے آئینہ قلب پر وارد ہوئے۔ والحمدللّٰہ علی ذالك

الحمدللّٰہ رب العالمین کی تفسیر میں مفسرین کرام نے عالمین کے متعلق متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں۔ بعض نے اٹھارہ ہزار عالم بتائے ہیں جسے ہشت

marfat.com

ہزار عالم کہا جاتا ہے...... بعض نے ۶۳ ہزار جہانوں کا قول کیا ہے...... بعض نے اس سے زیادہ عالم بتائے ہیں۔ آیت کریمہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (المدثر ۷۴:۳۱) کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے جہان ہیں۔ کیونکہ تخلیق کائنات اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلیات سے مربوط ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن ۵۵:۲۹) کے مطابق نہ جانے ہر تجلی سے کتنے جہاں تخلیق ہوتے ہیں؟ اس لئے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے کیا ہو چکا، کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا؟

marfat.com

وَمَا خُلِقَ شَیْءٌ مِّنَ الْاَشْیَاءِ بِھٰذِہِ الصِّفَةِ وَمَا وُجِدَ اَحَدٌ اَشَدُّ مُنَاسَبَةً

اورنہیں تخلیق کی گئی کوئی چیز اشیاء میں سے اس صفت پر اور نہیں پائی جاتی

بِصَانِعِہٖ تَعَالٰی وَتَقَدَّسَ مِنْ ھٰذِہِ اللَّطِیْفَةِ الْبَدِیْعَةِ فَلَا جَرَمَ یَظْھَرُ فِیْہِ

کسی کی اتنی زیادہ مناسبت صانع (خالق) تعالیٰ وتقدس کے ساتھ اس عجیب وغریب

مِنْ عَجَائِبِ اٰیَاتِ صَانِعِہٖ سُبْحَانَہٗ مَالَا یُظْھَرُ فِیْ اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِہٖ

لطیفہ سے پس لامحالہ ظاہر ہوتی ہیں اس میں صانع سبحانہ کی وہ عجیب نشانیاں جو ظاہر نہیں ہوتیں کسی مخلوق میں۔ ۲۲

قلبِ قلب ہی تجلیات الٰہیہ کی گنجائش رکھتا ہے

۲۲ غرضیکہ قلبِ قلب اپنے تنگی دائرہ کے باوجود سب سے وسیع ہے۔ اجزاء سے بالا ہوکر بھی ابسط ہے، اقل ہوکر بھی اکثر ہے۔ مختصر یہ کہ جملہ ممکنات وکائنات میں اس صفت پر کوئی مخلوق بھی پیدا نہیں کی گئی جس صفت پر قلب پیدا کیا گیا ہے۔

مخلوق کی خالق کے ساتھ سوائے خالقیت اور مخلوقیت کے کوئی مناسبت نہیں۔ لیکن اگر کائنات میں سب سے زیادہ کسی مخلوق کو اللہ کے ساتھ مناسبت ہے تو وہ قلب ہے۔ مخلوق میں کوئی شے صانع (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ اتنی شدید مناسبت نہیں رکھتی جتنی مناسبت اس عجیب وغریب لطیفہ (قلب) کو حاصل ہے۔

چونکہ قلب عجیب وغریب لطیفہ ہے اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی ان عجیب قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے جو مخلوق میں سے کسی چیز میں بھی ظاہر نہیں ہوتیں۔ اس لطیفہ میں اس قدر وسعت ہے جتنی چودہ طبق کی کائنات میں بھی نہیں جو ظہور اس قلب میں ہوتا ہے اللہ کی مخلوق میں سے کسی شے میں اتنا ظہور نہیں ہوتا۔ الغرض قلب میں حق تعالیٰ کے

marfat.com

وَلِذَا قَالَ تَعَالٰی فِی الْحَدِیْثِ لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حدیث میں ارشاد فرمایا میری گنجائش نہیں رکھتی میری زمین نہ آسمان

یَسَعُنِی قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ .وَالْعَالَمُ الْکَبِیْرُ وَاِنْ کَانَ اَوْسَعَ الْمَرَایَا

لیکن میری گنجائش میرے بندۂ مومن کا دل رکھتا ہے ۲۳ اور عالم کبیر اگرچہ ظہور کیلئے تمام

لِلظُّهُوْرِ اِلَّا اَنَّهُ لِكَثْرَتِهٖ وَتَفْصِيْلِهٖ

آئینوں سے زیادہ وسیع ہے مگر اپنی کثرت اور اپنی تفصیل کی وجہ سے اسے (عالم کبیر) کوئی

اسماء وصفات کا ظہور ہوتا ہے، اس کے شیونات واعتبارات کا ظہور ہوتا ہے، تجلی ذات کا ظہور ہوتا ہے۔

۲۳ اسی لئے حدیث قدسی ہے کہ زمین وآسمان میری گنجائش نہیں رکھتے میری گنجائش فقط بندۂ مومن کا قلب رکھتا ہے (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ جزء اول: ۱۴۷) یعنی اللہ فرماتا ہے کہ آسمان وزمین کی وسعتیں میرے جلووں کی گنجائش نہیں رکھتیں۔ کائنات وممکنات میری تجلیات کے آئینے بننے کی پوری صلاحیت نہیں رکھتی۔ میرے جلووں کے تحمل اور برداشت کرنے کی طاقت وصلاحیت فقط بندۂ مومن کا دل ہی رکھتا ہے۔

مضغۂ گوشت لطیفہ قلب نہیں

صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مضغہ گوشت (دل) جو ہمارے سینے میں ہے، یہ لطیفہ قلب نہیں یہ تو گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اس میں اتنی وسعت کہاں بلکہ یہ تو اس قلبِ نوری کے آشیانے کی مانند ہے لہٰذا قلبِ نوری ہی تجلیات الٰہیہ کا آئینہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے بقول شاعر

marfat.com

دو جہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پا سکیں
اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے

اقسام قلب

اہل طریقت نے قلب کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں
قلب صنوبری اور قلب نوری

قلب صنوبری

صنوبر کے پھل کی مانند مائل بہ بیضویت ہے جو انسان کے سینے میں بائیں طرف الٹا لٹکا ہوتا ہے۔ اسلئے دل کی ظاہری ہیئت کی وجہ سے اسے قلب صنوبری کہا جاتا ہے۔ اسے مضغہ گوشت بھی کہتے ہیں۔

قلب نوری

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک قلب صنوبری کے متصل نیچے دو انگلیوں کے وسط میں مائل بہ پہلو ایک محل نور ہے جسے قلب نوری کہا جاتا ہے۔

حدیث نبوی اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۷۷۳) کے مطابق ہم بشکل نور عالم ارواح میں رہتے تھے۔ عالم ارواح کا وہ نور جو اس جہان میں ہمارے لئے قلب کا کام کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اس نور کا تعلق جسم انسانی میں مضغہ ء گوشت کے ساتھ قائم کر دیا، اسی محل نور کا نام لطیفہ قلب ہے۔

صفائے قلب شیخ کی توجہات پر موقوف ہے

شیطانی تصرفات اور قلب صنوبری کی مجاورت کی وجہ سے قلب نوری پر بھی

marfat.com

کثافتیں چھا جاتی ہیں۔اب کوئی ایسا مرد کامل چاہئے جونفی اثبات کے پانی اور توجہات کے صابن سے دھوبی کی مانند ان آلائشوں اور کثافتوں کو دھوئے اور قلب نوری کو صاف شفاف، مصفّٰی و مزکّٰی کر کے اس کا تعلق دوبارہ عالم بالا کے ساتھ قائم کردے۔ اسی تصفیہ وتزکیہ کرنے والی شخصیت کو شیخ کامل مکمل کہا جاتا ہے۔ایسا شیخ جب کسی سالک کے قلب کا تصفیہ کر دیتا ہے تو اہل دل کہتے ہیں کہ اس سالک کا لطیفہ قلب روشن ہو گیا ہے۔

اس سعادت کے حصول کے لئے دو چیزیں شرط ہیں۔ایک مرید و سالک و طالب کی محنت اور اس سے بھی بڑھ کر محض اللہ تعالیٰ کا فضل ،اگر اللہ تعالیٰ کا فضل کسی طالب کے شاملِ حال ہو جائے تو اس کے عالمِ باطن کے لطائف اور جواہر چمک جاتے ہیں ،اس چمک اور روشنی سے آگے عجیب معاملہ ہے جو زبان و بیان اور تحریر وتقریر سے بالا ہے۔

marfat.com

لَامُنَاسَبَۃَ لَہٗ مَعَ مَنْ لَا کَثْرَۃَ فِیْہِ اَصْلاً وَلَا تَفْصِیْلَ فِیْہِ رَأْسًا وَالْحَرِیُّ لِلْمُنَاسَبَۃِ

مناسبت نہیں اس ذات (اللہ) کے ساتھ جس میں قطعاً نہ کثرت ہے اور نہ تفصیل

ھُوَ الضَّیِّقُ الْاَوْسَعُ وَالْبَسِیْطُ الْاَبْسَطُ وَالْاَقَلُّ الْاَکْثَرُ کَمَا لَایَخْفٰی فَاِذَا بَلَغَ

ہے ذرہ بھر ۲۴ اور جو ذات کی مناسبت کے لائق ہے وہ تنگ (لیکن) بہت وسیع ہے

الْعَارِفُ الْاَتَمُّ مَعْرِفَۃً وَالْاَکْمَلُ شُھُوْدًا ھٰذَا الْمَقَامُ الْعَزِیْزُ وُجُوْدُہٗ وَالشَّرِیْفُ

بسیط ہے (لیکن) ابسط اقل ہے (لیکن) اکثر ۲۵ جیسا کہ مخفی نہیں۔ پس جب عارف

اتم معرفت اور اکمل شہود تک پہنچ جائے۔ اس مقام کا وجود عزیز ہے اور اس کا رتبہ شریف ہے

۲۴ آپ فرماتے ہیں اگر چہ عالم کبیر (کائنات) اپنی کثرت و تفصیل کے پیش نظر مرتبہ ظہور میں تمام آئینوں سے زیادہ وسیع ہے۔ مگر اس تمام تر کثرت اور تفصیلات کے باوجود کائنات کو ذات حق تعالیٰ سبحانہٗ کے ساتھ قطعاً مناسبت نہیں۔ کیونکہ ذات حق تعالیٰ ہر قسم کی کثرت اور تفصیلات سے کلیۃً پاک ہے۔ وہاں تو وحدت مطلقہ اور احدیت مجردہ ہے وہ ذاتِ حق ہر قسم کی ترکیب و تبعیض، تجزی و تقسیم، تعدد و تحدد اور تکثر سے وراء الوراء ہے۔ تعالی اللہ عن ذالك علواً کبیراً

ذات حق تعالیٰ کے لئے کثرت بھی عیب ہے اور تفصیل بھی عیب، تو اس عالم کبیر (کائنات) میں جتنی کثرت اور تفصیل ہے اتنی ہی اس ذات واحد کے ساتھ کائنات کی مناسبت کم ہوتی گئی حتی کہ مناسبت کا شائبہ بھی نہ رہا۔ کائنات میں جتنی کثرت ہوتی گئی اس کی اللہ سبحانہٗ کے ساتھ مناسبت ختم ہوتی گئی بلکہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناسبت کا کوئی تصور بھی نہیں۔

۲۵ یہاں حضرت امام ربانی فرمارہے ہیں:

marfat.com

چونکہ حق تعالیٰ ابسطُ البسائط اور احدُالا حاد ہے اس لئے اس کے ساتھ اُسی قلب کو مناسبت ہوگی جو تنگ، بسیط اور اقل ہو کر بھی سب سے زیادہ وسعت والا، سب سے زیادہ پھیلاؤ والا اور اکثر ہو، لہٰذا جو نسبت قلب اور قلبِ قلب کو ذات حق سبحانہٗ کے ساتھ ہے وہ عالم کبیر (کائنات) کو نہیں۔

حضرت ابن عربی کا نظریہ کثرت ووحدت

حضرت ابن العربی قدس سرہٗ کے نزدیک کثرت، عینِ وحدت ہے اور وحدت، عینِ کثرت ہے۔ وحدت اور کثرت میں کوئی تمایز اور نقیض نہیں۔ پس جب کائنات سمٹی تو وحدت ہوگئی اور جب پھیلی تو کثرت ہوگئی۔ جس طرح کہ کیمیائی عمل سے پانی کو برف بنایا جاتا ہے اور جب برف کو پگھلایا جائے تو پانی بن جاتی ہے بس برف پانی ہے اور پانی برف ہے، ایسے ہی وحدت، کثرت ہے اور کثرت، وحدت ہے...... ذات، ممکنات ہے اور ممکنات، ذات ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ذات وکائنات کی عینیت کا قول کرنے اور اس کے لئے تنزلات اور تعینات کا اثبات کرنے والے صوفیاء مغلوب الحال اور معذور ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس معرفت (توحید وجودی) سے اوپر دوسری معرفت (توحید شہودی) ہے جس پر پہنچ کر ذات کے لئے تنزلات وتعینات کا قول بھی طبیعت پر گراں محسوس ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تنزلات اور تعینات سے پاک ہے۔ تعالَی اللّٰہ عن ذالك علواً كبيراً لہٰذا یخ اور درخت، برف اور پانی جیسی مثالیں حق تعالیٰ کے شایاں شان نہیں ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ ۴۲:۱۱) سے واضح ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دھلوی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ این توحید از

marfat.com

رُتبَةً يَصِيرُ ذَالِكَ الْعَارِفُ قَلْباً لِلعَوَالِمِ كُلِّهَا وَالظُّهُوْرَاتِ جَمِيعِهَا وَهُوَ

وہ عارف ہوجاتا ہے (بذات خود) قلب تمام جہانوں کا اور انکے تمام ظہورات کا ۲۶

الْمُتَحَقِّقَ بِالْوَلَايَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ وَالْمُشَرَّفُ بِالدَّعْوَاتِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى

اور وہ (عارف) ولایت محمدیہ ۲۷ سے متحقق اور دعوات مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ

صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ

والسلام والتحیہ سے مشرف ہوجاتا ہے۔

فَالْاَقْطَابُ وَالْاَوْتَادُ وَالْاَبْدَالُ دَاخِلُوْنَ تَحْتَ دَائِرَةِ وَلَايَتِهٖ وَالْاَفْرَادُ

پس اقطاب، اوتاد اور ابدال داخل ہوتے ہیں اس کی ولایت کے دائرہ کے تحت، اور افراد،

وَالْاٰحَادُ وَ سَائِرُ فِرَقِ الْاَوْلِيَاءِ مُنْدَرِجُوْنَ تَحْتَ اَنْوَارِ هِدَايَتِهٖ لِمَا هُوَ

احاد اور اولیاء کے جملہ گروہ درج ہوتے ہیں اس کی ہدایت کے انوار کے تحت کیونکہ وہ قائم

النَّائِبُ مَنَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَالْمُهْدِى بِهُدَىٰ حَبِيْبِ اللّٰهِ.

مقام ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا اور ہدایت یافتہ ہوتا ہے اللہ کے حبیب ﷺ کی ہدایت سے ۲۸

شعبدہ ھائے غلبۂ محبت است (مکاتیب شریفہ مکتوب:۱۱۰) یعنی وحدت الوجود غلبہ محبت کے شعبدے ہیں۔

۲۶ آپ فرماتے ہیں یہ مقام جو نہایت عزیز الوجود اور اشرف ترین مرتبہ ہے جب کوئی عارف اتم معرفت اور اکمل شہود کے اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ عارف بذات خود تمام عالمین کا قلب بن جاتا ہے۔ وہ تمام عالمین کے مظاہر ہوں یا تفصیلات قلب کی طرح سب کو دیکھتا ہے ہر وقت ان پر نظر رکھتا ہے اور عالمین کی ہر شے اس پر ظاہر

marfat.com

ہو جاتی ہے۔

ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات

۲۷ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے ولایت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ولایت عامہ اور ولایت خاصہ، ولایت عامہ سے مراد مطلق ولایت ہے اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت ہے جس میں فنائے تام اور بقائے اکمل حاصل ہو جاتی ہے جو شخص اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوتا ہے اس کا بدن اطاعت حق سبحانہٗ میں مطیع ہو جاتا ہے، اسلام حقیقی کیلئے اس کا شرح صدر ہو جاتا ہے، نفس مطمئنہ ہو کر راضیہ مرضیہ کے مرتبہ پر فائز المرام ہو جاتا ہے۔ یہ ولایت عروج ونزول کے دونوں اطراف میں ولایت کے تمام مراتب سے ممتاز اور جدا ہے اور یہ ولایت کا انتہائی درجہ ہے۔

یاد رہے کہ صاحب ولایت محمدیہ، غیر محمدی المشرب سالک مجذوب کو تصرف فرما کر دائرہ ولایت محمدیہ میں داخل کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے اپنے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو ولایت موسوی علیہ السلام سے کھینچ کر ولایت خاصہ محمدیہ کے دائرہ میں داخل فرما دیا تھا۔ (مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات مکتوب: ۷۷ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)

۲۸ اس قسم کا عارف جب ولایت محمدیہ سے متحقق اور دعوات مصطفویہ سے مشرف ہوتا ہے تو سارے اقطاب، اوتاد، ابدال، افراد، احاد اور اولیاء کے تمام گروہ اس کے دائرہ ولایت کے تحت ہو جاتے ہیں اور تمام اولیاء اسی عارف کامل کے انوار ہدایت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوتا ہے اور بارگاہ رسالت مآب علیٰ صاحبہا الصلوات سے اس کی برابر رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔

marfat.com

وَهٰذِهِ النِّسْبَةُ الشَّرِيْفَةُ الْعَزِيْزُ وُجُودُهَا مَخْصُوصَةٌ بِاَحَدِالْمُرَادِيْنَ

اور اس شریف اور نادر نسبت کا وجود مخصوص ہے مرادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ

وَلَيْسَ لِلْمُرِيْدِيْنَ مِنْ هٰذَاالْكَمَالِ نَصِيْبٌ .هٰذَا هُوَ النِّهَايَةُ الْعُظْمٰى

اور نہیں ہے مریدوں کے لئے اس کمال سے کچھ حصہ ۲۹ یہ بڑی نہایت اور آخری غایت

وَالْغَايَةُ الْقُصْوٰى لَيْسَ فَوْقَهُ كَمَالٌ وَلَا اَكْرَمَ مِنْهُ نَوَالٌ

ہے نہیں اس سے بالا کوئی کمال اور نہ ہی اس سے زیادہ عزت والی کوئی عطا (مرتبہ)

لَوْ وُجِدَ بَعْدَ اُلُوْفِ سَنَةٍ مِثْلُ هٰذَا الْعَارِفِ لَاُغْتُنِمَ وَيَسْرِى بَرَكَتُهٗ

اگر پایا جائے ہزاروں سالوں کے بعد اس قسم کا عارف تو غنیمت ہے اور جاری

اِلٰى مُدَّةٍ مَدِيْدَةٍ وَاٰجَالٍ مُتَبَاعِدَةٍ وَهُوَالَّذِىْ كَلَامُهٗ دَوَاءٌ وَنَظْرُهٗ

رہتی ہے اس کی برکت مدت مدید اور عرصہ بعید تک یہ وہ (ہستی) ہے جس کا کلام

شِفَاءٌ وَحَضْرَتُ الْمَهْدِىْ سَيُوْجَدُ عَلٰى هٰذِهِ النِّسْبَةِ الشَّرِيْفَةِ مِنْ

دواء ہے اور اس کی نظر شفا ہے ۳۰ اور حضرت امام مہدی عنقریب پائے

هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْخَيْرَةِ

جائیں گے اسی نسبت شریفہ پر اس نیکی والی امت میں۔ ۳۱

۲۹ اللہ تعالیٰ کے طالبوں کی دو قسمیں ہیں:

۱.....مرید ۲.....مراد

وہ ولی جو اللہ کا محبّ ہو مرید کہلاتا ہے اور وہ ولی جو اللہ کا محبوب ہو مراد کہلاتا ہے بالفاظ دیگر جو ولی، اللہ کی رضا چاہتے ہیں مرید کہلاتے ہیں اور وہ ولی جن

marfat.com

کی رضا اللہ چاہتا ہے مراد کہلاتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ مذکورہ نسبت شریفہ نہایت ہی نادر و نایاب ہے اور یہ مرتبہ اللہ کے مراد اولیاء میں سے بھی کسی کسی کو ملتا ہے اور وہ اولیاء جو مریدین ہیں ان کو اس کمال سے ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ملتا۔ یاد رہے کہ یہاں مرید اور مراد سے شیخ طریقت کے عقیدت مند مراد نہیں بلکہ اللہ کے مرید اور مراد ہیں۔

۳۰۔ ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات والتحیات وہ عظیم المرتبت مقام ہے جسے حضرت امام ربانی قدس سرہ' نے نہایتِ عظمیٰ اور غایتِ قصویٰ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے اوپر ولایت کا کوئی مرتبہ نہیں۔

ولایت محمدیہ کا حامل عارف اگر صدیوں بعد ظہور پذیر ہو تو اس کا وجود مسعود تمام جہانوں کے لئے غنیمت ہوتا ہے کیونکہ اس کا کلام قلبی آفات کے لئے دوا اور اس کی نظر روحانی امراض کے لئے شفاء ہے۔

الف سنة اور الوف سنة میں مطابقت

زیر نظر نسخہ کے الفاظ بعد الوف سنة (ہزاروں سال بعد) ہیں۔ جبکہ حضرت خواجہ محمد ہاشم جان رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی نسخہ میں بعد الف سنہ کے لفظ ہیں۔ ہوسکتا ہے نقل در نقل میں غلطی ہوگئی ہو تاہم اگر الف سنة اور الوف سنة دونوں اقوال کے درمیان تطبیق دے لی جائے تو قریب الفہم مطابقت یہ ہے کہ گو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے یہاں اپنی ذات کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں فرمایا مگر ربط وضبطِ عبارات اور مکتوبات شریفہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار سال بعد اس نسبت شریفہ کا کامل تر ظہور حضرت امام ربانی قدس

marfat.com

سرہ' پر ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار سال بعد تجدید دین اور احیائے اسلام کا سہرا آپ کے ہی سر سجا، اسی لئے آپ کو مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے۔

اور اگر بعد الوف سنة لیا جائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں سال بعد اس نسبت شریفہ کا کامل ترین ظہور قرب قیامت وارث کمالات محمدیہ حامل نسبت صدیقہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوگا۔(واللہ اعلم بحقیقة الحال)

۱۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرماتے ہیں کہ اس امت میں یہ نسبت شریفہ اب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص ہے اور آپ ہی اس کے وارث ہوں گے۔آپ کے ارشاد گرامی سے دو اشارے ملتے ہیں۔

اولاً...... حضرت امام مہدی کی نسبت نقشبندیہ ہوگی اور آپ اس نسبت کی تکمیل و تتمیم فرمائیں گے۔

ثانیاً...... آپ کی ولایت، محمدیہ، ہدایت، مصطفویہ، دعوت، اکمل اور ارشاد، اتم ہوگا اور آپ چودہ طبق کی کائنات بلکہ تمام عالمین کا آئینہ ہوں گے۔ بلکہ قلب کائنات ہوں گے اور ساری کائنات کو فیض و برکت انہی کے وجود اقدس کی برکت سے جاری و ساری ہوگی۔

marfat.com

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ. وَحُصُوۡلُ ھٰذِہِ

یہ اللہ کا فضل ہے عطا کرتا ہے اس کو جسے چاہتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے اور اس

الدَّوۡلَۃِ الۡقُصۡوٰی مَنُوۡطٌ بِاِتۡمَامِ طَرِیۡقَیِ السُّلُوۡکِ وَالۡجَذۡبَۃِ تَفۡصِیۡلاً مَرۡتَبَۃً

بے مثال دولت کا حصول متعلق ہے سلوک اور جذبہ کے دونوں طریقوں کو تفصیلاً پورا کرنے

بَعۡدَ مَرۡتَبَۃٍ وَاِکۡمَالِ مَقَامِ الۡفَنَاءِ الۡاَتَمِّ وَالۡبَقَاءِ الۡاَکۡمَلِ دَرَجَۃً بَعۡدَ دَرَجَۃٍ

کے ساتھ مرتبہ بمرتبہ اور فنائے اتم اور بقائے اکمل کے مکمل کرنے کے ساتھ درجہ بدرجہ

وَھٰذَا لَا یَتَیَسَّرُ اِلَّا بِکَمَالِ مُتَابَعَۃِ سَیِّدِالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَحَبِیۡبِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

اور یہ (دولت قصویٰ) میسر نہیں ہوتی مگر سید المرسلین اور حبیب رب العالمین کی کمال

عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفۡضَلُھَا وَمِنَ التَّسۡلِیۡمَاتِ اَکۡمَلُھَا

اتباع کے ساتھ[۳۲] آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر افضل صلوات اور اکمل تسلیمات ہوں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ جَعَلَنَا مِنۡ مُتَابِعِیۡہِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے بنایا ہمیں ان کے تابع فرمانوں میں سے

۳۲ ولایت محمدیہ وہ دولت قصویٰ ہے جو سلوک وجذبہ کے راستوں کو علیحدہ علیحدہ تفصیلاً وتدریجاً طے کرنے پر منحصر ہے۔ تبھی اس سالک پر ولایت محمدیہ کے علوم و معارف عیاں ہوں گے اور وہی ان کا ادراک کر سکے گا۔ سلوک وجذبہ کو طے کرنا فنائے اتم اور بقائے اکمل تک جانا متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے بغیر محال ہے۔

marfat.com

وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ كَمَالُ مُتَابَعَتِهٖ وَالثَّبَاتُ عَلَيْهِ وَالْاِسْتِقَامَةُ

اور سوال ہے اللہ سبحانہ سے ان کے کمال اتباع اور اس پر ثابت قدمی کا اور انکی شریعت پر

عَلٰى شَرِيْعَتِهٖ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنَا ۔ وَهٰذِهِ الْمَعَارِفُ مِنَ

استقامت کا اور رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس بندے پر جو آمین کہے ۳۳ اور یہ وہ معارف

الْاَسْرَارِ الدَّقِيْقَةِ وَ الرُّمُوْزِ الْخَفِيَّةِ مَاتَكَلَّمَ بِهَا اَحَدٌ مِنْ اَكَابِرِ الْاَوْلِيَاءِ

ہیں باریک اسرار اور پوشیدہ رموز میں سے نہیں کلام کیا ان کی بابت کسی نے بھی اکابر

وَمَا اَشَارَ اِلَيْهَا وَاحِدٌ مِنْ اَعَاظِمِ الْاَصْفِيَاءِ اِسْتَاثَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ هٰذَا الْعَبْدَ

اولیاء میں سے اور نہ اشارہ فرمایا ان کے متعلق کسی نے بزرگ صوفیاء میں سے ۳۴

بِهٰذِهِ الْاَسْرَارِ وَاِفْشَائِهَا بِصَدَقَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَ

منتخب فرمایا اللہ سبحانہ نے اس بندہ کو ان اسرار کے ساتھ اور ان کے اظہار پر اپنے

التَّسْلِيْمَاتُ وَلَنِعْمَ مَا قَالَ فِي الشِّعْرِ الْفَارِسِيِّ

حبیب کے صدقے ۳۵ ان پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ وسلام ہوں اور بہت اچھا کہا ہے کسی نے فارسی شعر میں۔

۳۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اور اس پر استقامت گزیں ہونے کی دعا کر رہے ہیں اور اس دعا کی قبولیت کے لئے آمین کہنے والوں کے لئے بھی دعائے رحمت کا مژدہ سنا رہے ہیں۔

دراصل عبادت ومتابعت پر استقامت، برکات کے نزول، حسنات کے وصول اور فیوضات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ کہ استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے۔ اللھم

marfat.com

ارزقنا ایاھا۔ بقول کسے

ما برائے استقامت آمدیم

نے برائے کرامت آمدیم

(متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے سات درجات کی اجمالاً تفصیلات البینات شرح مکتوبات مکتوب: ۷۷ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)۔

۳۴؎ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے عجیب وغریب علوم ومعارف، اسرار وحقائق اور رموز ودقائق جو اس فقیر نے بیان کئے ہیں اولیائے کبار میں سے بھی آج تک کسی نے بیان نہیں فرمائے بلکہ ان کی طرف کسی نے اشارۃ وکنایۃ بھی نہیں فرمایا۔ والحمدللّٰہ علیٰ ذالک

علوم ومعارف حضرت امام ربانی کے ساتھ مختص ہیں

۳۵؎ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تحدیث نعمت کے طور پر فرما رہے ہیں کہ ان اسرار ومعارف کے ابواب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وا کیے ہیں اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا صدقہ ہے، ان اسرار کے ظاہر کرنے میں میری مرضی اور علو مرتبت مطلوب نہیں بلکہ یہ فقیر ان کے افشاء واظہار پر مامور ہے۔

marfat.com

اگر پادشه بر در پیر زن بیاید تو اے خواجه سبلت مکن

اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آ جائے تو تو اے خواجہ اسے ملامت نہ کر

لَیْسَ قَبُوْلُهُ تَعَالٰی مُعَلَّلاً بِشَیْءٍ وَلَا مُسَبَّباً بِسَبَبٍ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَایَشَاءُ

نہیں قبولیت اس (اللہ) تعالیٰ کی معلّل کسی چیز کے ساتھ اور مسبب کسی سبب کے

وَیَحْكُمُ مَایُرِیْدُ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰه ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم دیتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ مخصوص فرمالیتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَعَلٰی جَمِیْعِ

اور اللہ تعالیٰ درود بھیجے ہمارے سردار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی آل پر اور سلامتیاں

الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلَی الْمَلَائِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی عِبَادِهِ الصَّالِحِیْنَ

اور برکتیں ہوں تمام انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اس کے صالح بندوں پر اور

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور (حضرت) مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کو لازم جانے۔

marfat.com

مِنہا-۱۳

روح از عالمِ بے چونی است ، پس لامکانیتِ او را
روح عالم بے کیف سے ہے پس اس کی لامکانیت
متحقق باشد - ہر چند بے چونیٔ او نسبت بمرتبۂ
متحقق ہو گئی اگرچہ اس کی بے کیفی مرتبہء وجوب تعالت و تقدست
وجوب تعالت و تقدست عینِ چون ست- و لامکانیت
کی نسبت عینِ کیف ہے اور اس کی لامکانیت لامکانی
او نظربہ لامکانیٔ حقیقی جلّ سلطانہ عینِ مکانیت -
حقیقی جلّ سلطانہ کے اعتبار سے عین مکانیت ہے [1]

روح مکانی ہی ہے

[1] زیرِ نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ روح، عالم بے چون سے ہونے کی وجہ سے لامکانی ہے مگر مرتبہ وجوب کے اعتبار سے مکانی اور عین چون ہے یعنی روح واجب اور قدیم نہیں جیسا کہ بعض فلاسفہ نے روح کے قِدم کا قول کیا ہے۔

marfat.com

گویا عالم ارواح برزخ است درمیان آں عالم و مرتبۂ بے
گویا عالم ارواح برزخ ہے اس عالم اور مرتبہ بے کیف کے درمیان
چونی، پس ہر دو رنگ دارد ۔ناچار عالم چون اورا بیچون
پس (عالم ارواح) دونوں رنگ رکھتا ہے لامحالہ عالم کیف اس کو بے کیف جانتا ہے
میداند،و نظر بمرتبۂ بے چونی عین چون ست، وایں
اور مرتبہ بے کیفی کے اعتبار سے عین کیف ہے[۲] اور اس کو یہ نسبت برزخیت،
نسبت برزخیت او را باعتبار فطرت اصلئ اوست۔
اس کی فطرت اصلی کے اعتبار سے ہے[۳]

[۲] عالمِ ارواح مرتبہء چون (عالم امکان) اور مرتبہء بے چون (واجب تعالیٰ) کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اس درمیانی حجاب، واسطے اور رابطے کو کہا جاتا ہے جس کا تعلق دونوں طرف قائم ہو۔ایک طرف سے فیض لے اور دوسری طرف فیض دے۔ روح ایک جہت سے لامکانی اور ایک جہت سے مکانی ہے۔ مرتبۂ وجوب کے سامنے روح مکانی ہے اور عالم امکان کی نسبت سے لامکانی ہے،لہٰذا یہ مکانیت اور لامکانیت دونوں رنگ رکھتی ہے۔

سالک کا مشاہدۂ روح

دوران سلوک سالک کی نظر جب عالم ارواح پر پڑتی ہے تو عالم ارواح کے مرتبہ وجوب کے ساتھ محض صوری مناسبت کی وجہ سے سالک اسی عالم ارواح کو حق سمجھ کر اس عالم کے مشاہدہ کو مشاہدۂ حق جلّ سلطانہ تصور کر لیتا ہے اور اسی سے محظوظ و لذت اندوز ہوتا ہے۔بعض مشائخ اسی مقام میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے رہے اور جب انہیں اس مقام سے گزار دیا گیا تو پھر اس کی برائی کا انہیں علم

marfat.com

ہوا۔ (معارف لدنیہ معرفت:۲۷)

غالباً اسی مشاہدۂ روح کے مقام پر حضرت ابن عربی قدس سرہٗ العزیز نے بھی روح کے قِدم کا قول کیا ہے یہاں یہ امر مستحضر رہے کہ یہ ان حضرات کا بیان حال ہے بیان عقیدہ نہیں اس لئے انہیں معذور جاننا چاہئے۔یقیناً وہ اس قسم کے مقامات سے آگے گذر گئے ہونگے (و اللہ اعلم بحقیقة الحال)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں روح کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کردی جائیں تاکہ فہم منہا میں قارئین کیلئے سہولت رہے۔و باللّٰہ التوفیق

روح کیا ہے؟

روح ایک لاہوتی لطیفہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی جُثے میں ودیعت فرمایا ہے، وہ ذی شعور اور مدرک الحقائق ہے لیکن خود کیف و اَینیت سے وراء ہے۔ انسانی بدن سے اس کا تعلق بس تدبیر وتصرف کا ہے یہی وجہ ہے کہ عقل انسانی اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (الاسراء ۱۷:۸۵) سے عیاں ہے مگر آیت کریمہ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّاقَلِیْلًا (الاسراء ۱۷:۸۵) کے مطابق قلیل لوگوں کو اس کا علم دیا گیا ہے جنہیں راسخین فی العلم کہا جاتا ہے۔

روح کی تعریف

روح کا لفظ رِیحٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ''ہوا'' ہے۔روح بھی ہوا کی جنس سے ہے۔کتاب وسنت سے اس کا نفخ (پھونک) ہونا بھی ثابت ہے کیونکہ روح کی پیدائش نفخ ملائکہ سے ہوئی اور ملائکہ کی تخلیق نور سے ہے لہٰذا روح، ملائکہ سے زیادہ لطیف ہوئی جیسے جسم انسانی کا سانس اس کے جسم سے زیادہ لطیف ہے ایسے ہی ملائکہ

marfat.com

کا سانس ان کے جسم سے زیادہ لطیف ہے۔روح بدن میں اس طرح سرایت اور نفوذ کر جاتی ہے جیسے گلاب کے پھول میں خوشبو، زیتون میں تیل اور کوئلے میں آگ کا سریان ہوتا ہے۔

اقسام روح

اجمالی طور پر روح کی دو قسمیں ہیں۔

۱...... وہ ارواح جن کا تعلق ابدان کے ساتھ ہوتا ہے وہ ارواح انسانیہ حیوانیہ ہیں جو متصرفہ بدن ہوتی ہیں۔

۲...... وہ ارواح جن کا تعلق ابدان کے ساتھ نہیں ہوتا وہ متصرفہ بدن نہیں ہوتیں، انسانی جسم ان کے تصرف کا محتاج نہیں ہوتا۔اس سے مراد ملاء اعلیٰ کی ارواح ہیں جنہیں ملائکہ کہا جاتا ہے، یہ بھی ارواح کی ایک قسم ہے اور انہیں ارواح مہیمنہ کہتے ہیں جو ملاء اعلیٰ میں رہتی ہیں۔ملاء اعلیٰ ارواح کا دیس ہے اور ملاء اعلیٰ ایک ولایت ہے، جن اولیائے کرام کو ملاء اعلیٰ کی ولایت نصیب ہوتی ہے ان کا تعلق ان ارواح سے ہوتا ہے۔

روح کے دو بدن

صوفیائے محققین کے نزدیک روح کے دو بدن ہیں۔ایک عنصری اور دوسرا مثالی ایک روح تو حیات دنیوی میں اس عنصری اور محدود بدن سے متعلق رہتی ہے اور اس بدن ظاہری کے فنا ہو جانے کے بعد مذکورہ بدنِ مثالی میں جو بدن ظاہری کی نسبت لطیف ہوتا ہے، منتقل ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن بدنِ مثالی (برزخی) سے نکل کر دوبارہ بدن عنصری میں آ جائے گی۔

سب جانتے ہیں کہ انسان کا عنصری بدن نیند میں معطل اور بے کار ہو جاتا ہے۔ انسان کو خواب میں جو بدن انسانی نظر آتا ہے وہ یہ بدن عنصری نہیں بلکہ وہی مثالی بدن

marfat.com

ہوتا ہے لہٰذا روح دونوں بدنوں کی تدبیر کرتی ہے، ورنہ بدن عنصری فاسد ہو جائے اور روح عالم مثال میں عالم ملکوت کے عجائبات کی سیر کرتی رہے۔

موت اختیاری

اولیائے کاملین کی روحیں اس بدن عنصری سے ذاتی اختیار کے تحت بھی جدا ہو سکتی ہیں۔ اس حالت کو اصطلاح تصوف میں اِنتزاع اور اِنخلاع (الگ ہونا) کہتے ہیں، اس قسم کی موت اختیاری ہوتی ہے۔ جس پر مشق وریاضت سے قدرت و اختیار حاصل ہو سکتا ہے۔

روح کی لاتعداد اور بیشمار اقسام ہیں جو احاطہ ادراک سے باہر ہیں۔ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک روح واحد ہے اور وہ روح محمدی ہے (علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیات) اور روح کی اقسام سے مراد روح کے تعینات ہیں۔ جیسے درخت کا بیج ایک ہوتا ہے اور اس بیج سے درخت کا پھیلاؤ اسی بیج کے تعینات ہیں لہٰذا شاخ، تنا، پتا، پھول، پھل، کانٹا وغیرہا سب بیج کے تعینات ہیں۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ علمائے متکلمین اہل سنت کی تائید میں فرماتے ہیں کہ روح ایک نہیں بلکہ ارواح، متعدد و متکثر ہیں۔ آپ کے نزدیک روح محمدی علیٰ صاحبہا الصلوات حقیقۃ الحقائق ہے جسے روح اعظم بھی کہا جاتا ہے اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۷۷۳) یعنی ارواح لشکروں کی صورت میں ہیں، سے ارواح کے متعدد ہونے کی دلیل شرعی ہے جس سے روح واحد کے قول کی نفی ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کا قول کہ روح ایک ہے، دلیل کشفی سے ثابت ہے اور دلیلِ کشفی سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے جبکہ دلیل شرعی سے علم قطعی

marfat.com

ویقینی حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نیز روح جو ہرِ فرد بھی نہیں کہ حدیث شریف میں کافر کی موت کے وقت روح کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے تَتَفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ (شرح الصدور:۵۶) کہ میت کے بدن میں متفرق ہو جاتی ہے۔ (مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۲۲ میں ملاحظہ ہوں)

۳ روح کی نسبتِ برزخیت اس کی فطرتِ اصلی کے اعتبار سے ہے یعنی روح کی فطرت اصلی میں برزخ بننے کی استعداد رکھ دی گئی ہے اور اسی استعداد کی وجہ سے وہ عالمِ وجوب کا فیض، عالم امکان کی طرف منتقل کرتی ہے۔

marfat.com

اما بعد از تعلق بایں بدن عنصری و گرفتاری بایں ہیکلِ

بہر حال اس بدن عنصری کے ساتھ تعلق اور اس ہیکل ظلمانی (تاریک ڈھانچہ)

ظلمانی او از برزخیت برآمدہ است، وبتمام بعالم چون

کے ساتھ گرفتاری کے بعد وہ برزخیت سے نکل آتی ہے اور کلیتاً

فرود آمدہ، ورنگ بیچونی از وے متواری گشتہ۔

عالم کیف میں نیچے اتر آئی اور بے کیفی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہوگیا ؎

روح اور جسم کا باہمی تعلق

؎ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ہیکل ظلمانی اور بدن انسانی میں روح کو یوں مقید کر دیا کہ روح کو جسم انسانی کا عاشق بنا دیا اور جسم انسانی کو روح کا معشوق بنا کر باہمی اتصال ومجاورت کے ذریعے روح کی جلا اور چمک میں اضافہ کر دیا ہے کیونکہ

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا

جیسا کہ آئینہ ساز، گرد آلود آئینے میں صفائی اور لطافت پیدا کرنے کیلئے اس کو خاک آلود کرتے ہیں حتی کہ ظلمتِ ترابیہ کی رگڑ سے شیشے کی صورتِ نورانیہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ پس جب حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ روح انسانی کو اپنے قرب وارتقاء کی منزلوں پر فائز کیا جائے تو اس ذات حق تعالیٰ نے جسموں سے پہلے روحوں کو تخلیق فرما کر ان کو عالم امر (لامکاں) میں قیام بخشا اور ان کی توجہات کو مرتبۂ وجوب کی جانب مبذول کر دیا لیکن چونکہ روحوں کو ذات کے مزید قرب ووصال کی تمنا تھی اور کمالِ قرب ووصال کو اللہ

marfat.com

تعالیٰ نے مجاہدے اور ریاضت پر موقوف کر رکھا تھا اور عالمِ قدس (عالم امر) مجاہدے کی مشقتوں اور کلفتوں سے پاک تھا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے روح کو عالم امر کی نورانیتوں سے نکال کر عالمِ خلق میں انسانی بدنوں کی ظلمتوں میں داخل کر کے نفس کی مخالفت پر مامور کر دیا۔

مگر روح نے اپنے معشوق ظلمانی میں فنائیت اور استغراق کی وجہ سے اپنی لامکانیت ونورانیت کو فراموش کر دیا اور بے چونی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہوگیا۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسی بنا پر روح کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

؎ چند باشی از مقام خود جدا
چند گردی در بدر اے بے حیا

مولانا روم اور روح

جب روح بدن انسانی میں پھنس کر اپنی بے چونی اور نورانیت کو کھو بیٹھی تو روح کی بے چینی، بے قراری اور آہ وزاری کی حالت کو حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے تمثیلی انداز میں مثنوی شریف کے آغاز میں یوں بیان فرمایا

بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق

ترجمہ: بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے اور جدائیوں کی کیا شکایت کرتی ہے کہ جب

marfat.com

سے مجھے بانس کے جنگل سے کاٹا ہے، میری آہ وزاری سے مرد وعورت سبھی روتے ہیں۔ میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو فراق سے پارہ پارہ ہوتا کہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں۔

یعنی روح ہجر وفراق اور ابتلاء وآزمائش کو بیان کر رہی ہے کہ مجھے عالم ارواح سے نکال کر انسانی پنجرے میں قید کر دیا گیا۔ مزید برآں دنیاوی آلائشوں، جسمانی کدورتوں، بدنی ظلمتوں، گناہوں کی کثافتوں، غلاظتوں کے چرکوں اور زخموں سے میرا سینہ چھلنی ہوگیا ہے۔ اب میں اپنی فطری برزخیت ونورانیت کو گم کر کے تمہارے جیسی ہوگئی ہوں۔

اب جو مرد کامل روح کو اس کے سابقہ مقام پر پہنچادے اور اس کی کثیف نورانیت کو دوبارہ چمکا دے، اسی کو شیخ کامل کہتے ہیں اسی حقیقت کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے تمثیلاً یوں بیان فرمایا

آپ فرماتے ہیں کہ ایک شہزادہ سیر کرنے گیا، راہ میں ایک بھنگن پر عاشق ہو گیا اور عاشق ہو کر بھول گیا کہ میں کون ہوں؟ اس کو یاد نہ رہا کہ میری ماں کون ہے...... میرا باپ کون؟ میری نسل کیا ہے...... میری اصل کون؟ میں کون ہوں...... میرا خاصا کیا ہے؟ میں کہاں سے آیا ہوں...... میں نے کہاں جانا ہے؟ وہ بھنگن کے گھر جا کر بھنگی ہوگیا...... سر پر ٹوکرا رکھ کر...... ہاتھ میں جھاڑو لے کر...... گلیاں صاف کرنے لگا...... گویا وہ فریب صورت کے جادو کا اسیر ہوگیا۔

اس کا علاج یہ ہوا کہ کسی صاحبِ بصیرت نے آکر اس کو بتایا کہ بھلے آدمی تو بھنگی نہیں بلکہ شہزادہ ہے۔ تو صفائی کرنے والا نہیں...... کرانے والا ہے۔ تو غلام نہیں...... آقا ہے۔ تو پابند نہیں...... آزاد ہے۔ تو اس بدبودار ماحول میں کیوں رہتا ہے تو خوشبودار ماحول کا باسی ہے۔ اس نے اس کو اصل کی سیر کرائی...... ماں باپ سے

marfat.com

ملایا......تخت وتاج دکھایا تو شہزادے کو یقین آیا......تو پہلی بات یہ ہے کہ شہزادے کی غلط فہمی دور کی جائے اور اسے بتایا جائے کہ تو کون ہے؟ اور جو اس کو بتادے کہ تو کون ہے اسی کو مرشد یا پیر کہتے ہیں۔ (مقالات خطیب الاسلام:۲۲۶)

اگر روح، انسانی پنجرے کے استغراق میں رہ کر فنائیت مطلقہ تک نہ پہنچی تو اس کیلئے یقیناً ہلاکت اور بربادی ہے کیونکہ وہ اپنے وطن اصلی سے دور رہ کر اپنی استعداد وصلاحیت کے جوہر کو ضائع کر رہی ہے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو اپنی طرف دعوت دینے کا فریضہ تفویض فرمایا اور لوگوں کو ان کے وطنِ اصلی کی یاد دلانے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

چنانچہ اہل سعادت کی ارواح انبیاء واولیاء کی دعوت الی اللہ پر لبیک کہتے ہوئے اپنے وطن اصلی کی طرف عروج کرتی ہیں اور صالحین ومقربین کا مقام حاصل کر لیتی ہیں۔ جبکہ اہل شقاوت کی ارواح اس دعوت سے اعراض وانکار کر کے اپنے معشوق ظلمانی (جسم) کی قید میں رہ کر فاسق وفاجر اور عاصی وکافر کا خطاب پاتی ہیں۔

استغراقِ جسم کے اعتبار سے روح کی اقسام

روح کے بدن میں استغراق کی دو قسمیں ہیں۔ اگر روح اپنے وطن اصلی کو مکمل طور پر فراموش کر دے اور وہ کچھ بھی یاد نہ رکھے تو ایسے لوگوں کو طائفہ ناسیاں کہتے ہیں۔ اگر روح اپنے وطن اصلی کو فراموش نہ کرے تو ان لوگوں کو طائفہ سابقاں کہا جاتا ہے۔

marfat.com

مَثَل او مثلِ ہاروت ماروت است کہ بواسطۂ بعضے

اس (روح) کی مثال ہاروت و ماروت کی مثل ہے کہ بعض حکمتوں

حکم ومصالح ارواح ملائکہ بحضیضِ بشریت فرود آمدہ

اور مصلحتوں کے واسطہ سے ارواح ملائکہ بشریت کی پستی میں نیچے اتر

اند۔چنانچہ گفتہ اندپس اگرعنایت خدواندی جلّ شانہ

آئیں ۵ جیساکہ (اہل تفسیر) کہتے ہیں اگر عنایت خداوندی جل شانہٗ

دستگیری نماید تاازیں سفر رجوعے واقع شود

دستگیری فرمائے یہاں تک کہ اس سفر سے رجوع واقع ہو جائے۔

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح ہاروت اور ماروت فرشتوں کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر بشریت کا جامہ پہنا کر دنیا میں بھیجا گیا ایسے ہی روح کو مختلف حکمتوں و مصلحتوں کی بنا پر جسم انسانی میں مقید کر دیا گیا۔

یاد رہے کہ عارفِ باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ اہل یہود کا ہاروت و ماروت کے متعلق بیان کردہ قصہ من گھڑت اور اسرائیلی روایات میں سے ہے اور اسرائیلی روایات ناقابل التفات ہیں۔ امرِ واقعہ صرف اسی قدر ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ ہاروت و ماروت کو تعلیم سحر کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک و بد کی آزمائش مقصود تھی۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوۡلَاۤ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ (البقرہ۲:۱۰۲) سے عیاں ہے۔

marfat.com

وازیں تنزل عروجے فرماید ،نفس ظلمانی وبدن عنصری نیز

اور اس تنزل سے عروج کرے نفس ظلمانی اور بدن عنصری بھی اس

بمتابعتِ اوعروجے خواہند نمود ، وطے منازل خواہند فرمود

کی اتباع میں عروج چاہیں گے اور طے منازل چاہیں گے ؂۶

دریں ضمن آنچہ مقصود از تعلق روح وتنزل اوست بظہور

اس ضمن میں روح کے تعلق اور اس کے تنزل سے جو مقصود ہے ظاہر ہو

خواہد آمد ، واماره باطمینان خواہد پیوست۔

جائے گا اور (نفس) اماره کو اطمینان مل جائے گا۔

جب روح کو عالم ارواح سے لاکر جسم انسانی میں داخل کردیا گیا تو جسمانی ظلمت اورنفسانی مجاورت کی وجہ سے روح کی نورانیت مکدر اور غلیظ ہوگئی۔ بقول شاعر

ہکے لامکان مکان اساڈا ایتھاں آن بتاں وچ پھاسے
اس نفس شیطان پلید چا کیتا کوئی اصل پلید تے ناسے

روح کا عروج

۶؂ جب اللہ تعالیٰ کے فضل ، شیخ کامل کی توجہات اور لطائف میں ذکر کی بدولت روح بیدار ہوکر عالمِ قدس کی طرف پرواز کرتی ہے تو یہ بدن عنصری روح کی متابعت میں عروج چاہے گا اور اوپر چڑھنے کی کوشش کرے گا کیونکہ روح نے کچھ عرصہ بدن میں رہ کر اسے اپنی مناسبت سے واقف اور محرم کردیا اور جسم کو روح کی مناسبت محسوس ہوتی تھی اگرچہ جسم نے غلبہ کرلیا تھا۔ جب روح عروج کرگئی تو پیچھے پیچھے بدن کو بھی کشش ہوئی اور یہ بھی اوپر جانے کی کوشش کرنے لگا جس طرح روح ظلمانیت سے نکل کر

marfat.com

نورانیت کی طرف عروج کرتی ہے یہ بدن بھی اتنا ہی نورانیت کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اس کو تزکیہ نفس کی کیفیت کہتے ہیں جب روح عروج اور منازل طے کرتی ہے تو عناصر کا بھی تزکیہ ہو جاتا ہے۔

یوں جسم میں لطافت اور نورانیت آ جاتی ہے۔ چنانچہ نفس مزکّی ومطہر ہو کر نزول کرتا ہے اور روح مزید کمالاتِ قرب حاصل کرنے کیلئے عروج کرتی رہتی ہے۔ اس طرح یہ دونوں (روح و نفس مع الجسد) اپنے اپنے مقامات اصلیہ و کمالات عُلیہ پر پہنچ کر روحی ونفسی عروج ونزول سے مشرف ہو کر فنا وبقائے نفسی و رُوحی سے شادکام ہو جاتے ہیں (والحمد للّٰہ علٰی ذالك) اور روح کے جسد میں نزول سے جو مقصود تھا، وہ پورا ہو جاتا ہے اور روح اپنی اصلی برزخیت میں پہنچ جاتی ہے ۔بقول شاعر

دل اپنی طلب میں صادق تھا گبھرا کے سوئے مطلوب گیا
دریا ہی سے موتی نکلا تھا دریا میں ہی جا کے ڈوب گیا

marfat.com

وظلمانی بنورانی مبدل خواہد گشت - وچوں روح ایں

اور ظلمانی نورانی کے ساتھ بدل جائے گی اور جب روح اس

سفر را تمام کند وآنچہ مقصود از نزول بود بانجام رساند ،بہ

سفر کو مکمل کرے گی اور جو کچھ نزول سے مقصود تھا انجام تک پہنچ جائے گا

برزخیت اصلی خواہد رسید ،ونہایت دررجوع بہ بدایت

تو اصلی برزخیت کو پہنچ جائے گی اور نہایت رجوع میں

خواہد یافت،

بدایت کو پالے گی ؎

؎ جب روح عروجی منازل اور روحانی مدارج طے کرتی ہوئی دوبارہ عالمِ ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی انتہاء، ابتداء کی طرف لوٹ جاتی ہے اور نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ بدن عنصری میں لطافت آجاتی ہے تو روح کے جسم میں مقید کرنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ روح کو دوبارہ عالم ارواح میں کیسے پہنچایا جائے؟ صوفیائے کرام نے اس کے متعلق دو بنیادی باتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱......سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا فضل محض بندے کے شامل حال ہو۔

۲......دوسرے اولیائے طریقت نے راہ سلوک کا جو طریقہ وضع فرمایا اور اس کے لئے جو نصاب مرتب کیا ہے اس پر پورے اخلاص وتندہی سے پابندی کی جائے لیکن یہ سب کچھ کسی شیخ کامل مکمل کی زیرنگرانی ہونا چاہئے۔ وبدونہ خرطُ القتاد

marfat.com

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشہء معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

پیری مریدی سے مقصود

پیری، مریدی سے مقصود شجرے، جبے، قبے، عبائیں، قبائیں، دستاریں، نیازیں، تعویذ دھاگے، اوراد و وظائف وغیرہا نہیں بلکہ لوگوں کے دل بہلانے کیلئے یہ سب کھلونے ہیں۔ پیری مریدی کا مقصد نہ تو عوام کالانعام سے نذرانے بٹورنا اور روپیہ پیسہ ہتھیانا ہے اور نہ ہی تصوف کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کمانا ہے بلکہ یہ سب دنیا دار پیروں کے طلسمات اور شعبدے ہیں جن کا تصوف وطریقت اور حقیقت وشریعت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

پیری مریدی کا مقصد نمود ونمائش بھی نہیں، اس قسم کے تمام امور جہالت کی پیداوار اور شیطانی افکار ہیں۔ اس قسم کے سب کام حرام ہیں۔ جن کے تصور سے بھی شرک کی بو آتی ہے۔ بقول اقبال مرحوم

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

درحقیقت شجرے، دستاریں، اوراد و وظائف اوراذکار وغیرہا اس ڈگڈگی کی مانند ہیں جس کو بجا کر مداری شعبدے دکھاتا ہے۔ مقصود اس سے بالا ہے اور وہ یہ ہے کہ روح کو روحانی توجہات، ذکر وفکر ومراقبات اور سنت وشریعت پر پابندی کے ذریعے بدن کی تاریکی اور گناہوں کی آلودگی سے پاک ومطہر کرکے دوبارہ اس کا تعلق

marfat.com

عالم ارواح سے جوڑ دیا جائے اور گناہوں میں لتھڑی ہوئی انسانیت کا پھر سے خدا کے ساتھ رابطہ استوار کر دیا جائے۔اسی مقصد کے لئے سلاسل طریقت کے مقرر کردہ سلوک (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کو طے کروایا جاتا ہے۔ عالم امر اور عالم خلق کے لطائف میں توجہات دی جاتی ہیں۔

مگر ہائے افسوس! طریقت کے راہ نوردوں کو جبہ و دستار اور چلوں تک محدود کر دیا گیا ان کو حقیقت سے آگاہی نہ بخشی گئی۔ ''اٹھا میں مسجد و خانقاہ سے نمناک'' کے مصداق خانقاہیں اور مساجد و مدارس کسی صاحب نظر صوفی اور کسی صاحب توجہ درویش کی منتظر ہیں کہ جس کی ایک توجہ سے دل و دماغ میں انقلاب پیدا ہو جائے۔لیکن بقول اقبال مرحوم صد افسوس!

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری!

شیخ کامل مکمل

حقیقت یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل (بکسر میم ثانی) وہ ہے کہ جس کی ایک ہی باطنی توجہ مرید کے قلب و نظر میں انقلاب برپا کر دے اور وہ مرید کے قلب کو ذاکر بنادے بلکہ خالص نقشبندی فقیر اور پیر تو وہ ہوتا ہے جو تصرف فرما کر مرید کے قلب سے شیطانی اثرات، نفسانی خواہشات و وسواس کو مٹا کر اس کے دل پر اسم ''اللہ'' نقش کر دے، اسے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر کے نسیانِ ماسوی اللہ کے مرتبے تک پہنچا دے، جو شیخ یہ کام کرے مرید کے لئے وہی اپنے زمانے کا امام ہے۔ بقول اقبال مرحوم

marfat.com

وچوں قلب از عالم ارواح است، نیز در برزخیت توطُّن

اور چونکہ قلب عالم ارواح سے ہے وہ بھی برزخیت میں قیام پذیر ہوجائے گا

خواہد نمود، ونفسِ مطمئنہ کہ رنگے از عالم امر دارد چہ او

اور نفس مطمئنہ جو عالم امر سے ایک طرح کا رنگ رکھتا ہے کیونکہ وہ برزخ

برزخ ست میان قلب وبدن نیز ہما نجا اقامت خواہد نمود

ہے قلب اور بدن کے درمیان بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوگا ۸

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام بر حق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

اور مرید کے متعلق اہل طریقت نے تحریر فرمایا ہے:

اَلْمُرِیْدُ مَنْ لَا یُرِیْدُ اِلَّا اللّٰہ یعنی مرید وہ ہے جو شیخ سے اللہ کے قرب کے سوا کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے۔

۸ جب روح کی عالم ارواح تک رسائی ہوجاتی ہے تو قلب بھی عالم ارواح سے تعلق کی بنا پر مقام برزخیت پر متمکن ہوجاتا ہے۔ روح کے عالم امر (عالم ارواح) تک رسائی کے دوران نفس بھی مطیع ہوجاتا ہے اور عالم امر کے رنگ سے رنگین ہوجانے کی وجہ سے مقام اطمینان پر فائز ہوجاتا ہے۔ لہٰذا وہ قلب اور بدن کے درمیان برزخ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

marfat.com

وبدن عنصری کہ مرکب از عناصر اربعہ است بعالم
اور بدن عنصری جو عناصر اربعہ سے مرکب ہے عالم کون و مکان میں
کون ومکان استقرار خواہد یافت، وبطاعت وعبادت
قرار پائے گا اور اطاعت و عبادت میں مشغول ہو جائے گا اس
خواہد پرداخت۔ بعدازیں اگر سرکشی ومخالفت واقع
کے بعد اگر کوئی سرکشی اور مخالفت واقع ہو المختصر (وہ)
شود فی الجملہ منسوب بطبائع عناصر خواہد بود
عناصر کی طبیعتوں کی طرف منسوب ہو گی۔ [۹]

۹ جب عالم امر کے لطائف (قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ) کی رسائی عالم ارواح تک ہوجاتی ہے اورنفس بھی ان کی اتباع میں لطیف اور مطمئنہ ہوجاتا ہے تو لطائف کے عالم قدس کی طرف پرواز کرجانے کے بعد قفس عنصری خالی رہ جاتا ہے تو اس وقت عارف ہر قسم کی بشری کدورتوں اور نفسانی شرارتوں سے پاک اور محفوظ ہوجاتا ہے تب وہ حق تعالیٰ کے حضور یوں گویا ہوتا ہے

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

جب حق تعالیٰ اس کے قلب میں جلوہ فرماتا ہے تو وہ ظاہری طور پر دنیا میں رہتا ہے لیکن باطنی طور پر حق کے ساتھ ہوتا ہے۔

جیہڑے دل وچ توں آ وسیوں اوہ دنیا وچ نہ وسدے نیں
اک وار جو پھائیوں اڈ جاون مڑ دوجی وار نہ پھسدے نیں

marfat.com

عالم امر کے لطائف پر وارد ہونے والے انوار و تجلیات بدن عنصری (خاک، باد، نار، آب) پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ نتیجتاً جسم اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں مصروف ہو جاتا ہے۔

تصفیہ لطائف، تزکیہ نفس اور عالم خلق کے عناصر اربعہ پر انوار کے غلبہ کے باوجود، ان عناصر کی بغاوت، ثقالت، کثافت، رذالت جو دب گئی تھیں کبھی کبھی وہ پھر ابھرتی اور جوش مارتی ہیں۔ دراصل یہ ان جواہر و عناصر کی فطرت میں شامل و داخل ہیں جو صوفی و سالک کو گناہ پر آمادہ کرتیں اور احکام الٰہیہ کی مخالفت پر کمر بستہ کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے درویش سے کوئی نہ کوئی خطا و قصور واقع ہو جاتا ہے۔ تو یہ سرکشی و مخالفت ان عناصر کی طبیعتوں کی طرف منسوب کی جائے گی، نفس کی طرف نہیں، کیونکہ نفس تو مقام اطمینان پر فائز المرام ہو چکا ہے۔

marfat.com

مثلاً جزو ناری کہ بالذات سرکش و مخالفت طلب ست

مثلاً جزو آتش جو ذاتی طور پر سرکش اور مخالفت طلب ہے

دررنگِ ابلیسِ لعین ندائے اَنَا خَیْرٌ مِنْہُ خواہد برآورد ، ونفس

ابلیس لعین کی طرح انا خیر منہ کی صدا لگائے گا [۱] نفس مطمئنہ

مطمئنہ از سرکشی بازماندہ است چہ او از حق جلّ

سرکشی سے باز آ جاتا ہے کیونکہ وہ حق جل سلطانہ سے راضی ہو گیا

سلطانہ راضی گشتہ ، وحق سبحانہ ازوے راضی

اور حق سبحانہ اس سے راضی (ہو گیا)

وسرکشی ازراضی ومرضی متصور نیست ۔ اگر

اور سرکشی ایک دوسرے سے راضی ہونے والوں سے متصور نہیں ہے اگر

سرکشی است از قالب ست ۔

سرکشی ہے تو قالب (جسم عنصری) سے ہے [۱۱]

عنصر ناری

[۱] حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز عناصر اربعہ میں عنصر ناری کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ بغاوت اور مخالفت نار کی سرشت میں داخل وشامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنصر ناری شیطان لعین کی مانند اپنی خیریت وفضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ شیطان جنات میں سے ہے اور جنات کی تخلیق نار سے کی گئی لہٰذا ناری مخلوق ہونے کی وجہ سے سرکشی وبغاوت اور دشمنی ومخالفت اس کی طبیعت میں داخل ہے۔

marfat.com

بنابریں جب اسے حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے بہتر و اعلیٰ ہونے کا اعلان کر دیا۔ جیسا کہ آیات کریمہ وَكَانَ مِنَ الْجِنِّ اور اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ (ص ۳۸: ۷۶) سے واضح ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ صوفیاء کرام جو نفس امارہ کو مٹانے کی بات کرتے ہیں تو مٹانے سے ان کی مراد دبانا ہے۔ کیونکہ بدن انسانی کی تکمیل نفس کے بغیر ممکن نہیں اس لئے اس کو بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا البتہ نفس کے سرکش گھوڑے کے منہ میں عبادات و ریاضات، اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کی لگام دے دی جاتی ہے تاکہ اس کی بغاوت و مخالفت دب جائے یعنی نفس کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا امالہ ہو سکتا ہے، یوں اسے گناہوں کی دلدل سے نکال کر نیکی کی راہ پر گامزن کر دیا جاتا ہے۔

اسلام میں معیار فضیلت

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جیسے شیطان نے لاکھوں سال عبادت کرنے کے باوجود اپنی طبعی بغاوت کی وجہ سے انا خیر منہ کی متکبرانہ صدا بلند کر دی تھی ایسے ہی دنیا دار لوگ زاہد و عابد ہونے کے باوجود برادری ازم کے پجاری ہوتے ہیں۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنی برادری کو مقدم سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے مخصوص خونی مزاج کی وجہ سے ان میں اکھڑپن، تکبر، ظلم، بغاوت، شرارت وغیرہا جیسی اخلاقی کمزوریاں اور روحانی بیماریاں ہوتی ہیں، خواہ کوئی شخص ولی بھی بن جائے اس کا خاندانی مزاج پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ رہتا ہے گو اسلام میں ادنیٰ اور اعلیٰ کا تصور نسل، برادری، رنگ اور قوم میں منحصر نہیں بلکہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے، جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات ۴۹: ۱۳) سے عیاں ہے۔ اس لئے

marfat.com

برادری، رنگ اور نسل کی پوجا سے اجتناب کرنا چاہیے۔

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تم مسلمان بھی ہو

اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَجَعَلْكُمْ شُعُوباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (الحجرات ۴۹: ۱۳) کے مطابق برادریاں اور قبیلے محض باہمی تعارف کیلئے بنائے گئے اس لئے معیار فضیلت برادری نہیں بلکہ پرہیز گاری ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب صحابی رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ان کا شجرہ نسب پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا سلمان بن اسلام بن اسلام، شاید اسی لئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ البَيتِ کا مژدہ سنا کر اپنی اہلبیت میں شامل فرمالیا۔ سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

جب کسی خوش قسمت کو عشق الٰہی کی دولت میسر آتی ہے تو اَلْعِشْقُ نَارٌ يُحْرِقُ مَاسِوَى اللّٰه کے مقولہ کے مصداق اس کی ساری روحانی بیماریاں اور اخلاقی کمزوریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کی دعا مستجاب، توجہ اکسیر اور نگاہ شفا بن جاتی ہے اور جملہ کائنات اور موجودات کی کرامت وسیادت کا تاج اس کے سر پر سجا دیا جاتا ہے۔

marfat.com

حضرت مولانا روم مست بادہ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش! اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
اوست سید جملہ موجودات را

جسم عنصری میں بغاوت کا امکان

!! جب نفس مطمئنہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے راضیہ اور مرضیہ کے خطاب سے نوازا جاتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ٥ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً (الفجر ٩٠: ٢٦، ٢٧) سے واضح ہے تو اس سے بغاوت ممکن نہیں ہوتی کیونکہ جہاں رضا آتی ہے وہاں سرکشی ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اگر سرکشی کا امکان ہوتا ہے تو وہ جسم عنصری سے ہی متوقع ہو سکتا ہے۔

marfat.com

ساناکہ سَیِّدُ الْبَشَرُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا

شاید جسے سید البشر علیہ وعلٰی الہ الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا

وَاَکْمَلُهَا تعبیر بجہاد اکبر ازیں سرکشئی ابلیسی

نے جہاد اکبر سے تعبیر (فرمایا) اسے ابلیسی سرکشی فرماتے ہوں

فرمودہ باشند کہ منشاء آں جزو قالبی است۔ وآنکہ

جو اس جزو قالبی کا منشا ہے [۱۲] اور وہ جو فرماتے

فرمودہ اند "اسلم شیطانی" مراد ازاں یا شیطان آفاقی ست

ہیں "میر اشیطان مسلمان ہو گیا" اس سے مراد یا آفاقی شیطان ہے۔

[۱۲] شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ابلیسی سرکشی کی وجہ سے ابلیس کے ساتھ جہاد کو جہاد اکبر فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ہے: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ (تفسیر روح المعانی جز ۴/۱۹۳) یعنی کفار کے ساتھ جہاد اصغر کیا ہے اب آؤ شیطانی اثرات اور نفسانی خواہشات کے خلاف اعمال صالحہ بجالا کر جہاد اکبر کریں۔ کیونکہ جس طرح ابلیس کی فطرت میں سرکشی ہے اسی طرح انسانی عناصر اربعہ کی فطرت میں بھی سرکشی ہے اور شیطان کا انہی عناصر پر قبضہ ہوتا ہے انہی پر قابض ہو کر وہ سالک سے گناہ کرواتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۹۷) (شیطان بدن انسانی میں خون کی رگوں میں گردش کرتا ہے) یعنی اس کو بدن عنصری پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے اسی لئے شیطانی اثرات کی وجہ سے انسانی جسم میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جہادِ اکبر جزو قالبی کا منشا ہے یعنی انسانی عناصر میں جو شیطانی اثرات پیدا ہوئے ہیں ان کے ساتھ مقابلے کو "جہاد اکبر" کہا گیا ہے۔

marfat.com

که قرین اوست علیه الصلوٰة والسلام ومراد ایں جا شیطان

جوان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرین ہے اور مراد اس جگہ (در حدیث جہاد اکبر) انفسی شیطان

انفسی است، ہر چند صولت ایں شیطان نیز شکسته

ہے اگر چہ اس شیطان کا زور بھی ٹوٹ چکا ہے اور سرکشی سے باز آ گیا ہے لیکن جو

است واز تمرد بازمانده اما ما بالذات لاینفک عن الذات

چیز ذاتی ہوتی ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی ۱۳؎

سیاہی از حبشی کے رود که خود رنگ ست

سیاہی حبشی سے کیسے دور ہو کیونکہ وہ بذات خود رنگ ہے

ویا مراد ازاں شیطان انفسی است واسلام آں مستلزم

اور یا (اسلم شیطانی) سے مراد انفسی شیطان ہے اور اس کا اسلام

انتفائی سرکشی بالکلیه نیست ،

سرکشی کی مکمل نفی کو مستلزم نہیں ہے

۱۳؎ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک سوالِ مقدر کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں ۔سوال یہ ہے کہ بدنِ انسانی میں شیطانی تصرف کی وجہ سے جو بغاوت و غفلت پیدا ہوتی ہے جس کے خلاف اعمال صالحہ بجالانا جہاد اکبر کہلاتا ہے، ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات ہے اَسْلَمَ شَیْطَانِی (تفسیر النیشاپوری جز۳:۸۵) (میرا شیطان مسلمان ہوگیا ہے) کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فضیلت جہاد نہ رہی کیونکہ جہاد اکبر بدن میں شیطانی تصرفات واثرات کے برخلاف اعمال صالحہ بجا

marfat.com

لانے کا نام ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز جواباً یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان کی دو قسمیں ہیں۔

شیطان انفسی اور شیطان آفاقی

شیطان انفسی

وہ شیطان جس کے خلاف ہمہ وقت جہاد جاری رہتا ہے اس سے مراد شیطان انفسی ہے۔ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات اَسۡلَمَ شَیۡطَانِیۡ کے متعلق دو قول ہیں۔ یا تو اس سے مراد شیطان آفاقی ہے یا شیطان انفسی۔

شیطان آفاقی

شیطان آفاقی وہ ہے جسے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرین فرمایا گیا ہے اور اسے ہمزاد بھی کہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرین کے متعلق ارشاد فرمایا:

مَامِنۡکُمۡ مِنۡ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدۡ وُکِّلَ بِہٖ قَرِیۡنُہٗ مِنَ الۡجِنِّ وَقَرِیۡنُہٗ مِنَ الۡمَلَائِکَۃِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۰۳۴) یعنی تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ اس کا مصاحب (ہمزاد) جنوں اور فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔

جبکہ دوسری روایت میں ہے:

مَامِنۡ بَنِیۡ اٰدَمَ مَوۡلُوۡدٌ اِلَّا یَمَسُّہٗ الشَّیۡطَانُ حِیۡنَ یُوۡلَدُ فَیَسۡتَہِلُّ صَارِخاً مِنۡ مَسِّ الشَّیۡطَانِ غَیۡرَ مَرۡیَمَ وَابۡنِہَا

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۱۷۷)

یعنی ابن آدم میں کوئی مولود ایسا نہیں مگر وقت ولادت، شیطان اس کو چھوتا ہے

marfat.com

اوراس چھونے کی وجہ سے وہ چیختا ہے سوائے حضرت مریم اوران کے صاحبزادے کے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیاوَ اِیَّاكَ یَارَسُوْلَ اللّٰه صلی اللہ علیہ و سلم یارسول اللہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا؟ فرمایا اِیَّایَ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوالیکن ا تَانِیُ میراقرین میرے پاس آیا فَلَمَّا رَاٰنِیُ اَسلَم شَیُطَانِی یعنی جب اس نے میرا جمال با کمال دیکھا تو میرا شیطان مطیع و مسلمان ہو گیا۔

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کا شیطان مطیع و مسلمان ہو گیا اس لئے اس کے اثرات وتصرفات کا حضور پر اثر نہیں ہوتا۔ سُبحان اللّٰه

جہاد اکبر والی حدیث میں جس شیطان سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔اس سے مراد شیطان انفسی ہے ۔شیطان کے خلاف ہمہ وقت جہاد سے اگر چہ شیطان کی صولت وبغاوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے مگر آیت کریمہ اِنَّ الشَّیُطَانَ لِلاِ نُسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ کے مطابق اس کی شرارت وعداوت بالکل ختم نہیں ہوتی۔کیونکہ یہ اس کی سرشت میں داخل ہے اور جو چیز کسی کی ذات اورطبیعت میں شامل ہو وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتی۔جس طرح حبشی کے بدن کی سیاہ رنگت ہزار جتن کرنے سے بھی ختم نہیں ہوتی ایسے ہی شیطان انفسی اور شیطان آفاقی مطیع تو ہو جاتے ہیں مگر ان کی طبعی عداوت وشیطنت ختم نہیں ہوتی۔

ارشاد نبوی اسلم شیطانی گوحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے مگر آپ کی تبعیت ووراثت میں علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کو بھی اس سے حظ نصیب ہوتا ہے اس لئے ان کا شیطان بھی مطیع ہو جاتا ہے۔مگر مطیع ہو جانے کے باوجود وہ ذاتی خباثت ،جبلی شرارت اور طبعی عداوت سے باز نہیں رہتا کیونکہ کلی طور پر اس کی سرکشی اور بغاوت ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کی اطاعت جزوی ہوتی ہے۔

marfat.com

باوجود اسلام اگر ترک عزیمت خواہد و مرتکب رخصت

(بلکہ) اسلام کے باوجود اگر عزیمت ترک کردے اور رخصت کا مرتکب

گردد جائز است، واگر صغیرہ بوجود آید کہ درآں حسنہ

ہو (تو) جائز ہے[۱۴] اور اگر کوئی ایسا صغیرہ سرزد ہو جائے کہ اس میں

نباشد ہم گنجائش دارد۔ بلکہ حسنہ ابرار کہ نزد مقربان

حسنہ (نیکی) نہ ہو (تو) بھی گنجائش رکھتا ہے بلکہ ابرار کی نیکی جو مقربین کے نزدیک

سیّۂ است نیز ازیں قبیل است۔

سیۂ (بدی) ہے (وہ) بھی اسی قبیل سے ہے۔

[۱۴] شیطان انفسی جو جزوی طور پر مطیع ہوا ہے، اپنی جبلی سرکشی کی وجہ سے اگر صوفی کو عزیمت سے نہ روک سکے تو اسے رخصت پر ہی گامزن کردیتا ہے۔ اگر وہ کبیرہ گناہ نہ کروا سکے تو صغیرہ گناہ کا ہی مرتکب بنا دیتا ہے مقربین بارگاہ قدس جل سلطانہٗ سے ابرار جیسے اعمال کروا دیتا ہے جو مقربین کے نزدیک سیئات کے قبیل سے ہوتے ہیں جیسا کہ مقولہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن سے عیاں ہے۔ یعنی مقربین کو ان کے مرتبہ و مقام کے لائق اعمال نہیں کرنے دیتا بلکہ انہیں نچلے مرتبے جو کہ ابرار کا مرتبہ ہے، میں لاکر ان سے وہ کارِ خیر سرانجام دلاتا ہے جو مقربین کے نزدیک گناہ ہوتا ہے۔ (رخصت و عزیمت کی مکمل بحث البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۳۰۷ میں جبکہ مقولہ حسنات الابرار سیئات المقربین کی تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب ۳: میں ملاحظہ فرمائیں)

marfat.com

ایں ہمہ اقسام سرکشی است واین بقائے سرکشی ازوے

یہ تمام سرکشی کی قسمیں ہیں اور اس سے اس سرکشی کی بقا اس کی

از برائے اصلاح وترقیء اوست -چه بعد از حصول ایں امور

اصلاح و ترقی کے لئے ہے ۱۵ کیونکہ ان امور کے حصول کے

۱۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز بدن انسانی میں شیطانی بغاوت کے باقی رہنے کا دوسرا پہلو بیان فرمارہے ہیں کہ جب شیطان اپنی فطری عداوت کی وجہ سے صوفی سے عزیمت کی بجائے رخصت اور مقربین سے ابرار کے سے کام کرواتا ہے، جس پر صوفی پریشان وپشیمان اور نادم وشرمندہ ہوتا ہے تو یوں صغائر کا ارتکاب اور وسوسوں کا اکتساب وغیرہا بندۂ مومن کے لئے اصلاح کا باعث بن جاتے اور اس پر انفعال وندامت ترقی درجات کا موجب ہوجاتی ہے۔

marfat.com

کہ نہایت نقص دراں بحصول ترک اولیٰ است آں قدر

بعد ان میں انتہائی نقص ترک اولیٰ کے حصول سے ہے اس قدر

ندامت وپشیمانی وتوبہ واستغفار دست می دہد، کہ

شرمندگی، پشیمانی، توبہ اور استغفار ہاتھ آتی ہے جو بے انتہاء

موجب ترقیات بے نہایت می گردد۔

ترقیوں کا موجب ہو جاتی ہے۔[۱۶]

[۱۶] عزیمت کی بجائے رخصت اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجوع جو ترک اولیٰ کے قبیل سے ہیں، کے اکتساب سے صوفی کے مقامات ومدارج میں جو نقص اور کمی واقع ہو جاتی ہے ،جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ مقامات تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا تو اس پر پشیمان ونادم ہوتا ہے ،اللہ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار اور آہ وفریاد کرتا ہے اس لئے اعلیٰ مقامات اور بے شمار درجات حاصل کر لیتا ہے۔

انابت ،ندامت ،رجوع ،توبہ، آہ وزاری اور درماندگی وانکساری وہ اعلیٰ مرتبہ ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو مقربین کی صفوں میں لا کھڑا کرتا ہے، چوروں کو قطب بنالیا جاتا ہے۔یوں شیطان کی ساری سازشیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے وہ صوفی گناہوں سے کنارہ کش ہو کر راہِ حقیقت و ہدایت پر گامزن ہو جاتا ہے۔اس طرح اس کی خطائیں اور غلطیاں اس کی اصلاح اور بلندیٔ درجات کا زینہ بن جاتی ہیں۔

marfat.com

وچوں بدن عنصری در مقرِخود استقرار یافت، بعداز مفارقت

اور جب بدن عنصری اپنے جائے قرار میں قرار پاتا ہے۔ چھ لطائف سے جدائی اور ان

لطائفِ ستہ وعروج آنہا در عالم امر ہر آئینہ خلیفۂ آنہادریں

کے عالم امر میں عروج کے بعد ہر آئینہ جو ان (لطائف) کا خلیفہ (ہے) لے!

عالم ہمیں بدن خواہد ماند وکارِہمہ آنہا خواہد کرد

اس جہاں میں یہی بدن رہ جائے گا اور ان تمام کے کام کرے گا۔

لے! لطائف ستہ کا خلیفہ

جب صوفی کے جسم سے لطائف ستہ (قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفس) عالم امر کی طرف عروج کر جاتے ہیں تو ان میں سے ہر ہر لطیفے کا خلیفہ یہی بدن عنصری ہوتا ہے چونکہ اب یہی بدن عنصری اصل والے کام سرانجام دیتا ہے تو نور وظہور، سرور وحضور عبادات وطاعات اور ترقیات وغیرہا جیسے بھی کام بدن انسانی ہی بطور نیابت وخلافت سرانجام دیتا ہے۔

marfat.com

بعدازیں اگر الہام است برہمیں مضغہ است کہ خلیفۂ
اس کے بعد اگر الہام (ہوتا) ہے اسی مضغہ گوشت پر (ہوتا) ہے
حقیقت جامعہ قلبیہ است، و آنچہ در حدیث نبوی علیہ
جو حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے[18] اور وہ جو حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام
الصلوٰۃ و السلام آمدہ است "مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ
میں آیا ہے جو مخلص ہوا اللہ کیلئے چالیس صبحیں (تو) حکمت کے
یَنَابِیْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ" مراد ازیں قلب
چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہوجاتے ہیں اس قلب سے مراد
واللّٰہ سبحانہ اعلم " ہمیں مضغہ است
اللہ سبحانہ زیادہ جانتا ہے یہی مضغہ ہے۔ [19]

مضغہ گوشت پر الہام

جب لطیفہ قلب (قلب نوری) عالم امر کی طرف عروج کر جاتا ہے جسے حقیقت
کہتے ہیں تو وہ اپنے انوار و اثرات اور فیوض و برکات قلب صنوبری پر چھوڑ
گوشت بھی کہتے ہیں۔ خلیفہ ہونے کی وجہ سے قلب نوری والی
مضغہ گوشت میں پیدا ہوجاتی ہیں، اسی لئے اگر الہام نازل
ہے۔[1]

[1] الہام کی مثال حضرت امام ربانی قدس سرہٗ
ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
طرح کنٹرول کرے کہ سوائے اللہ

marfat.com

تعالیٰ کی مرضیات، عبادات اور اعمال صالحہ بجالانے کے، ہر قسم کے گناہوں سے بچے، مخلوق خدا کی ایذا رسانی سے اجتناب کرے، تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے اور دانائی کے سوتے اُبلتے ہیں جن کا اظہار واعلان اس کی زبان سے ہوتا ہے۔ اس کا ایک ایک کلمہ دلوں پر اثر کرتا ہے ...... اس کے وعظ و نصیحت، قلب و نظر میں انقلاب برپا کردیتے ہیں...... اس کے درس وتدریس کا ایک ایک لفظ دل ودماغ پر نقش ہوتا چلا جاتا ہے اس کی تحریر وتقریر سے بھٹکے ہوئے راہ راست پر آ جاتے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا پورا مہینہ اعتکاف فرمایا۔ بعض لوگ ۴۰ کا عدد پورا کرنے کیلئے ماہ رمضان کی آمد سے قبل ہی ۱۰ دن اعتکاف بیٹھ جاتے ہیں اور بعض لوگ پورا ماہ رمضان اعتکاف بیٹھنے کے علاوہ مزید دس دن اعتکاف کرتے ہیں تاکہ ماہ شوال کے چھ روزے بھی رکھ لیں اور ۴۰ کا عدد بھی پورا ہو جائے۔ یوں جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے پیش نظر ۴۰ روز اعمال صالحہ اور افعال حسنہ بجالاتا ہے تو اس کے قلب پر حکمت الہیہ کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں قلب سے مراد حقیقت جامعہ قلبیہ نہیں بلکہ مضغہ گوشت ہے۔

marfat.com

ودراحادیث دیگرایں مراد متعین است، کما قال علیه

اور دیگر حدیثوں میں یہ مراد متعین ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد

الصلوٰۃ والسلام "انه لیغان علی قلبی"

فرمایا بلاشبہ میرے دل پر (ہلکا سا) غبار طاری کردیا جاتا ہے[۲۰]

اِنَّه' لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ کی وضاحت

[۲۰] قلب سے مراد مضغہ گوشت ہے اس موقف کی تائید میں حضرت امام ربانی قدس سرہ' دیگر احادیث مبارکہ بطور تائید بیان فرماتے ہیں۔ان میں سے ایک اِنَّـهٗ لَیُغَانُ عَـلٰـی قَلْبِیْ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:۴۸۷۹) ہے اسکی قدرے وضاحت درج ذیل ہے۔

اس حدیث میں قلب سے مراد قلبِ قلب نوری نہیں کہ جس پر غبار چھا جائے۔ بلکہ وہ قلب تو ہمہ وقت جلووں میں محو رہتا ہے۔ کیونکہ وہ تو کلیۃً غبار سے محفوظ ہو گیا ہے۔لہٰذا غین جس قلب پر آتا ہے اس سے مراد مضغہ گوشت ہی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پر غبار آنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے حال پر انتہائی شفقت ومہربانی سے پیش آنے کی وجہ سے ان کی قلبی کثافتوں اور باطنی نجاستوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے جو غبار کی طرح نظر آتا تھا، جسے غین سے تعبیر فرمایا گیا۔(مزید تفصیلات کے لئے البینات شرح مکتوبات جلد سوم مکتوب۹۹ کا مطالعہ فرمائیں)

حجاب قلبی کی اقسام

طاؤس الفقراء حضرت امام ابونصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے قلبی حجاب کی

marfat.com

چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱...... ''ختم'' اور ''طبع'' حجاب کی یہ قسم کفار کے دلوں پر ہوتی ہے۔

۲...... ''رین'' اور ''قسوۃ'' حجاب کی یہ قسم منافقوں کے دلوں پر ہوتی ہے۔

۳...... ''صدأ'' اور ''غشاوہ'' حجاب کی یہ قسم مومنوں کے دلوں پر چھاتی ہے۔

۴...... ''غین'' حجاب کی یہ قسم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر آتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر غین (حجاب) چھانے کی مثال آئینہ کی سی ہے کہ جب آئینے کے سامنے انسان سانس لے تو وہ ہلکا سا دھندلا جاتا ہے مگر چند لمحوں کے بعد پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے۔

اثرات صحبت

مشائخ عظام اپنے مریدین وسالکین کو حجابات قلبی سے محفوظ رکھنے کیلئے صحبت ناجنس سے منع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ برے لوگوں کے قلبی اثرات ،نفسانی وسواس وخطرات نامعلوم اور پوشیدہ طریقہ سے سرایت کرتے رہتے ہیں نیتجتاً باطنی مزاج بگڑ جاتا ہے اور روحانی پرواز میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

جبکہ صالحین کی صحبت اپنا رنگ دکھاتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت قلوب پر غبار لاتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور بری صحبت کے اثرات کو تمثیلاً یوں بیان فرمایا ہے:

مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث:۵۱۰۸)

یعنی اچھے اور برے مصاحب کی مثال مُشک اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے کستوری اٹھانے والا تمہیں کچھ دے گا یا تم اس سے خرید و گے یا تمہیں

marfat.com

اس کی عمدہ خوشبو آئے گی جبکہ بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تمہیں اس کی ناگوار بدبو آئے گی۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کا ترجمہ بزبان پنجابی یوں کیا ہے

نیکاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا بھاویں مول نہ لیئے حلے آون ہزاراں
برے لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھاویں کنج کنج بہیے چنگاں پین ہزاراں

کسی فارسی شاعر نے اہل اللہ کی صحبت وزیارت کی اہمیت یوں بیان کی

گرد مستاں گرد اگر مے کم رسد بوئے رسد
گرچہ بوئے ہم نباشد رویتِ ایشاں بس است

ترجمہ
بو ہی کافی ہے اگر مے کش نہیں دیتے شراب
بو بھی گر حاصل نہیں، دیدار سے ہو فیضیاب

marfat.com

عروض غین بر مضغه است نه بر حقیقت جامعه که او

غین (غبار) کا چھا جانا مضغہ گوشت پر ہے نہ کہ حقیقت جامعہ پر کیونکہ

بکلیة از غین بر آمده است و در احادیث دیگر آمده از

وہ مکمل طور پر غین سے باہر آ گیا ہے اور دوسری احادیث میں (جو) قلب کا پلٹنا آیا

تقلب قلب کَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ " قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ

(ہے) جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا مومن کا قلب

اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ" ......الخ

رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے [۲۱]

قلب مومن کی تقلیب

[۲۱] حدیث پاک قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهٗ كَيْفَ يَشَآءُ (تفسیر الکبیر جزء ۶/ ۴۳۸) (مومن کا قلب رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اسے پلٹتا ہے) میں قلب سے مراد متعین مضغہ گوشت ہے جو الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ کیونکہ حقیقت جامعہ الٹ پلٹ سے پاک ہے۔

(یہ حدیث پاک متشابہات میں سے ہے۔ متشابہات کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا موقف البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۷۷ میں ملاحظہ فرمائیں)

marfat.com

وَقَالَ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ کَرِیْشَۃٍ فِیْ اَرْضِ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا دل اس ریشہ (پرندہ کے پر کا معمولی حصہ) کی مانند

فَلَاۃٍ ...... الخ ۔ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ

ہے جو بیابان میں (پڑا) ۲۲ ہو اور انہوں علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا اے اللہ

قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِکَ

میرے دل کو اپنی اطاعت پر ثابت رکھ۔ ۲۳

قلب مومن

۲۲ زیر نظر حدیث پاک بھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنے اس موقف کی تائید میں پیش فرمارہے ہیں کہ قلب سے مراد متعین مضغہ گوشت ہے یعنی بندۂ مومن کا قلب، پرندہ کے اس پر کی مانند ہے جو کسی جنگل بیابان میں پڑا ہو۔ جس طرح ہوائیں پر کے کٹے ہوئے ریشہ کو اڑائے پھرتی ہیں، ایسے ہی مومن کا دل دنیا کے جنگل میں اڑتا پھرتا ہے جس طرف سے دباؤ پڑتا ہے اسی طرف ہو جاتا ہے گویا قلب کی کیفیت یوں ہوتی ہے۔

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

۲۳ زیر نظر حدیث مبارکہ کے دعائیہ جملے میں الٹنے پلٹنے اور اڑنے والے دل کے اطاعت الٰہی پر ثبات و قرار کی التجا کی جارہی ہے۔ اے خدایا! گو قلوب کی تقلیب و تغیر تیری مشیت پر موقوف ہے لیکن تیرے حضور ہم ملتجی ہیں کہ ہمارے قلوب اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر ہی مستقیم رکھنا۔ اللھم آمین

مذکورۃ الصدر احادیث مبارکہ سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ تکوینات و

marfat.com

وَالتَقَلُّبُ وَعَدمُ الثَبَاتِ ثَابِتَةٌ لِهٰذِهِ الْمُضْغَةِ لِاَنَّ الْحَقِيْقَةَ الْجَامِعَةَ

اور دل کا پلٹنا اور عدم ثبات ثابت ہے اسی گوشت کے ٹکڑے کیلئے کیونکہ حقیقت جامعہ

لَا تَقَلُّبَ لَهَا اَصْلاً بَلْ هِيَ مُطْمَئِنَّةٌ رَاسِخَةٌ عَلَى الْاِطْمِيْنَانِ وَالْخَلِيْلُ عَلٰى

کیلئے ہرگز کوئی تقلب نہیں ہے بلکہ وہ مطمئنہ ہے (اور) اطمینان میں راسخ ہے۔

نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ طَلَبَ الْاِطْمِيْنَانَ لِلْقَلْبِ اَرَادَ بِهٖ

اور حضرت خلیل علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جب قلب کیلئے اطمینان مانگا

الْمُضْغَةَ لَاغَيْرَ لِاَنَّ قَلْبَهُ الْحَقِيْقِيَّ قَدْ كَانَ مُطْمَئِنًّا بِلَارَيْبٍ بَلْ نَفْسُهٗ

مراد اس سے مضغہ ہے۔[۲۴] نہ کہ کوئی اور چیز کیونکہ ان کا قلب حقیقی

اَيْضًا كَانَتْ مُطْمَئِنَّةً بِسِيَاسَةِ قَلْبِهِ الْحَقِيْقِيِّ.

توبلاشبہ مطمئن تھا بلکہ ان کا نفس بھی مطمئن تھا ان کے قلب حقیقی کی سیاست کی بنا پر۔

تقلبیات اور ثبات و عدم ثبات مضغہ گوشت کیلئے ہی ہے کیونکہ حقیقت جامعہ، مقام اطمینان پر متمکن ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے تقلبیات و تلوینات سے بالا ہے۔

۲۴ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک سوال مقدر کا جواب بیان فرما رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جدالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے احیاء موتی کے ذریعے اطمینان قلبی مانگا تھا، اس سے مراد حقیقت جامعہ ہے یا مضغہ گوشت ہے؟

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں قلب سے مراد مضغہ گوشت ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قلب حقیقی یقیناً مقام اطمینان پر فائز المرام تھا بلکہ قلب حقیقی کی تربیت و سیاست کی وجہ سے ان کا تو نفس بھی مطمئنہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

marfat.com

اس دعا کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَاِذْقَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (البقرہ۲: ۲۶۰) یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کیا یقین کیوں نہیں لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

اس آیت مبارکہ میں اطمینان قلب سے مراد مضغۂ گوشت کا اطمینان ہے کیونکہ آپ کا نفس تو پہلے ہی مطمئنہ تھا۔

marfat.com

قَالَ صَاحِبُ الْعَوَارِفِ قُدِّسَ سِرُّهٗ "اِنَّ الْاِلْهَامَ صِفَةُ النَّفْسِ

صاحب العوارف قدس سرہٗ نے فرمایا بے شک الہام نفس مطمئنہ کی صفت ہے جو

الْمُطْمَئِنَّةِ الَّتِیْ عَرَجَتْ فِیْ مَقَامِ الْقَلْبِ وَاِنَّ التَّلْوِیْنَاتِ وَالتَّقْلِیْبَاتِ"

مقام قلب میں عروج کر گیا[۲۵] اور بے شک تمام رنگتیں اور تبدیلیاں اس وقت

حِ تَکُوْنُ صِفَاتِ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ وَهُوَ کَمَا تَرٰی مُخَالِفٌ لِلْاَحَادِیْثِ

نفس مطمئنہ کی صفات ہوتی ہیں اور یہ جیسا کہ آپ نے دیکھا احادیث مذکورہ

الْمَذْکُوْرَةِ وَلَوْ تَیَسَّرَ الْعُرُوْجُ مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ الَّذِیْ اَخْبَرَ الشَّیْخُ عَنْهُ

کے مخالف ہے اور اگر (انہیں) عروج میسر ہو جاتا[۲۶] اس مقام سے جس کے متعلق شیخ

لَعَلِمَ الْاَمْرَ کَمَا هُوَ عَلَیْهِ وَلَاحَ صِدْقُ مَا اَخْبَرْتُ بِهٖ وَطَابَقَ الْکَشْفُ

نے خبر دی ہے تو ضرور انہیں اس معاملے کا علم ہو جاتا جس کی انہوں نے بات کی ہے

وَالْاِلْهَامُ بِالْاَخْبَارَاتِ النَّبَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ

اور ظاہر ہو جاتی صداقت اس کی، جس کی میں نے خبر دی ہے اور کشف والہام اخبارات نبویہ کے مطابق ہو جاتا۔ (علیٰ صاحبہا الصلوات والسلام والتحیہ)

صاحب عوارف کے قول پر تبصرہ

۲۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صاحب عوارف المعارف حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ العزیز کے ایک قول پر تبصرہ فرما رہے ہیں کہ جب نفس مطمئنہ کو مقام قلب تک رسائی نصیب ہو جائے تو الہامات وتلوینات وتقلیبات وتغیرات اور رنگ آمیزیاں نفس مطمئنہ پر وارد ہوتی ہیں حالانکہ گذشتہ احادیث مبارکہ

marfat.com

میں تلونیات وتقلبیات کا محل مضغہ گوشت ہے لہٰذا ان کا یہ قول حدیث سے مطابقت نہیں رکھتا ۔ دراصل حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ہر حال میں کتاب وسنت کی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں ۔ صوفیائے کرام کے مکشوفات والہامات کا قرآن وحدیث سے موازنہ کرتے ہیں اگر الہامات وغیرہا کتاب وسنت کے عین موافق ہوں تو انہیں قبول کر لیتے ہیں اور جو مکشوفات والہامات ، کتاب وسنت سے متصادم ہوں انہیں رد کر دیتے ہیں ۔ اس لئے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی ، قطب ربانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی ، شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی اور حضرت صدرالدین قونوی (رحمۃ اللہ علیہم) کے شریعت مطہرہ سے متصادم مکشوفات والہامات کو قابل رد سمجھتے ہیں لیکن ان حضرات کی عظمت کے پیش نظر ان کا ذکرِ خیر نہایت احترام سے کرتے ہیں اور ان کی کشفی خطا کو فقہاء کی خطائے اجتہادی کی مانند گردانتے ہیں ۔ نیز اسے غلبۂ حال اور سکرِ وقت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں تا کہ ان اولیائے عظام کا ادب واحترام لوگوں کے قلب ونظر میں بھی جاگزیں رہے اور ان کی عقیدت وجذبات میں کسی قسم کا کوئی فتور واقع نہ ہو ۔

۲۶؎ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز احتراماً حضرت شیخ کے قول کی بابت فرماتے ہیں کہ دراصل حضرت شیخ نفس مطمئنہ کے مقام پر فائز تھے ۔ اس لئے انہوں نے اپنے ہی مقام ومرتبے کی خبر دی ہے البتہ اگر انہیں نفس مطمئنہ کے مقام سے اوپر عروج نصیب ہوتا تو ان پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی اور ان کا کشف والہام احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے مطابق ہو جاتا ۔

marfat.com

وَلَقَدْ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اَخْبَرْتُ بِهٖ مِنْ خِلَافَةِ الْمُضْغَةِ وَوُرُوْدِ الْاِلْهَامِ عَلَيْهَا وَ

اور البتہ تحقیق تمہیں علم ہو یقیناً کہ جس کے بارے میں مضغہ گوشت

صَيْرُوْرَتِهَا صَاحِبَ اَحْوَالٍ وَتَلْوِيْنَاتٍ مِمَّا كَبُرَ عَلَى الْمُتَعَصِّبِيْنَ

کی خلافت کی میں نے خبر دی ہے اور الہام کا ورود اسی پر ہوتا ہے اور اس کا احوال

الْجَاهِلِيْنَ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ حَقِيْقَةِ الْاَمْرِ وَثَقُلَ عَلَيْهِمْ فَمَاذَا يَقُوْلُوْنَ فِىْ

وتلوینات والا ہونا ۲۷ یہ باتیں جو شاق گذریں، متعصبین، جاہلین حقیقت حال سے

الْاَخْبَارِ النَّبَوِيَّةِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

قاصرین پر اور گراں گذریں ان پر۔ ۲۸ تو وہ کیا کہیں گے اخبارِ نبویہ علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں

۲۷ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کی بیان فرمودہ گذشتہ تحقیق سے عیاں ہو گیا ہے کہ مضغہ گوشت، حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ بن جاتا ہے فلہٰذا الہام کا مورد بھی مضغہ گوشت (قلب صنوبری) ہی ہوتا ہے۔ اس لئے صاحبِ احوال وتلوینات وتقلیبات بھی یہی قلب صنوبری ہوتا ہے۔

۲۸ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز رنج وملال وافسوس کا اظہار فرما رہے ہیں کہ ہماری تحقیق حقیقت حال سے بے خبر، جہال اور متعصبین پر بڑی گراں وثقیل گذرتی ہے۔ دراصل تعصب ایسا اخلاقی وروحانی مرض ہے جس میں مبتلا انسان اپنی ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کی وجہ سے غلط بات پر ڈٹ جاتا ہے۔ وہ بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتا اس لئے حقیقت حال سے محروم رہتا ہے۔ سالک اور صوفی کو اس قسم کی حرکات سے کلیۃً اجتناب کرنا چاہئے۔

marfat.com

حَیۡثُ قَالَ "اِنَّ فِیۡ جَسَدِ بَنِیۡ اٰدَمَ لَمُضۡغَةٌ اِذَا صَلُحَتۡ صَلُحَ الۡجَسَدُ

جیسے انہوں نے ارشاد فرمایا بے شک بنی آدم کے جسم میں ایک مضغہ ء گوشت ہے

کُلُّه' وَاِذَا فَسَدَتۡ فَسَدَ الۡجَسَدُ کُلُّه' اَلَاوَهِیَ الۡقَلۡبُ "جَعَلَ صَلَّی اللّٰهُ

جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا

تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلۡمُضۡغَةَ هِیَ الۡقَلۡبَ عَلٰی سَبِیۡلِ الۡمُبَالَغَةِ وَنَاطَ

جسم بگڑ جاتا ہے آگاہ رہو وہ قلب ہے انہوں ﷺ نے مضغہ کو بر سبیل مبالغہ قلب بنایا

صَلَاحَ الۡجَسَدِ وَفَسَادَه' بِصَلَاحِهَا وَ فَسَادِهَا

ہے اور متعلق فرمادیا جسم کی اصلاح اور فساد کو اس کی درستگی اور خرابی کے ساتھ۔ ۲۹

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے

بعض لوگ بے علمی اور نادانی کی وجہ سے کسی غلط مؤقف پر اڑ جاتے ہیں اور بعض لوگوں میں حقیقت حال تک پہنچنے کیلئے روحانی استعداد اور علمی قابلیت ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ بھی اپنے غلط مؤقف پر ڈٹے رہتے ہیں اس قسم کے جاہل اور احمق لوگوں کا آپ یہاں شکوہ فرما رہے ہیں۔

۲۹ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جاہل اور نادان لوگوں کو اگر میری تحقیق سے اختلاف ہے تو وہ اس حدیث مبارکہ کا کیا جواب دیں گے جس میں واضح طور پر مضغہ گوشت کو قلب فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا ہماری بیان کردہ تحقیق ہی کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔ (وللّٰہ الحمد)

حدیث پاک کے الفاظ درج ذیل ہیں:

marfat.com

فَیَجُوْزُ لِهٰذِهِ الْمُضْغَةِ مَایَجُوْزُ لِلْقَلْبِ الْحَقِیْقِی وَاِنْ کَانَ عَلٰی سَبِیْلِ

پس جائز ہے اس مضغہ کیلئے جو جائز ہوتا قلب حقیقی کے لئے اگر چہ ہو نیابت اور

النِّیَابَةِ وَالْخِلَافَةِ. وَاعْلَمْ اَنَّ الرُّوْحَ لَمَّا فَارَقَ الْجَسَدَ بِالْمَوْتِ الَّذِیْ

خلافت کے طریق پر جان لو بیشک روح جب جدا ہو جاتی ہے جسم سے اس موت

هُوَ قَبْلَ الْمَوْتِ وَجَدَ الْعَارِفُ الْوَاصِلُ رُوْحَهٗ غَیْرَ دَاخِلٍ

کے ذریعے [۳۰] جو قبل از موت ہو (تو) پاتا ہے عارف واصل اپنی روح کو نہ جسم میں

فِی الْجَسَدِ وَلَا خَارِجٍ عَنْهُ، وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهٗ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ،

داخل نہ اس سے خارج اور نہ اس سے متصل اور نہ اس سے جدا

اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَةٌ ...... اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ

یہی مضغہ گوشت جسے مبالغۃً قلب فرمایا گیا ہے، خیر وشر اور صلاح وفساد کا محل ہے جس کے صلاح وفساد پر جسم کی صحت وعدم صحت کا دارومدار ہے۔ لہٰذا یہ بات عیاں ہوگئی کہ جو الہامات و پیغامات قلب حقیقی پر وارد ہوتے ہیں ان الہامات کا ورود مضغہ گوشت پر بھی ہوتا ہے اگر چہ نیابت وخلافت کے طور پر ہی ہو۔

[۳۰] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سالک کی روح دوران سلوک عروجی منازل طے کرتی ہوئی عالم بالا تک رسائی حاصل کر لیتی ہے تو اسے فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے جسے موت قبل از موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اقسام موت

روح کے جسم سے نکلنے کے اعتبار سے موت کی دو قسمیں ہیں۔

صورتِ موت اور حقیقتِ موت

marfat.com

صورت موت

اس موت میں نفس، غلبہ محبت کے ظہور اور صاعقہ احدیت کے نزول کے باعث ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو جاتا ہے اور انانیت سے گذر جاتا ہے بلکہ اپنا کوئی نام و نشان بھی نہیں چھوڑتا اور غیب ہویت کی تیغ آرزو سے مقتول ہو جاتا ہے۔ اَوَ مَــنُ كَانَ مَيِّتاً فَاَحُيَيُنَاهُ (الانعام:۱۲۶) (کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا) کی خوشخبری اور مَــنُ قَتَلُتَهُ فَاَنَا دِيَتُهُ (تفسیر روح المعانی جز۲،۱۴۴/) (جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہوں) کی بشارت، اس طرح کے مقتول وگم شدہ کو سربلند کر دیتی ہے اور اس کے معاملے کو سب سے آگے کر دیتی ہے۔ اس موت میں گو روح عالم بالا تک پہنچ جاتی ہے مگر اس کا تعلق و نگرانی جسم کے ساتھ بدستور قائم رہتا ہے۔ اس موت کو مُوتُوا قَبلَ اَنُ تَمُوتُوا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کو فنائے مطلق بھی کہتے ہیں۔

بے فنائے مطلق و جذب قوی کے حریم وصل محرم شوی

حقیقتِ موت

وہ موت ہے جس میں انسان کی وفات پر اس کی تجہیز و تدفین کا اہتمام کیا جاتا ہے اسے طبعی موت بھی کہا جاتا ہے۔ جس میں اولیائے کرام دار فنا سے دار بقا کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایت میں ہے: اَلَا اِنَّ اَوُلِيَـاءَ اللّٰـهِ لَايَمُوتُونَ وَلٰكِنُ يَنُتَقِلُونَ مِنُ دَارٍ اِلٰى دَارٍ (مرقاۃ المفاتیح جز۸،۲/) یعنی آگاہ رہو کہ یقیناً اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ بقول شاعر

ہیں دونوں گھر انہی کے جس گھر میں جی چاہا جا بیٹھے
کبھی اِس گھر میں آ بیٹھے کبھی اُس گھر میں جا بیٹھے

marfat.com

وَ وَجَدَ اَنَّ لِلرُّوْحِ تَعَلُّقاً مَعَ الْجَسَدِ لِصَلاحِ الْجَسَدِ بَلْ لِغَرَضٍ يَعُوْدُ

اور پاتا ہے روح کا تعلق جسم کے ساتھ جسم کی اصلاح کیلئے بلکہ اس غرض کے لئے بھی کہ

اِلَى الرُّوْحِ كَمَالُه' اَيْضاً وَ ذٰلِكَ التَّعَلُّقُ هُوَ مَنْشَاءُ الصَّلاحِ وَالْخَيْرِ فِىْ

لوٹ آئے روح کی طرف اس کا کمال بھی اور یہ تعلق وہ ہے جس کی منشا جسم میں

الْجَسَدِ وَلَوْلا ذٰلِكَ التَّعَلُّقُ لَصَارَ الْجَسَدُ بِحَذَافِيْرِهٖ شَرًّا وَّنَقْصًا.

خیر اور بھلائی ہے اور اگر یہ تعلق نہ ہوتو جسم مکمل طور پر (سراپا) شر اور نقص ہو جائے ۱۳۱

عارف کے احساسات

۱۳۱ جب عارف کو عالم قدس تک وصل نصیب ہو جاتا ہے تو وہ باطنی طور پر اپنی روح کے متعلق یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ نہ میرے جسم میں داخل ہے اور نہ جسم سے باہر ہے...... نہ جسم سے متصل ہے اور نہ اس سے جدا ہے کیونکہ چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا وغیرہا روح مع الجسد کے کام ہیں۔

⊙ ...... جب عارفِ واصل کو روح کے جسم کے ساتھ اندرو باہر، اتصال وانفصال کا کچھ بھی علم نہیں ہوتا تو وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق صرف جسم کی اصلاح ودرستگی کے لئے ہے بلکہ عارف کے جسم میں ابقائے روح سے یہ بھی غرض ہوتی ہے کہ روح کلی طور پر جسم سے جدا نہ ہو اور روح مرتبہ کمال تک پہنچ جانے کے بعد پھر جسم کی طرف عود کرآئے تاکہ جسم کی صلاح وخیر ودرستگی قائم رہے اور اگر روح کا جسم کے ساتھ یہ تعلق نہ ہوتا تو سارا جسم شر ونقصان وفساد کا محل ہو جاتا خیر وصلاح اس میں بالکل نہ رہتی۔

marfat.com

وَهٰكَذَا الْحَالُ لِلْوَاجِبِ تَعَالٰى مَعَ الرُّوْحِ وَغَيْرِهٖ فَاِنَّهٗ تَعَالٰى غَيْرُ دَاخِلٍ فِى

یہی حال واجب تعالیٰ کا روح وغیرہ کے ساتھ ہے پس یقیناً وہ تعالیٰ نہ عالم میں داخل

الْعَالَمِ وَلَا خَارِجٍ عَنْهُ وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهٗ وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ وَلَهٗ سُبْحَانَهٗ تَعَلُّقٌ

ہے اور نہ اس سے خارج اور نہ اس کے ساتھ متصل ہے اور نہ اس سے منفصل اور اس

مَعَ الْعَالَمِ خَلْقاً وَّاِبْقَاءً وَّ اِفَاضَةً لِلْكَمَالَاتِ وَاِيْلَاءً لِلنِّعَمِ وَالْخَيْرَاتِ فَاِنْ

سبحانہ کا عالم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا، باقی رکھنے کا اور کمالات کے فیضان کا

قُلْتَ اِنَّ عُلَمَآءَ اَهْلِ الْحَقِّ مَاتَكَلَّمُوْا فِى الرُّوْحِ مِثْلَ هٰذَا الْكَلَامِ بَلْ

اور نعمتوں اور بھلائیوں کی استعداد پیدا کرنے کا ہے۔[۳۲] اگر تم کہو کہ علمائے اہل

كَادُوْا لَمْ يُجَوِّزُوْهُ وَاَنْتَ مُلْتَزِمٌ وِفَاقَهُمْ فِى الْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ فَمَا وَجْهُهٗ.

حق نے روح کے متعلق اس جیسا کلام نہیں کیا بلکہ تقریباً انہوں نے اسے جائز نہیں

قُلْتُ الْعَالِمُ بِحَقِيْقَةِ الرُّوْحِ قَلِيْلٌ مِنْهُمْ فَهُمْ مَعَ قِلَّتِهِمْ اِنَّمَا لَمْ يَتَكَلَّمُوْا

فرمایا اور آپ قلیل وکثیر میں ان کی موافقت لازم جانتے ہیں تو اس کی کیا وجہ

بِكَشْفِ الْكَمَالَاتِ الرُّوْحِيَّةِ

ہے؟[۳۳] میں کہتا ہوں حقیقت روح کو جاننے والے ان میں قلیل ہیں لہٰذا انہوں نے اپنی قلت کی وجہ سے روحی کمالات کے اظہار پر کلام نہیں فرمایا

[۳۲] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جس طرح روح کا جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے ایسے ہی حق تعالیٰ سبحانہ کا روح اور کائنات کے ساتھ تعلق قائم ہے۔ جب عارف واصل روح کے متعلق یہ محسوس کرتا ہے

marfat.com

کہ وہ نہ جسم کے اندر ہے نہ باہر، نہ متصل ہے نہ منفصل تو وہ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کہوں؟۔ اسی مقام پر فلاسفہ نے روح کے قدیم ہونے کا قول کر دیا۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہُ العزیز نے بھی کسی مقام پر روح کو مجرد عنِ المادۃ قرار دے کر اسے قدیم کہہ دیا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا یہ خصوصی کمال ہے کہ وہ اپنے کشف کو آوارہ اور بے لگام نہیں ہونے دیتے۔ اگر آپ کا کشف شریعت مطہرہ کے احکامات اور متکلمین علمائے اہلسنت کی تحقیقات کے مطابق درست ہوتو اسے تسلیم کر لیتے ہیں ورنہ اسے رد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ کائنات میں داخل ہے نہ خارج...... نہ متصل ہے نہ منفصل وہ تعالیٰ اتصال وانفصال واتحاد سے پاک ہے۔ بس خدا، خدا ہے اور کائنات، کائنات ہے، تعلق ہے تو بس اتنا کہ اللہ خالق ہے اور کائنات مخلوق ہے...... اللہ رازق اور یہ مرزوق ہے...... اللہ رب ہے اور یہ مربوب ہے۔ لہٰذا روح وغیرہا کے قِدم کا قول عبث اور فضول ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

۳۳۔ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ علمائے متکلمین اہلسنت نے روح کے متعلق نہ ہی کلام کیا ہے اور نہ اس کے متعلق کلام کے جواز کا قول کیا ہے۔ آپ ان علمائے اہل حق کے ساتھ موافق ہونے کے باوجود روح کے متعلق اتنی تفصیلی گفتگو کیوں فرما رہے ہیں؟

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ حقیقتِ روح کو جاننے والے علماء بہت کم ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی قلتِ علم کے پیش نظر روحی کمالات کی تفصیلات کو بیان نہیں فرمایا فقط اجمال پر ہی اکتفا فرمایا ہے کہ کہیں عوام کالانعام سوئے فہم کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا

marfat.com

وَاكْتَفُوْا بِالْاِجْمَالِ اِجْتِنَاباً عَنْ سُوْءِ فَهْمِ الْعَوَامِ وَوُقُوْعِهِمْ فِى الضَّلَالِ

اورانہوں نے اجمال پر اکتفا فرمایا، عوام کی کج فہمی اوران کے گمراہی میں پڑنے سے

فَاِنَّ الْكَمَالَاتِ الرُّوْحِيَةَ شَبِيْهَةٌ صُوْرَةً بِالْكَمَالَاتِ الْوُجُوْبِيَةِ وَالْفَرْقُ

اجتناب کرتے ہوئے، بے شک روحی کمالات، وجوبی کمالات سے صورۃً مشابہ ہیں

دَقِيْقٌ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ اِلَّا الرَّاسِخُوْنَ مِنَ الْعُلَمَاءِ

(ان میں) فرق بہت ہی باریک ہے جس پر سوائے علمائے راسخین کے اور مطلع نہیں ہوتے

نہ ہو جائیں۔ چونکہ وجوبی کمالات (کمالات الٰہیہ) کے ساتھ روحی کمالات صورت کے اعتبار سے (حقیقت کے اعتبار سے نہیں) بہت مشابہت رکھتے ہیں، اس لئے ان دونوں کے درمیان فرق بہت باریک ہے۔ بنابریں اس باریک اور دقیق فرق پر مطلع ہونے والے علماء نے تفصیلات میں جانے بغیر اجمال ہی میں مصلحت دیکھی، بلکہ علمائے راسخین نے بربنائے احتیاط خود بھی اس کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی اور اس کے متعلق کلام کرنے والوں اور اس کی حقیقت کو بے نقاب کرنے والوں کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔ تا کہ فتنہ کا دروازہ بند ہو جائے اور لوگ اس قسم کی باریکیوں میں الجھ کر کہیں کمالاتِ روح کو کمالاتِ الٰہیہ نہ سمجھ لیں ورنہ وہ روحی کمالات کے ہرگز منکر نہ تھے۔

marfat.com

فَرَأَوُا الْمَصْلِحَةَ فِی الْاِجْمَالِ بَلْ فِی الْاِنْکَارِ عَنْ بَیَنِہٖ و کشف

پس انہوں نے مصلحت اجمال میں ہی جانی بلکہ انہوں نے اس کو بیان اور اس کی

عن حقیقتہ فلا ینکرون کمالاتہ التی سبق ذکرھا . والعبد

حقیقت کے انکشاف سے انکار کر دیا۔ پس وہ اس (روح) کے کمالات کا انکار نہیں کرتے

الضعیف انّما بیّنہ و کشف عن بعض خواصہ اعتماداً علٰی علمہ

جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا۔ اور بندہٗ ضعیف نے اس (روح) کے متعلق بیان اور اس

الصحیح و کشف الصریح

کے بعض خواص کو منکشف کیا ہے ۳۴؎ علم صحیح اور کشف صریح پر اعتماد کرتے ہوئے

۳۴؎ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز از راہ عجز فرماتے ہیں کہ اس بندہ ضعیف نے جو روح کے متعلق کلام کیا اور اس کے بعض خواص کو کھولا ہے یہ سب اللہ کی نصرت و توفیق اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے کشف صریح اور علم صحیح پر اعتماد کرتے ہوئے بطور تحدیث نعمت بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے بیان کرنے سے جو شبہ مانع تھا اس کا ازالہ بھی کر دیا ہے اور ان خصوصی علوم و معارف کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً (الاسراء ۱۷:۸۵) کے مصداق حضرت امام ربانی قدس سرہٗ راسخین فی العلم میں سے ہیں۔ والحمدللہ علٰی ذالک

marfat.com

بعون اللّٰہ سُبحانہ وتوفیقہ وصَدقۃ حبیبہ علَیھا الصلوٰۃ والسلامُ

اللہ سبحانہ کی مدد اور اس کی توفیق اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام والہ

وَالہ الکرام مع ازالۃ شُبھۃ مانعۃ عن البیان فافھم .وممَّا ینبغی

الکرام کے صدقہ سے شبہ کے ازالہ کے ساتھ ساتھ جو بیان سے مانع تھا پس خوب سمجھ لو۔

ان یعلم ان الجسد کما استفاد من الروح کمالات لاتحصٰی

اور مناسب یہ ہے کہ جانا جائے کہ جسم نے جیسے روح کے بے شمار کمالات سے استفادہ کیا

فالروح ایضاً اکتسب من الجسد فوائد عُظمٰی حیثُ صار

پس روح نے بھی ۳۵ جسم سے عظیم فوائد کا اکتساب کیا یوں کہ

سمیعاً بصیراً متکلماً متجسداً بجسد مکتسباً مباشراً لاَفعال

سننے والی، دیکھنے والی، کلام کرنے والی، مجسد ہوگئی ایسے جسد کے ساتھ اکتساب کرنے والی'

ناسبت بعالم الاجسَاد.

افعال کو بذات خود سنبھالنے والی ہے جو عالم اجسام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں

روح وجسد کا باہمی استفاضہ واستفادہ

۳۵ جسم اور روح دونوں ایک دوسرے سے مستفیض اور مستفید ہوتے ہیں۔ جہاں جسم روح کے ذریعے بے شمار کمالات حاصل کرتا ہے وہاں روح کو بھی جسم سے کئی فائدے ملتے ہیں۔ روح جسم میں آ کر متجسد ہو جاتی ہے اور جسم کے حواس سے سنتی، دیکھتی اور کلام کرتی ہے جن کا جسم کے بغیر احساس ممکن نہ تھا کیونکہ روح تو فطری طور پر اپنے آپ سے بھی بے خبر ہے اسے دوسروں کی کیا خبر ہوگی؟

marfat.com

غرضیکہ روح اور جسد کے باہمی استفاضہ واستفادہ سے ایسا قریبی رابطہ ہو جاتا ہے کہ بقول حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اَجۡسَادُنَا اَرۡوَاحُنَا ۔ اَرۡوَاحُنَا اَجۡسَادُنَا یعنی ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں اور ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں ۔

جب عارف واصل باللہ ہو جاتا ہے تو انوار وتجلیات ،فیوضات وبرکات اور لطافت ونورانیت کی بدولت اس کی روح ایسے افعال کر سکتی ہے جو اجسام کے افعال کے مناسب ہوتے ہیں وہ اسی جسد مکتسب کی قسم سے ہیں اور اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانی امداد بھی اسی قسم کے جسمانی افعال کی مناسبت سے ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر مختلف طریقوں سے انہوں نے دشمنوں کو ہلاک کیا اور دوستوں کی امداد فرمائی وغیرہ ۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب :۲۳۹)

عارف باللہ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں شہداء کے متعلق تحریر فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُعۡطِیۡ لِاَرۡوَاحِهِمۡ قُوَّةَ الۡاَجۡسَادِ فَیَذۡهَبُوۡنَ مِنَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمَآءِ وَالۡجَنَّةِ حَیۡثُ یَشَآءُوۡنَ وَ یَنۡصُرُوۡنَ اَوۡلِیَآءَ هُمۡ وَیُدَمِّرُوۡنَ اَعۡدَاءَ هُمۡ اِنۡ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت دیتا ہے۔ وہ زمین ،آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ۔آیت کریمہ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ (الحدید ۵۷:۱۹) کے مطابق اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ صدیقیت اور درجہ شہادت پر فائز ہوتے ہیں وہ بھی اپنے مریدوں کی امداد اور ان کے دشمنوں کو برباد کرتے ہیں ۔

marfat.com

وچوں نفس مطمئنہ بروحانیاں ملحق شد، چُنانکہ بالا

اور جب نفس مطمئنہ روحانیوں کے ساتھ ملحق ہو گیا جیسا کہ پہلے

گذشت، عقل بجائے اودرعالم اجساد بخلافت اونشست

گزرا عقل اس کی جگہ عالم اجسام میں اس کی خلیفہ بن کر بیٹھی اور

وعقل معاد نام یافت ۔

عقل معاد کا نام پایا ۳۶

عقل معاد کی خلافت

۳۶ جب روح عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی جگہ نفس مطمئنہ مسند خلافت پر متمکن ہو جاتا ہے اور جب روح کی اتباع میں نفس مطمئنہ بھی عالم ارواح میں رسائی حاصل کر لیتا ہے تو جسم میں اس کا خلیفہ عقل معاد ہوتی ہے۔

اہل طریقت نے عقل کی دو قسمین بیان فرمائی ہیں۔

۱...... عقل معاش ۲...... عقل معاد

عقل معاش

وہ عقل ہے جسے ہمہ وقت پوشاک، خوراک، عیش و آرام، طعام اور ضروریات زندگی کی فکر دامنگیر رہے۔ دین و آخرت سے کوئی سروکار نہ ہو۔ اس قسم کی عقل خالص دنیاداروں کی ہوتی ہے جو نیکو کار لوگوں کو خواہ اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو، بے وقوف گردانتے ہیں۔ جس طرح منافق لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہتے تھے اور طعنے دیتے تھے کہ انہوں نے دنیا چھوڑ رکھی ہے، ہمہ وقت مسجد میں ہی بیٹھے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جواباً ارشاد فرمایا اَ لَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ (البقرہ۲:۱۳)

marfat.com

آ گاہ رہو یہی لوگ بے وقوف ہیں۔

یاد رہے کہ دنیا داروں کی زندگی یاد خدا سے غافل ہونے کی وجہ سے قلبی سکون اور ذہنی اطمینان سے یکسر خالی ہوتی ہے۔کسی شاعر نے ان دنیا داروں کی زندگی کی خوب عکاسی کی ہے

یہ بھی کوئی زندگی ہے بے نظام و بے اساس
جذبہ تقلید مغرب میں زبون و بد حواس
آہ بھرتی زندگی ، آنسو بہاتی زندگی
موت کی دلدل کی تہہ میں کلبلاتی زندگی

دنیا اور دنیا داروں کی مذمت کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّنیَامَلعُونَۃٌ مَلعُونٌ مَا فِیھَا اِلَّا ذِکرُاللّٰہ (ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۱۰۲)

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کا مفہوم یوں منظوم فرمایا ہے

اہل دنیا چہ کہین و چہ مہین
لعنۃ اللّٰہ علیھم اجمعین

عقل معاد

وہ عقل ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی بنا پر ہر وقت آخرت کی فکر رہتی ہے۔ اس کی سوچ کا مرکز ومحور دنیا کی بجائے دین اور آخرت ہوتا ہے۔دراصل یہ حال مست اور اہل اللہ کی عقل ہوتی ہے جنہیں نہ عزت مطلوب ہوتی ہے نہ ذلت کی پرواہ۔تخت شاہی پر بٹھا دو کوئی خوشی نہیں، بوریے پر بٹھا دو کوئی غم نہیں، ہر وقت مرضیٔ مولا پیش نظر ہوتی ہے۔علامہ اقبال مرحوم نے اس قسم کے لوگوں کے متعلق خوب کہا

marfat.com

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

یاد رہے کہ صوفی شعراء نے عقل پر کڑی تنقید کی ہے اور عقل و عشق کا بڑا موازنہ کیا ہے بلکہ عقل سے اظہار نفرت فرمایا ہے۔اس سے مراد وہ عقل ہے جو دنیا کے دھندوں، اندیشوں اور مصلحتوں میں مصروف کار رہتی ہے جسے حضرت رومی کی زبان میں عقل عیار بھی کہا گیا ہے۔ عقل معاد کی کسی نے بھی مخالفت و مذمت نہیں کی بلکہ اسے عقل پاک اور عشق پاک کے ناموں سے معنون فرمایا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے عقل و عشق کا موزانہ کرتے ہوئے لکھا ہے

عقل عیار ہے، سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم

حدیث پاک میں عقل کو خلق اول فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ (تفسیر الکبیر جز ۱۵: ۳۷) سے عیاں ہے۔اکثر صوفیاء کرام کے نزدیک عقل اول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جسے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کہا جاتا ہے۔

عقل کی تعریف

فاضل اجل حضرت علامہ شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ عقل کی تعریف کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

اَلْعَقْلُ مَا یَعْقُلُ بِہٖ حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ قِیْلَ مَحَلُّہُ الرَّأْسُ وَقِیْلَ مَحَلُّہُ الْقَلْبُ یعنی عقل وہ ہے جس کے ذریعے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے بعض نے اس کا محل سر (دماغ) کہا ہے اور بعض نے اس کا محل قلب کہا ہے۔

marfat.com

محلِ عقل

آئمہ مجتہدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا عقل کا محل دماغ ہے یا دل۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقل کا مستقر قلب ہے اور حنابلہ کا بھی یہی موقف ہے۔

علمائے متکلمین نے ان اقوال کے درمیان تطبیق بیان فرمائی ہے کہ علم کے کواسب، قوائے دماغیہ ہیں لیکن اس کا مستقر قلب ہے۔

حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے عقل کو دماغ میں پیدا فرمایا ہے مگر اس کا نور قلب میں ہے۔

(تاج العروس جلد ہشتم)

حضرت خطیب الاسلام کی تطبیق

خطیب الاسلام، ابوالکلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ قدس سرہُ العزیز (وارث مسند آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ پاکستان) تطبیق دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ عقل کی دو قسمیں ہیں۔

عقل جزئی اور عقل کلی

عقل جزئی

عقل جزئی کا مرکز سر (دماغ) ہے۔ جہاں سے وہ حواس خمسہ کے ذریعے عالم کثرت سے رابطہ کرتی ہے اور عالم رنگ و بو اور دنیائے صوت وصورت کے مشاہدہ میں محو رہتی ہے تا آنکہ وہ اپنے آپ کو اسی دنیائے آب وگل کا مکین یقین کر لیتی ہے۔

marfat.com

عقل کلی

عقل کلی کا مرکز دل ہے اور اس کا مقصود مکان کی بجائے لامکان اور عالم کثرت کی بجائے دنیائے وحدت ہے۔ روح انسانی سر کے ذریعے عالم کثرت سے تعلق قائم رکھتی ہے اور دل کے ذریعے عالم وحدت سے مربوط رہتی ہے۔ (مقالات خطیب الاسلام)

حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جس دل کو عقل کلی کا مرکز قرار دیا ہے قدوۃ الاخیار حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دل کو جوہر نورانی، عقل مستفاد، مطلع انوار، منبع اسرار اور عرش رحمانی کہا ہے

دل بہ معنی جوہر روحانی است
دل نہ از جسم است و نے جسمانی است
آنکہ دانا گفت عقل مستفاد
در حقیقت داں کہ دل بودش مراد
دل چہ باشد مطلع انوار حق
دل چہ باشد منبع اسرار حق
پیش سالک عرش رحمان است دل
جملہ عالم چوں تن و جاں است دل

marfat.com

ایں زمان فکر و اندیشہ اوہمہ برائے آخرت مقصود

اس وقت اس کی تمام فکر و سوچ ۳۷ آخرت کیلئے محدود ہو جاتی ہے اور دنیوی

گشت، وازاندیشۂ معیشت فارغ آمد

اسباب کے فکر سے فارغ ہو گئی۔

۳۷ جب عقل معاد مسند خلافت پر فائز المرام ہوتی ہے تو اس وقت عقل معاد کی سوچ و بچار اور اندیشہ و افکار دنیوی نہیں رہتے بلکہ اخروی ہو جاتے ہیں۔

فکر کی اقسام

عرفائے طریقت نے سوچ و فکر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

فکر لاہی اور فکر الٰہی

فکر لاہی: یہ خالص دنیا داروں کی سوچ ہوتی ہے جو اپنی کجیٔ فکر کی وجہ سے اچھی بات کا بھی غلط مفہوم لیتے ہیں اور یہ عقل معاش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

فکر الٰہی: جب کسی صوفی و سالک کا تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس ہو جاتا ہے تو وہ بری بات کا بھی اچھا اور مثبت مفہوم لیتا ہے یہ عقل معاد کا ثمرہ ہوتا ہے۔

جب سالک کو عقلِ معاد نصیب ہوتی ہے تو وہ دنیوی فکروں سے آزاد اور معاشی اندیشوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور ہر چہ بادا باد کے مصداق کسی قسم کے نفع ونقصان کی پرواہ نہیں کرتا تو اسے شرح صدر کی بدولت نور فراست نصیب ہوتا ہے۔

marfat.com

وشایان فراست شد بواسطۂ نوریکه اورا عطا فرموده اند ایں
اور فراست کے لائق ہوگئی ۳۸ اس نور کے واسطہ سے جو اسے عطا فرماتے ہیں
مرتبہ نہایت مراتب کمالات عقل ست ناقصے ایں جا
یہ مرتبہ کمالات عقل کے آخری مرتبوں میں سے ہے۔ کوئی ناقص
اعتراض نکند، کہ نہایت مراتب کمالات عقل می باید کہ
اس جگہ اعتراض نہ کرے کہ کمالات عقل کے انتہائی مرتبوں میں چاہئے کہ
درنسیان معاش ومعاد متحقق شود، کہ درمبدأ اندیشہ او
معاش اور معاد کا نسیان متحقق ہو جائے۔ کہ ابتدا میں اس کی فکر سوائے
غیر حق سبحانہ وتعالیٰ ہیچ نباشد چہ دنیا وچہ آخرت۔
حق سبحانہ و تعالیٰ کے کوئی نہیں ہوتی خواہ دنیا ہو، خواہ آخرت۔

فراست

۳۸ فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فراست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اَلْفِرَاسَةُ هِيَ مُكَاشَفَةُ الْيَقِيْنِ وَمُعَايَنَةُ الْغَيْبِ (کتاب التعریفات)
یعنی اہل حقیقت کی اصطلاح میں یقین کے مکاشفہ اور غیب کے معائنہ کا نام فراست ہے۔ طریقت کی یہ اصطلاح ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات
اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث:۳۰۵۲)
(یعنی مومن کی فراست سے بچو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سے ثابت ہے۔
مومن کی فراست سے بچنے کا مطلب ڈرو اور ہوشیار رہو ہے اور نور فراست کا

marfat.com

مفہوم یہ ہے کہ اس کی رہنمائی اللہ کا نور کرتا رہتا ہے جو اس کی فکر کو جلا بخشتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (الزمر ۳۹:۲۲) یعنی جن لوگوں کا شرح صدر ہو جاتا ہے انہیں باطنی طور پر ایسا نور دکھائی دیتا ہے کہ جس معاملے کو وہ سمجھنا چاہیں یا جس راہ پر چلنا چاہیں تو اللہ کا نور شانِ فراست کے ساتھ ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

فراست کی اقسام

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ امام الطائفہ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فراست کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

اہل معرفت کی فراست اور اہل جوع و ریاضت کی فراست

اہل معرفت کی فراست

اہل معرفت کی فراست کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال سے ہے جو سالکین و طالبین کی باطنی استعداد معلوم کرنے اور اولیائے واصلین کی شناخت کرنے سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو ملاحظۂ مخلوق سے محفوظ رکھا ہے ان کو اپنی جناب قدس جل سلطانہ کیلئے مخصوص کر لیا ہے ان کو اپنے ماسویٰ سے جدا کر کے اپنی جانب مشغول کر لیا ہے اگر یہ اہل حقیقت، مخلوق کے احوال کے درپے ہو جائیں تو غیرت حق کی وجہ سے ان میں جناب قدس کی حضوری کی صلاحیت باقی نہ رہے۔

اہل ریاضت کی فراست

جبکہ اہل ریاضت اور اربابِ جوع کی فراست صورتوں اور احوال و مغیبات کے کشف کے ساتھ مخصوص ہے کہ جن کا تعلق مخلوقات سے ہے، چونکہ اکثر مخلوق جناب

marfat.com

قدس جل سلطانہ‘ سے اپنا تعلق منقطع کئے ہوئے اور دنیا میں مشغول ہے۔ اس لئے ان کے دل بھی صورتوں کے کشف اور مخلوقات کی مغیبات کی جز ئیات کی طرف مائل ہیں۔ یوں یہ معاملہ ایسے لوگوں کے نزدیک بہت بڑا کمال ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ اہل خوارق اہل اللہ اور خواص میں سے ہیں۔

حالانکہ فضیلت اہل خوارق کے لئے نہیں بلکہ اہل معارف کیلئے ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہُ العزیز نے لکھا ہے کہ بعض اولیائے کرام جن سے کرامات وخوارق کا ظہور بہت ہوا ہے، اپنے آخری وقت میں وہ ان کرامات کے ظہور سے نادم و شرمندہ ہوئے اور تمنا کرتے تھے کہ کاش یہ تمام خوارق ہم سے ظہور میں نہ آتے۔

اگر فضیلت، خوارق کے بکثرت ظہور کے باعث ہوتی تو ان کے ظہور پر شرمندگی کے کیا معنی؟ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب:۹۲)

یاد رہے کہ جب شرح صدر کی بدولت سالک کو دنیوی فکروں سے فراغت کے بعد نور فراست ملتا ہے تو یہ عقل معاد کے کمالات میں سے اس کا آخری اور انتہائی مرتبہ ہوتا ہے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

marfat.com

گویم کہ ایں نسیان دراثنائے راہ او را حاصل شدہ بود در

ہم کہتے ہیں کہ یہ نسیان اسے دوران راہ حاصل ہوا تھا۔ فنا فی اللہ

مرتبۂ فنا فی اللہ، وایں کمال بمراحل ازاں متجاوزاست۔ایں

کے مرتبہ میں اور یہ کمال اس سے مرحلوں آگے ہے ۳۹ اس

جا رجوع علم ست بعد از حصول جہل وعودِ فرق است

جگہ علم کا رجوع ہے حصول جہل اور عودِ فرق کے بعد ہے

بعد از تحقق جمع

تحقق جمع ۴۰

حضرت امام ربانی کی فراست

۳۹ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کی علومِ اسلامیہ اور معارفِ روحانیہ پر کس قدر گہری نظر ہے کہ ممکنہ سوالات بھی خود ہی اٹھاتے ہیں اور خود ہی جوابات ارشاد فرماتے ہیں۔ یہاں بھی آپ نے ایک اعتراض اٹھایا ہے کہ اگر کوئی ناقص العقل اور قاصر الفہم کہے کہ جب عقل معاد آخری کمالات تک پہنچ جاتی ہے تو اسے نہ دنیا کی فکر رہنی چاہئے اور نہ ہی آخرت کی فکر ہونا چاہئے، دونوں کا نسیان ہو جانا چاہئے اور فقط ذات حق ہی یاد رہنی چاہئے۔

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ اے معترض! دنیا و عقبیٰ دونوں کا نسیان جن کی بابت تم بات کر رہے ہو یہ تو اثنائے راہ فنا فی اللہ کے مرتبے میں پیچھے رہ گیا ہے۔ فنا کا مقام تو مرحلوں پیچھے رہ گیا ہے، بقا کا مقام فنا کے مرتبے سے بہت بلند ہے۔ فنا فی اللہ کے بعد جو بقا باللہ کا مرتبہ آتا ہے ہم اس کی بات کر رہے ہیں کہ جس میں اندیشہ دنیا تو

marfat.com

بھول جاتا ہے مگر فکرِ آخرت ہمہ وقت دامنگیر رہتی ہے۔

جب سالک مقام بقا پر پہنچ جائے تو فنائے اتم کے بعد اس کی عقل معاد انتہائے کمال کو چھوتی ہے تو دوران سلوک اثنائے راہ میں جن جن علوم کا نسیان ہو گیا تھا وہ سب عود کر آتے ہیں۔

چند اصطلاحات طریقت

؎ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نے یہاں چند اصطلاحات طریقت کو بیان فرمایا ہے جن کی قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے۔

- ......جہل سے مراد فنا ہے اور علم سے مراد بقا ہے۔
- ......جمع سے مراد فنا ہے اور فرق سے مراد بقا ہے۔
- ......کفر طریقت کو مقام جمع کہا جاتا ہے اور فرق کو اسلام حقیقی کہتے ہیں۔

عروجی منازل میں سالک پر انوار وتجلیات اور فیوض وبرکات وغیرہا کے ورود کی بدولت دوران فنا ہر چیز کا نسیان ہوتا جاتا ہے جسے جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن نزولی مراتب میں فیضانِ نبوت اور کمالاتِ رسالت کی وجہ سے جب سالک لوگوں کی رشد وہدایت کیلئے بطور نیابت وخلافت مسند ارشاد پر متمکن ہوتا ہے تو وہ علم جس کا نسیان ہو گیا تھا دوبارہ اسے واپس لوٹا دیا جاتا ہے اسی کو بقا کہا جاتا ہے، اسی مرتبے کو مقام دعوت وارشاد سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

مقام جمع اور مقام فرق

حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک ممکن اور واجب میں عینیت ثابت کرنا مقام جمع ہے اور ممکن اور واجب میں تمیز کرنا مقام فرق ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ہاں نفس اور روح کا باہم جمع ہونا

marfat.com

مقام جمع اور نفس اور روح کا جدا ہونا مقام فرق ہے۔

اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک کثرت میں وحدت جلوہ گر ہے۔یعنی مظاہر کثرت کے آئینوں میں اسماء و صفات کے ظلال کو انہوں نے ذات سمجھ لیا ہے۔ بنا بریں ذات اور کائنات، واجب اور ممکن کو ایک ہی گردانتے ہیں۔

یاد رہے کہ اگر کوئی اور شخص یہ بات کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا چونکہ حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کا یہ بیان عقیدہ نہیں بیان حال ہے۔ کیونکہ انکی نیت میں فتور نہیں وہ حقیقت میں مخلوق کو خدا نہیں مانتے ،خدا کو خدا مانتے ہیں اور بندے کو بندہ جانتے ہیں۔دراصل انہیں دوران کشف بر بنائے محبت ،خدا کے سوا کچھ مشہود ہی نہیں ہوتا اس لئے وہ عینیت کا قول کر دیتے ہیں۔

جب کوئی شخص خالی الذہن ہو کر صرف حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے تو ان کے علوم و معارف کے آفتاب کے سامنے قاری کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں، وہ علوم و معارف کے سمندر اچھالتے اور پہاڑ گراتے ہیں۔ اس پائے کے عظیم انسان ہیں حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز! لیکن جب حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز گویا ہوتے ہیں تو آپ ان علوم و معارف کے سمندروں کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں۔ظاہر شریعت سے متصادم علوم و معارف کے گرائے ہوئے پہاڑوں کو ذرہ بنا کر اڑا دیتے ہیں اور متضاد علوم و معارف کے قائلین کے اقوال کی تاویل کر کے انہیں کفر و شرک کے فتووں سے بچالیتے ہیں ۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں ''اے صوفیو! اگر تمہیں ایک کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تو یوں کیوں کہتے ہو کہ کوئی اور ہے ہی نہیں''۔

بلکہ یوں کہو کہ ہمیں بس وہی نظر آتا ہے اگلا حکم نہ لگاؤ کہ کچھ اور ہے ہی نہیں

marfat.com

وحصول اسلام حقیقی است بعد از کفر طریقت کہ

اور اسلام حقیقی کے حصول کے بعد سے ۱؎ کفر طریقت کے بعد جو کہ

درمرتبۂ جمع است،

مرتبہ جمع میں (ہوتا) ہے۔

کیونکہ ہمیں تو خدا بھی نظر آتا ہے اور ماسویٰ بھی نظر آتا ہے۔ مگر ہمیں خدا، ماسویٰ میں نظر نہیں آتا بلکہ ذاتِ خدا، ماسویٰ سے وراء ہے اور ماسوا اس کے مقابلے میں گردِ راہ ہے۔ اس لئے کہ ذات خدا، ماسویٰ کے محدود آئینوں میں نہیں سما سکتی جیسا کہ آیت کریمہ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے عیاں ہے۔

اسلام حقیقی

۱؎ جب صوفی اور سالک پر وحدت اور کثرت کا فرق واضح ہو جائے اور خالق اور مخلوق کے درمیان تمیز سمجھ میں آ جائے تو اسے اسلام حقیقی کہتے ہیں اور یہ مرتبہ کفر طریقت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔
اہل طریقت نے کفر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

کفر طریقت اور کفر شریعت

کفر طریقت یہ ہے کہ بندہ فنائے مطلق کے بعد مشہود تجلیات میں ماسویٰ کا انکار کر دے۔ اس مقام میں بندہ مقبول اور محبوب ہو جاتا ہے۔ شاید اقبال مرحوم نے کفر طریقت کے متعلق ہی یہ کہا تھا

ع اگر ہو عشق ، تو ہے کفر بھی مسلمانی

کفر شریعت یہ ہے کہ بندہ ضروریات شرعیہ کا انکار کر دے، ایسا کرنے سے وہ کافر اور مردود ہو جاتا ہے۔

marfat.com

وفلاسفۂ کثیر السفہ کہ درعقل مراتب اربعہ ثابت کردہ

اور احمق فلاسفہ عقل کے چار مرتبے ۴۲ ثابت کرتے ہیں اور کمالات

اند، وکمالات عقل را دراں منحصر دانستہ اند ،از کمال

عقل کو ان میں منحصر جانتے ہیں یہ کمال نادانی ہے، حقیقت عقل کو

نادانیست -حقیقت عقل راباکمالات تابعۂ اوبعقل ووہم

اس کے توابع کمالات کے ساتھ عقل اور وہم سے

نمی تواں دانست-

نہیں سمجھا جا سکتا-

۴۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اہل فلسفہ کی مذمت فرمارہے ہیں حالانکہ فلسفی بڑے عقل منداور دانش ور ہوتے ہیں -درحقیقت یہ لوگ عقل معاد سے محروم اور عقل معاش کے بندے ہوتے ہیں کیونکہ عقل معاش حقیقت کے رخ زیبا سے نقاب نہیں الٹ سکتی اس لئے انہیں حقیقت تک رسائی نصیب نہیں ہوتی۔ علمائے اہلسنت وجماعت نے لکھا ہے کہ وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے دوطریقے ہیں۔

عقل اور ریاضت

عقل سے وجود باری تعالیٰ ثابت کرنے کے بھی دوطریقے ہیں۔

⊙ ...... جولوگ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت وسیرت اور دلائل عقلیہ سے شہادت لاکر وجودِ باری تعالیٰ کو ثابت کرتے ہیں انہیں متکلمین کہا جاتا ہے۔

⊙ ...... جولوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ السلام کی اطاعت کے بغیر محض دلائل عقلیہ سے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں حکماء، مشائین اور فلاسفہ کہا جاتا ہے۔

marfat.com

⊙ ...... جولوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی متابعت اور ریاضات کے ذریعے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں صوفیاء کہا جاتا ہے۔

⊙ ...... جولوگ انبیائے کرام علیہم السلام کی پیروی کے بغیر صرف ریاضت سے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں اشراقین کہا جاتا ہے

علامہ اقبال مرحوم جرمنی کے مشہور مجذوب فلسفی نٹشے کے متعلق لکھتے ہیں

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں
تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

بوعلی سینا جو بہت بڑا فلسفی گزرا ہے جس نے مختلف موضوعات پر سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا۔

مَا تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ اِبْنِ سِیْنَا قَالَ صلی اللّٰہ علیہ وسلم هُوَ رَجُلٌ اَرَادَ اَنْ یَصِلَ اِلَى اللّٰهِ بِلَا وَاسِطِیْ فَحَجَبْتُ بِیَدِیْ هٰكَذَا فَسَقَطَ فِی النَّارُ (نفحات الانس مترجم : ٦٦٤)

یعنی آپ ابن سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ایسا شخص تھا جس نے میرے واسطے کے بغیر خدا تک پہنچنے کا ارادہ کیا۔ بس میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے اس طرح روک دیا کہ وہ دوزخ میں گر گیا۔

فلاسفہ اور صوفیاء

فلسفی کائنات کی چھان بین عقل کے ذریعے کرتے ہیں۔ چونکہ عقل معاش کے آئینوں میں حقائق مندرج نہیں ہو سکتے اس لئے وہ حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں۔

جب کہ عارف اور صوفی سینہ کائنات چیر کر اشیائے کائنات کی حقیقتوں تک پہنچ

marfat.com

جاتے ہیں اور اس سعادت کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا گو ہوتے ہیں اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ اے اللہ ہمیں اشیاء کے حقائق دکھا جیسے کہ وہ ہیں۔

انہیں واقفان حقیقت کو حدیث پاک میں جواسیسُ القلوب بھی فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے سینوں میں چھپے ہوئے رازوں اور ارادوں کو بھی جان لیتے ہیں چنانچہ روایت میں ہے:

اِذَاجَالَسْتُمْ اَھْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْھُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّھُمْ جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ یَدْخُلُوْنَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَیَنْظُرُوْنَ اِلٰی ھِمَمِکُمْ

یعنی جب تم اہل صدق کی مجالس میں بیٹھو۔تو صدق نیت کے ساتھ بیٹھا کرو۔ کیونکہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو بھی دیکھتے ہیں۔(تحفۃ الجمال وخزلنۃ الاحوال قلمی)

محققین صوفیاء توبحرِ توحید میں غوطہ زن ہو کر ایسے ایسے گوہر نایاب نکالتے ہیں کہ جنہیں سن کر انسان ورطہ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جبکہ کچھ صوفی بحر توحید میں ایسے غوطہ زن ہوئے کہ انہوں نے موتی کیا نکالنے تھے وہ تو اپنا آپ ہی گم کر بیٹھے یعنی عروجی مرتبوں میں ہی مقام فنائیت پر رہ گئے۔ لیکن نزولی مرتبوں میں کمالاتِ نبوت سے فیضیاب ہو کر مسند دعوت وارشاد پر جلوہ گر ہونے کی فضیلت سے محروم رہ گئے۔

عجیب سانحہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اسی قسم کے صوفیوں کی عظمت کا ڈھنڈورے پیٹے ہیں۔ انہیں لوگوں کی ولایت کے دنیا میں ڈنکے بج رہے ہیں جو مقام جمع پر گئے لیکن مقام فرق کی طرف واپس نہیں لوٹے ...... کفر طریقت تک گئے لیکن اسلام حقیقی سے مشرف نہ ہوئے ...... فنا کی طرف گئے لیکن بقا کی طرف واپس نہیں آئے ...... جہل کی طرف گئے لیکن علم کی طرف نہیں آئے۔

marfat.com

ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ وہ اولیاء کاملین جو فنا کے بعد بقا کی طرف آئے...... جہل کے بعد علم کی طرف لوٹے...... جمع کے بعد فرق کی طرف عود کیا...... کفر طریقت کے بعد اسلام حقیقی سے مشرف ہوئے...... فنا کے بعد بقا کی طرف مراجعت فرمائی...... لوگ انہیں ولی ہی نہیں مانتے بلکہ اپنے جیسا تصور کرتے ہیں۔ الا ماشاء اللّٰہ

معیار فضیلت؟

عصر حاضر کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ جو سب سے زیادہ افضل ولی ہیں انہیں مخلوق میں کوئی خاص شہرہ حاصل نہیں ہوتا اور جو مرتبہ فنا اور راہ میں ہی رہ گئے ان کی عظمت کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ (فیاللعجب)

جو شخص تصوف وروحانیت کی باریکیاں جانے...... شریعت وطریقت کا عالم ہو...... معرفت وحقیقت کی گتھیاں سلجھائے...... اسرار ورموز کے دریا بہائے...... لوگ اسے ملا کہہ دیتے ہیں اگر لوگوں سے پوچھا جائے کہ ولی کون ہے؟ تو کہتے ہیں جو حواس سے بے گانہ...... لباس سے آزاد...... گونگا اور ننگا ہو...... وہ سب سے بڑا ولی ہوتا ہے۔ عوام تو رہے ایک طرف خواص بھی یہی سمجھ بیٹھے ہیں۔ لوگوں کی عقلوں پر ایسا پردہ آ گیا ہے کہ اصل کی پہچان ہی نہیں رہی۔ العیاذ باللہ

ساری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز جس مقام پر پہنچ کر بات کررہے ہیں، زمانے کے غوث، ابدال، اوتاد، وہاں تک نہیں پہنچتے بلکہ زمانے کے قطب اور ابدال آپ کے دریوزہ گر ہیں۔

حضرت امام ربانی کے ناقدین

لیکن نادان مولوی جس کے پاس عقل معاش تو ہے مگر عقل معاد سے محروم ہے

marfat.com

کہتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کو کیا حق تھا کہ بڑے بڑے اولیاء کرام کے مقامات کی تلاش کے بعد ان پر نقد ونظر کرتے ۔ حضرت ابن العربی ہوں یا شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت رابعہ بصریہ ہوں یا شرف الدین منیری جیسے اکابرین پر نقد ونظر کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کو اصل بات کا علم ہی نہ تھا، بس علماء ظواہر کی طرح صوفیاء پر تبصرے کرتے ہیں۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ناقدین اس حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ آپ ہزار سال کے مجدد ہیں اگر آپ مجدد الف ثانی ہو کر بھی امت مسلمہ کو ان حقائق سے آگاہ نہ فرماتے تو اور کون کرتا؟ صوفیاء کے خلاف شرع مکشوفات والہامات کی نشاندہی اگر آپ نہ فرماتے تو اور کون کرتا؟ نیز ان کے شطحیات اور مخالف شریعت کلمات کی تاویل فرما کر مسلمانوں کو سوئے ظن کے فتنہ سے اگر آپ نہ بچاتے تو اور کون بچاتا؟ فِرق ضالہ اور مستشرقین کے منہ میں اگر آپ لگام نہ دیتے تو اور کون دیتا؟ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہ کہنے میں حق بجانب ہیں

بہت مدت کے نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا!
کہ میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے مقام و مرتبہ سے ناآشنا متعصبین و معاندین سے ہمارا سوال ہے کہ بقول شما حضرت امام ربانی کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ صوفیاء پر تبصرے کریں؟ ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز پر تنقید کرنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے، تم کس شمار میں ہو اور تمہاری علمی حیثیت اور روحانی صلاحیت کیا ہے؟

کثرت کرامات کی وجوہات

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے ناقدین کی جہالت مسلم ہے۔ درحقیقت

marfat.com

راز یہ ہے کہ وہ صوفیاء جن کے خوارقِ عادات اور کرامات کے دنیا میں ڈنکے بج رہے ہیں ان کی عظمت کو ہمارا سلام ہو۔ ہم ان کی گرد راہ بھی نہیں ...... ان لوگوں کی رسائی مقام قلب تک ہی ہوئی ہے...... یہ لوگ مقام جمع پر جلوہ گر ہیں...... مقام فنا پر فائز ہیں...... مقام صفات کے مسند نشین ہیں اور صفات کا تعلق ممکنات کے ساتھ ہے کیونکہ ممکنات صفات کی تجلیات سے ظاہر ہوئی ہیں اور کرامات بھی صفات کی تجلیات سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقامِ صفات پر فائز المرام حضرات سے کمالات اور کرامات کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔

قلت کرامات کی وجوہات

وہ عرفائے کاملین جو مقام ذات کی سیر میں تجلیات ذاتیہ سے مشرف ہوتے ہیں اور تجلیات ذاتیہ ممکنات اور کائنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ اسی لئے ان عرفائے کاملین سے کرامات کا ظہور بہت کم ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمہ وقت ذات کی طرف متوجہ رہتے ہیں، وہ کمالات نبوت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ نبوت کی نیابت اور رسالت کی خلافت کے جانشین ہوتے ہیں۔ چونکہ انبیاء کرام سے معجزات اور کمالات کا ظہور کم ہوا ہے اس لئے نبوت کی اتباع میں ان سے بھی کرامات کا ظہور بہت کم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ لوگ ہمہ تن مخلوق خدا کی رشد وہدایت اور تبلیغ ودعوت کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ترویج شریعت، تائید ملت، احیائے سنت اور تخریب بدعت ان کے فرائض میں شامل ہوتے ہیں۔ باطنی تصرفات سے لوگوں کے دلوں میں ہدایت القاء کرنا اور انسانیت کو ظاہر شریعت کی طرف دعوت دینا ان کے منصب میں شامل ہوتا ہے، اس لئے نبوت کی نیابت میں افضل لوگ یہی ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تجلیات ذاتیہ سے سیراب اور کمالات نبوت

marfat.com

سے فیضیاب ہیں۔اس لئے آپ ترویج شریعت اور حفاظت دین کی خدمت پر مامور تھے اور یہ منصب جلیلہ اُولوالعزم رسل کا ہے۔اسی لئے انبیاء کرام اور رسل عظام سے معجزات وکمالات کا ظہور کم ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ جب قوموں نے انبیاء کو کمالات ومعجزات دکھانے پر مجبور کیا تو انہوں نے قوموں کو ٹال دیا۔ جب قریش مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات اور عجائبات کا مطالبہ کیا تو آپ خدا کی طرف متوجہ ہوئے۔بارگاہ قدس جل سلطانہ‘ سے یوں جواب دے کر اعراض کرنے کا ارشاد ہوا

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ (الاعراف ۷:۱۸۸)

یعنی اگر میں اتنا غیب دان ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح دنیوی مال واسباب جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بیماری وتکلیف نہ آتی۔

نادانو! چلے جاؤ کیوں میری راہ میں روڑے اٹکاتے ہو۔میں محض غیب بتانے، کمالات اور معجزات دکھانے نہیں آیا؟ میں تو دین اسلام کی تبلیغ وتکمیل کرنے آیا ہوں۔ ان حقائق کو مثال کے ذریعے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

اگر کوئی عالم دین طلباء کو دینی کتب کی تدریس کر رہا ہو،کوئی جاہل اور احمق آ کر اس سے گونا گوں نوعیت کے سوالات پوچھنا شروع کر دے تو وہ عالم دین اپنے مشن کے پیش نظر سوچے گا کہ یہ میرے مشن میں خلل ڈال رہا ہے۔ میں تو کچھ ذہن تیار کرنا چاہتا ہوں۔علم کیلئے کچھ سینے تیار کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ فکر دینا چاہتا ہوں اور یہ شخص میری راہ میں حائل ہو رہا ہے تو وہ تنگ آ کر کہے گا بابا! مجھے کچھ نہیں آتا۔ مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس عالم کو کچھ آتا ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ میرے فرائض میں شامل نہیں۔ مجھے الجھاؤ نہیں بلکہ اپنا کام کرنے دو۔

marfat.com

یوں ہی جب انبیاء کرام سے کمالات کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے بھی ارشاد فرمایا ہم کوئی مداری اور شعبدے باز نہیں۔ ہماری ذمہ داری تکوینی امور پر نہیں۔ ہم تو تشریعی امور پر مامور ہیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کا منصب بہت بلند ہے جو صوفیاء بطور تبعیت منصبِ نبوت والے کام کرتے ہیں ان سے کرامات وتصرفات کا ظہور کم سے بھی کم ہوتا ہے۔ وہ عام لوگوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ لوگ ان سے بدظن بھی ہو جاتے ہیں، انہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگوں کے طعن وملامت کی پرواہ کیے بغیر شریعت وسنت کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

کرامت ولایت کی دلیل نہیں

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ، قصر عارفاں میں ایک شخص بارہ سال تک اس نیت سے رہا کہ کوئی کرامت دیکھوں تو بیعت ہوں گا۔ دنیا دار لوگوں کا بھی عجیب مزاج ہوتا ہے، ان کے نزدیک ولی وہ ہے جو ہتھیلی پہ سرسوں جمائے...... ہوا میں اڑ کر دکھائے...... مردے زندہ کرے وغیرہا۔

حضور شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ڈیوٹی تکوینی امور پر نہ تھی بلکہ وہ تو دعوت وارشاد کی مسند پر متمکن، ولی اور عارف بنانے پر مامور تھے۔ مردے زندہ کرنا ان کا منصب نہیں تھا بلکہ مردہ دلوں کو زندہ کرنا تھا کیونکہ مردے زندہ کرنا آسان کام ہے لیکن مردہ دل زندہ کرنا کاردارد ہے۔ بقول اقبال مرحوم

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

وہ شخص بارہ سال کے بعد ایک سرد آہ بھر کر اجازت کا خواہاں ہوا۔ آپ نے فرمایا کس غرض کے لئے آئے تھے؟ کہنے لگا کوئی کمال اور کرامت دیکھنے آیا تھا وہ یہاں

marfat.com

نہیں دیکھ پایا۔آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کمال تجھے نظر آیا یا نہیں مگر یہ بتاؤ کہ بارہ سال کے طویل عرصہ میں ہمیں سنت وشریعت کے خلاف کوئی کام کرتے دیکھا ہے؟ عرض کرنے لگا یہ تو میں نے واقعی نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا''اس سے بڑی کرامت اور کیا ہوگی'' جب بات اس کی سمجھ میں آ گئی تو آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔اصل بات یہ ہے کہ استقامت،کرامت سے بڑھ کر ہے اور اصل کرامت شریعت پر استقامت ہے۔ اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ

عصر حاضر اور ترویج شریعت

موجودہ دور میں دنیا کی رنگینیوں کو کون چھوڑتا ہے یہ سعادت تو صرف اسی کو ملتی ہے جس کے سینے میں دین حق کی تڑپ ہو۔ جو اس منصب پر مامور ہو، جسے شریعت وسنت کی ترویج اور خدمت دین پر استقامت نصیب ہو۔یہی وہ خوش نصیب ہیں جو تجلیات ذاتیہ سے حصہ پاتے اور بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں شرف حضوری سے سرفراز ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کی توجہ خدا و مصطفےٰ جل سلطانہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم اور خدمتِ دین کی طرف زیادہ مائل رہتی ہے۔لوگوں کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں اسلئے لوگوں کے کام بھی کم کرتے ہیں ۔اگر کوئی ان سے دنیوی کام لینا چاہے تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں ۔اگر کہیں حد درجہ مجبوری ہو تو بادلِ ناخواستہ تعویذ اور دم وغیرہ بھی کر دیتے ہیں۔

عامۃ الناس تشریعی امور پر مامور اولیائے کرام کے متعلق یہی کہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں حالانکہ ان کے پاس سبھی کچھ ہوتا ہے۔صرف تکوینی امور میں تصرف ان کے فرائض میں شامل نہیں ہوتا۔

marfat.com

کشف صحیح والہام صریح در کار است، کہ مقتبس از

(بلکہ اس کے لئے) کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے جو انوار نبوت کے مشکوٰۃ سے

انوار مشکوٰۃ نبوت است۔ صلوات اللّٰہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیٰ

مقتبس ہے[۴۳] اللہ تعالیٰ کی صلوات اور اس کی تسلیمات ہوں تمام انبیاء ومرسلین پر عموماً

جمیع الانبیاء والمرسلین عموماً وافضلھم حبیب اللّٰہ خصوصاً۔

اور ان میں سب سے افضل اللہ کے حبیب پر خصوصاً۔

۴۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز عقل کے متعلق فلاسفہ کی فلسفیانہ موشگافیوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حقیقتِ عقل کو فہم وذکا کے ذریعے نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ کمالات عقل کو جاننے کیلئے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے۔ ایسا کشف والہام جو کتاب وسنت کے عین مطابق ہو۔ و بدونہ خرط القتاد

marfat.com

اگر پرسند که درعبارات مشائخ واقع شده است که "عقل ترجمان روح است" معنی آں چه باشد۔

اگر پوچھیں کہ مشائخ کی عبارات میں واقع ہوا ہے کہ عقل روح کی ترجمان ہے اس کا معنی کیا ہے؟ ۴۴

کیا عقل روح کی ترجمان ہے؟

۴۴ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک سوال کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اگر لوگ پوچھیں کہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ عقل روح کی ترجمان ہے اس کا مطلب کیا ہوگا؟۔

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن علوم و معارف کا روحانی القاء کے ذریعے ورود ہوتا ہے اور قلب عارف کا بھی عالم روحانیت سے تعلق ہوتا ہے اس لئے وہ (قلب) ان علوم و معارف کو اخذ کر لیتا ہے اور عقل ان علوم و معارف کے اجزاء کو باہم ترتیب دے کر تلخیص تیار کر کے ضبط تقریر و تحریر میں لاتی ہے تاکہ عالم خلق کے باسیوں کے لئے ان علوم و معارف کا سمجھنا آسان ہو جائے۔اگر عقل،قلب کی ترجمانی نہ کرے تو لوگوں کیلئے ان علوم و معارف کو سمجھنا نہ صرف دشوار ہو بلکہ محال ہو جائے۔چونکہ قلب پر وارد شدہ علوم و معارف کی ترتیب و تلخیص کر کے عقل انہیں قابل فہم بناتی ہے اس لئے عقل قلب کی ترجمان ہے،روح کی ترجمان نہیں۔

marfat.com

گویم کہ علوم ومعارف کہ بتلقی روحانی ازمبدء فیاض

ہم کہتے ہیں کہ علوم و معارف جو روحانی القاکے ذریعے مبداء فیاض ۴۵

فائض می شود، قلب کہ از عالم ارواح است اخذ می کند،

سے فائض ہوتے ہیں قلب جو عالم ارواح سے ہے (انہیں) اخذ کرتا ہے

مبدأفیاض

۴۵ مبدأ کا معنی جائے بدایت ہے۔یعنی کسی شئ کے منبع اور سرچشمہ کو مبدأ کہتے ہیں۔فیاض (بفتح یاء) بہت زیادہ فیض دینے والا،مراد اللہ تعالیٰ ہے۔مبدأ فیاض کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو جو ظاہری برکات اور باطنی انعامات میسر ہوتے ہیں وہ سب رزق،مال،دولت،عہدہ،صحت،جسم،روح،علم،ایمان،اسلام وغیرہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتے ہیں۔

جب عارف کا مضغہ گوشت حقیقت جامعہ قلبیہ کا قائم مقام بن جاتا ہے تو اس (مضغہ گوشت) میں اصل کی سی استعداد وصلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔لہٰذا مبدأ فیاض سے جن علوم ومعارف کا ورود، مضغہ گوشت پر بواسطہ حقیقت جامعہ ہوتا ہے وہ تلقی روحانی کے ذریعے ہوتا ہے۔یعنی روح کی طرح کی تلقی ہوتی ہے جسے مشائخ نے سمجھا کہ روح عقل کو تلقی کر رہا ہے اور عقل روح کی ترجمانی کر رہی ہے،اسی لئے انہوں نے ''عقل ترجمان روح ہے'' کا قول کر دیا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ مضغہ گوشت، جب قلب حقیقی کا خلیفہ بن کر تلقی (القا) کرتا ہے تو وہ روحانی تلقی ہوتی ہے۔کیونکہ قلب عالم ارواح میں سے ہے۔لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ روح نے تلقی کی ہے۔درحقیقت وہ تلقی روح کی نہیں بلکہ قلب ہی کی ہوتی ہے جس کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔لہٰذا عقل روح کی ترجمان

marfat.com

ترجمان آں عقل ست، کہ آں رامحرر وملخص ساختہ

اس (قلب) کی ترجمان عقل ہے [۴۶] کہ ان (علوم ومعارف) کو ضبط

شایان فہم گرفتاران عالم خلق می سازد، کہ اگر او

تحریر میں لاکر اورخلاصہ تیارکرکے عالم خلق کے گرفتاروں کی فہم کے لائق

ترجمانی نہ کند فہمیدن آں متعسر ست بلکہ متعذرو چوں

بنا دیتی ہے کہ اگر وہ (عقل) ترجمانی نہ کرے ان (علوم ومعارف) کا سمجھنا دشوار ہے

مضغہ قلبیہ، خلیفۂ حقیقت جامعہ قلبیہ است، حکم اصل

بلکہ محال (ہے) اور جب مضغہ گوشت جامعہ قلبیہ کی حقیقت کا خلیفہ ہے (اس

پیدا کردہ است، وتلقی اونیز تلقی روحانی گشتہ ومحتاج بہ

نے) اصل کا حکم پیدا کرلیا ہے اور اس کا القا بھی روحانی القا ہو گیا اور (وہ)

ترجمان آمدہ است۔

ترجمان کا محتاج ہو گیا ہے

نہیں بلکہ قلب کی ترجمان ہے۔

[۴۶] بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مبدأ فیاض سے فیض پہلے روح کو ملتا ہے جس کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مبدأ فیاض سے فیض پہلے قلب کو ملتا ہے۔ حقیقت جامعہ کے عالم ارواح میں سے ہونے کی وجہ سے قلب اس کا جانشین ہو جاتا ہے جن پر وارد شدہ علم وعرفان کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔

غرضیکہ یہ بات دونوں طرح جائز ہے اگر یوں کہہ لیں کہ فیض پہلے روح پر وارد

marfat.com

باید دانست کہ زمانے بر عقل معاد می آید کہ باعث شوق
جاننا چاہئے کہ ایک وقت عقل معاد پر (ایسا بھی) آتا ہے جو نفس مطمئنہ کی
بہ مجاورت نفس مطمئنہ می گردد، بحدیکہ او را بمقام آں می
مجاورت کے شوق کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ (وہ شوق) اس (عقل معاد کو)
رساند، قالب را تہی وخالی می گذارد، وایں زمان تعقل
اس (نفس مطمئنہ) کے مقام تک پہنچا دیتا ہے (عقل معاد) قالب کو تہی اور خالی چھوڑ
وتذکر نیز بمضغہ قلبیہ قرار می یابد۔ انّ فی ذٰلک لذکریٰ لمن
دیتی ہے اور اس وقت سمجھنا اور یاد رکھنا بھی مضغہ گوشت میں قرار پکڑتا ہے یقیناً اس
کان لہ قلبٌ۔ وح ہماں قلب خود ترجمان خود گردد۔
میں نصیحت ہے اس شخص کیلئے جو قلب رکھتا ہے اور اس وقت وہی قلب خود اپنا ہی
ترجمان ہوتا ہے ؎۷

ہوتا ہے پھر قلب کی طرف منتقل ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے اور اگر یوں کہا جائے کہ فیض قلب پر وارد ہوتا ہے جس کی ترجمانی عقل کرتی ہے تو یوں بھی درست ہے۔

؎۷ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ عارف کو یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہے کہ جب عقل، قلب کی ترجمان ہو جاتی ہے تو عقل معاد پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اسے نفس مطمئنہ کی ہمسائیگی ومجاورت کا شوق دامنگیر ہوتا ہے بالآخر یہ شوق عقل معاد کو نفس مطمئنہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ باقی قالب محض خاکی ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ اب سمجھنے اور یاد رکھنے کی صلاحیت بھی عقل معاد کی بجائے مضغہ گوشت کو ہی حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ

marfat.com

دریں وقت عارف رامعاملہ باقالب اُفتد، جزوناری آنکہ

اس وقت عارف کا معاملہ قالب کے ساتھ پیش آتا ہے ۴۸ جزو ناری

ندائے ''اَنَا خَیۡرٌ مِنۡہُ'' از نہاد آں ظاہرمی شد۔روبانقیاد

کہ اس کی طبیعت سے اَنَا خَیۡرٌ مِنۡہُ کی ندا ظاہر ہوتی تھی۔ فرماں

می آرد وبتدریج بشرفِ اسلامِ حقیقی مشرف می

بردار ہونے لگتا ہے اور تدریجاً اسلام حقیقی کے شرف

گردد پس خلعت ابلیسی را ازوے زائل گردانیده

سے مشرف ہو جاتا ہے پھر ابلیسی جامہ کو اس سے زائل کر کے

لَہٗ قَلۡبٌ (ق۵۰:۳۷) سے واضح ہے۔جب عالم امر کے لطائف، نفس مطمئنہ اور عقل معاد عالم قدس کی طرف پرواز کر جاتے ہیں تو اب علوم ومعارف، فیوضات و برکات، حسنات وانعامات اور پند ونصائح کا مورد یہی قلب ہوتا ہے لہٰذا نہ کوئی روح کا ترجمان ہوتا ہے نہ عقل کا ترجمان۔ عقل، نفس اور روح بھی یہی مضغہ (قلب) ہوتا ہے۔بس اس میں خلافت و نیابت کی وجہ سے استعدادات اور صلاحیتیں ودیعت کردی جاتی ہے اس لئے یہ قلب اپنا ترجمان خود ہی ہوتا ہے۔

۴۸ یہاں حضرت امام ربانی فرمارہے ہیں کہ عارف کے لطائف ستہ عالم بالا کی طرف عروج کر جاتے ہیں مگران کا تعلق قالب کے ساتھ باقی رہتا ہے۔اس لئے عالم امر کے لطائف اور نفس مطمئنہ والے اطاعت وانقیاد کے سارے تقاضے قالب میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں اور قالب اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں ہر وقت مستعد رہتا ہے۔ یہ بھی گویا ایک لطیفہ ہی بن جاتا ہے لہٰذا عبادت وریاضت، ذکر وفکر کی بدولت وارد ہونے والے انوار وتجلیات کا متحمل یہی قالب ہوتا ہے۔

marfat.com

بمقام اصلی نفس مطمئنه می رسانند ونائب مناب آں می

نفس مطمئنہ کے اصلی مقام تک پہنچادیتے ہیں اور اسے (جزو ناری) کو (نفس مطمئنہ)

سازند - پس درقالب خلیفۂ قلب حقیقی مضغه آمد

کا قائم مقام بنادیتے ہیں پس قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت ہوا اور نفس

ونائب مناب نفس مطمئنه جزو ناری گشت

مطمئنہ کا قائم مقام جزو ناری ہو گیا۔ ۴۹

زرشد مسِ وجودِ من از کیمیائے عشق

سونا بن گئی میرے وجود کی خاک کیمیائے عشق سے

وجزو ہوائی مناسبت بروح دارد

اور ہوائی جزو، روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔

لطیفہ نار کا اسلام حقیقی سے مشرف ہونا

۴۹ عارف کا جب معاملہ قالب کے ساتھ پڑ جاتا ہے اور قالب خاک، باد، آب اور نار کا مجموعہ ہے۔ ان عناصر اربعہ میں سے جزو ناری جس کی سرشت سے "اَنَا خیرٌ مِّنْہُ" کی صدا بلند ہوتی ہے سرکشی و بغاوت کو ترک کرکے آہستہ آہستہ اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور لطیفہ نار کی خلعت ابلیسی اتار کر پھینک دی جاتی ہے اس لئے وہ بغاوت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے۔

جب عارف کے عالم خلق کا لطیفہ نار، اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے تو اسے نفس مطمئنہ تک رسائی عطا کرکے اس کا خلیفہ بنا دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اب عارف کے قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت (قلب) ہوگا اور نفس مطمئنہ کا خلیفہ لطیفہ نار

marfat.com

ہوجائے گا۔

یاد رہے کہ جس طرح عمل کیمیا کے ذریعے تانبے کو تدریجاً سونا بنایا جاتا ہے ایسے ہی جب بندۂ مومن کے قلب میں طلب حقیقی اور عشق الٰہی کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے تو آہستہ آہستہ عالم امر کے لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہوجاتا ہے تو ان لطائف کے اثرات وانوارات کی بدولت جسم کا تانبا بھی سونا ہوجاتا ہے۔ نتیجتاً خاک، افلاک بن جاتی ہے، ذرہ آفتاب ہوجاتا ہے، قطرہ سمندر بن جاتا ہے۔ بقول شاعر

دل اپنی طلب میں صادق تھا گھبرا کے سوئے مطلوب گیا
دریا ہی سے موتی نکلا تھا دریا میں ہی جا کے ڈوب گیا

یاد رہے کہ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی سیر عالمِ خلق سے شروع ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی سیر تفصیلی ہوجاتی ہے اور سالک کا معاملہ طویل ہوجاتا ہے۔ جبکہ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، سالک وطالب کو سیر، عالم امر کے لطائف سے شروع کرواتے ہیں اور انہی کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف بھی طے کروادیتے ہیں۔

یوں ان حضرات کی توجہات قدسیہ اور صحبت کے اثرات وبرکات کی بدولت سالک کے قلب وقالب کا تانبا سونا بنتا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری نسبت کبریت احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ نایاب ہے جس کے سمجھنے سے بھی اکثر افراد قاصر ہیں۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی — تو طفلی کار مرداں را چہ دانی
گیاہ سبز داند قدر باراں — تو خشکی قدر باراں را چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست — حقائق ہائے ایماں را چہ دانی

marfat.com

لہذا در وقتِ وصول سالک وعروج آں بمقام ہوا، گاہ باشد

لہٰذا سالک کے وصول کے وقت اوراس کے مقام ہوا تک عروج میں کبھی اسی

کہ ہمیں ہوا را بعنوانِ حقانیت بداند، و گرفتار آں بماند، چنانچہ

ہوا کو عنوان حقانیت سمجھ لیتا ہے اور اس میں گرفتار ہوجاتا ہے ۵۰ چنانچہ مقام

درمقام روح ہمیں شہود دست می دہد و گرفتار می ماند۔

روح میں یہی شہود ہاتھ آتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے مشائخ میں سے

بعضے از مشائخ گفتہ اند کہ سی سال روح رابخدائی پرستیدم

بعض نے فرمایا کہ میں تیس سال روح کو خدا جان کر پرستش کرتا رہا۔

لطیفہ باد

۵۰ انسانی قالب کے عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر ہوا ہے جو روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔اس لئے جب سالک کولطیفہ باد تک رسائی اور وصل نصیب ہوتا ہے تو لطیفہ باد میں فنائیت پر سالک کبھی کبھی لطیفہ باد کوعنوانِ حقانیت جاننا شروع کر دیتا ہے۔ یعنی لطیفہ باد میں سیر کے دوران سالک غلط فہمی کی بنا پر باد کو خدا سمجھ لیتا ہے۔ (معاذاللہ)

یہ وہ نازک مقام ہے جہاں صوفی اور سالک پھسل جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کافضل اور شیخ کامل کی توجہاتِ قدسیہ شامل حال ہو جائیں تو وہ بچ سکتا ہے ورنہ

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

marfat.com

وچوں ازاں مقام گزرانید ند حق از باطل جدا شد، وایں جزو

اور جب اس مقام سے گذار دیا گیا (تو) حق باطل سے جدا ہو گیا[۵۱] اور یہ جزو ہوائی

ہوائی بواسطۂ مناسبت بمقام روحی دریں قالب قائم مقام

مقام روح کے ساتھ مناسبت کے واسطہ سے اس قالب میں روح کا قائم

روح می گردد ودربعض امور حکم روح پیدا می کند و جزو

مقام ہو جاتا ہے اور بعض امور میں روح کا حکم پیدا کر لیتا ہے[۵۲] اور جزو آبی جامعہ

آبی مناسبت بحقیقت جامعہ قلبیہ دارد ولہذا فیض او بجمیع

قلبیہ کی حقیقت سے مناسبت رکھتا ہے لہٰذا اس کا فیض تمام اشیاء کو پہنچتا ہے اور ہم نے

اشیا می رسد "وجعلنا من الماءِ کلّ شئی حی" باز گشت او نیز

پانی سے تمام اشیاء کو زندہ کیا اس کی بازگشت بھی مضغۂ قلبیہ ہے[۵۳] اور جزو خاکی

بمضغۂ قلبیہ است وجزو ارضی کہ جزو اعظم آں قالب است

(مٹی) جو اس قالب کا جزو اعظم ہے۔

جب لطیفہ ہوا میں فنائیت پر سالک کو یہ ہوش نہیں رہتی کہ یہ میرے لطیفے کا مقام ہے یا مقام خدا ہے تو وہ اسے ہی خدا سمجھ بیٹھتا ہے۔

خدا تعالیٰ اور روح کے انوار میں ظاہری مماثلت

۵۱ ایسے ہی کچھ اسی طرح کا معاملہ دوران سلوک مقام روح میں سالک کو پیش آتا ہے۔ یہاں تک کہ مقام روح میں رکے ہوئے بعض مشائخ لطیفہ روح میں اس قدر متحیر ہوئے کہ انہوں نے لطیفہ روح کے انوار کو خدا سمجھ کر باطنی طور پر اس کی پرستش شروع

marfat.com

کر دی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مقامِ روح میں رکے ہوئے صوفی تیس تیس برس تک روح کے انوار کو خدا سمجھ کر سجدے کرتے رہے ہیں۔ لیکن جب انہیں اس مقام سے آگے گذارا گیا اور ان پر حقیقت حال عیاں ہوئی تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور اس شرک سے توبہ کی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ دنیوی زندگی میں ہی معاملہ کی حقیقت ہم پر واضح ہوگئی ہے۔ اگر کوئی سالک روح کے انوار کو خدا سمجھ کر پرستش کے دوران وفات پا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے روز اسے مشرکوں کی صفوں میں کھڑا نہیں کرے گا کیونکہ وہ مقام روح میں فنائیت کے دوران اس قدر مستغرق ومحو ومدہوش ہوگئے کہ حواس کے عدمِ توازن کی وجہ سے وہ معبود اور غیر معبود میں امتیاز نہ کر پائے۔ اس لئے انہوں نے حیرت میں مبتلا ہو کر مقام روح کو خدا سمجھ کر سجدہ کیا ہے۔ جان بوجھ کر ہوش وحواس کی سلامتی کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ اسی لئے ان کی بخشش ونجات ومغفرت کی قوی امید ہے۔

شرک تو تب ہوتا کہ وہ شئ کو شئ جان کر، مخلوق کو مخلوق سمجھ کر پھر خدا کہتے۔ جیسے مطلق مجذوب غلبۂ جذب اور استغراق واستہلاک کی وجہ سے نماز، روزہ وغیرہا ادا نہیں کر پاتے، انہیں شریعت مطہرہ کی طرف سے احکامات شرعیہ معاف ہیں۔

یاد رہے کہ اس قسم کے مجذوب مقام صفات پر جلوہ گر ہوتے ہیں اس لئے انہیں مستہلکین کہا جاتا ہے۔ گو ان کا شمار اولیاء میں ہوتا ہے لیکن یہ کامل نہیں ناقص ولی ہوتے ہیں۔ جبکہ راجعین صوفیاء مسند دعوت وارشاد پر متمکن ہو کر فیضان نبوت سے سیراب ہوتے ہیں۔

چونکہ مجذوب حضرات گو کہ راہ میں پڑے ہوتے ہیں لیکن محبوب حقیقی (حق تعالیٰ) فرماتا ہے کہ میری راہ میں تو ہیں اس لئے ان کو معاف کر دیتا ہوں۔ اہل

marfat.com

طریقت وشریعت کا ان کے متعلق مبنی بر احتیاط یہی موقف ہے جو اسلم واوفق ہے۔

مقام روح میں رکے ہوئے صوفیاء کا جب اس مقام سے آگے گذر ہوتا ہے تو ان پر حق اور باطل کا امتیاز ہوجاتا ہے کہ جس مقام پر ہمیں غلط فہمی ہوئی وہ تو لطیفہ ہوا اور لطیفہ روح کے مقامات تھے، مقام ذات تو کہیں اس سے بالا ہے۔

۵۲ے حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں عالم خلق کے اجزائے اربعہ میں سے جزو ہوائی مقام روح کی مناسبت کے واسطہ سے عارف کے قالب میں روح کا خلیفہ بن جاتا ہے۔ تو بعض معاملات وامور میں مناسبت ونیابت کی وجہ سے روح کا حکم پیدا کرلیتا ہے۔ یوں سمجھیں کہ جس طرح عالم خلق کا لطیفہ مضغہ قلب عالم امر کے حقیقت جامعہ قلبیہ کے تحت آجاتا ہے ایسے ہی عالم خلق کا لطیفہ باد، عالم امر کے لطیفہ روح کے نیچے آجاتا ہے۔ غرضیکہ تدریجاً دوران سلوک عالم خلق کے جملہ لطائف، عالم امر کے لطائف کے تحت آجاتے ہیں۔ لہٰذا جب عالم امر کے لطائف طے ہوجاتے ہیں تو ان کی برکت سے یہ بھی طے ہوجاتے ہیں۔

اسی مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا یہ فرمان سمجھ میں آتا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین عالم ارواح کے لطائف کو جب طے کرتے ہیں تو ان کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف ازخود طے ہوجاتے ہیں۔

۵۳ے بدن انسانی میں ایک عنصر آب ہے۔ جو جامعہ قلبیہ کی حقیقت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی عالم خلق کا لطیفہ آب، عالم امر کے قلب حقیقی کے ماتحت ہے اور قلب حقیقی (حقیقت جامعہ قلبیہ) بدن انسانی (قالب) میں سب سے زیادہ جامع اور جملہ فیوض وبرکات کا حامل ہے۔ بدن عارف میں جزو آب چونکہ حقیقت جامعہ قلبیہ کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے پانی کی اصل یہی حقیقت جامعہ قلبیہ ہے اور پانی قالب کے جملہ معاملات کی اصل ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ

marfat.com

شَیْءٍ حَیٍّ (الانبیاء۲۱:۳۰)اور ہم نے ہر زندہ شئی کو پانی سے بنایا ہے۔ یہاں تک کہ انسانی تخلیق بھی اچھلتے پانی (نطفہ) سے ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ (الطارق۸۶:۶) سے واضح ہے۔ نیز تخلیق کائنات سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش بھی پانی پر ہی تھا۔ جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَاءِ (ھود۱۱:۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جب مخلوق کی طرف توجہ فرمائی تو پانی کا ظہور ہوا۔

عارف کے قالب میں حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ مضغہ قلبیہ ہوتا ہے جو عالم خلق سے ہے اور لطیفہ آب بھی حقیقت جامعہ قلبیہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اس لئے یہ بھی عالم خلق سے ہے۔ چونکہ جز وآبی اور مضغہ گوشت دونوں عالم خلق سے ہیں اس لئے پانی کی جائے بازگشت مضغہ قلبیہ کے تحت آجاتی ہے۔

marfat.com

بعد از تطہیر از تلویثِ دناءت وخست کہ از صفات
کمینگی اور خست کی آلودگی سے پاکیزگی کے بعد جو اس کی ذاتی صفات ہیں
ذاتیہ اویند، حاکم وغالب دریں قالب او می گردد و ہر چہ
اس کے اس قالب میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے اور قالب میں جو کچھ ہے اسی
ہست درقالب حکم اوپیدا می کند، و رنگ آں می گیرد
کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور یہ اس (خاک) کی
وایں بواسطۂ جامعیت تامہ اوست - جمیع اجزائے
جامعیت تامہ کے واسطہ سے ہے قالب کے تمام اجزاء حقیقت میں
قالب فی الحقیقت اجزائے اویند، ولہذا کرۂ ارضی
اسی کے جزو ہیں۵۴ اور اسی لئے کرہَ زمین عناصر اور افلاک کا مرکز ہے اور اس
مرکز عناصر وافلاک آمد ومرکزِ اومرکزِ عالم -
(زمین) کا مرکز ،عالم کا مرکز ہے۔۵۵
دریں وقت معاملۂ قالب نیز بانجام رسید ونہایت عروج
اس وقت قالب کا معاملہ بھی انجام کو پہنچ جاتا ہے اور عروج و نزول کی
ونزول متحقق گشت ، وکمال تکمیل نقد وقت آمد- ایں
انتہاء ثابت ہوجاتی ہے اور تکمیل کا کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے یہ ہے وہ انتہا

۵۴ انسانی قالب میں عناصر اربعہ میں سے چوتھا لطیفہ خاک ہے جو بدن کا جز واعظم ہے خست، کمینگی اور پستی اس کی فطرت میں شامل ہے۔ عالم امر کے لطائف، عالم خلق

marfat.com

کے عناصر ثلاثہ (نار، باد، آب) کے تصفیہ اور نفس کے تزکیہ کے فیوضات و برکات و اثرات کی بدولت لطیفہ خاک اپنی طبعی کمینگی و ذلت سے تدریجاً پاک ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً طہارت و نفاست اور نورانیت کی بنا پر قالبِ عارف، قلب اور روح کے مقام میں ہو جاتا ہے اس لئے جسمِ عارف میں حکومت و غلبہ مٹی کا ہی ہو جاتا ہے اور قالب (بدن عارف) میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

⊙ ..... عارف کے قالب میں جو حکومت ، رنگت ، غلبہ و تفوق ، لطیفہ خاک کو حاصل ہوتا ہے وہ لطیفہ خاک کو جامعیت تامہ کے واسطے سے ہوتا ہے۔ جس طرح قلب حقیقی کا خلیفہ مضغۂ گوشت ہے ایسے ہی مضغہ گوشت کے اثرات و انوار و برکات کی بدولت لطیفہ خاک، قلب کا مقام پیدا کر لیتا ہے۔ لہٰذا اس لطیفہ خاک میں بھی جامعیت آ جاتی ہے گویہ جامعیت عالم خلق کے اعتبار سے ہے۔ اسی جامعیت کی بنا پر قالب کے تمام اجزاء و عناصر در حقیقت اسی لطیفہ خاک کے اجزاء قرار پاتے ہیں۔

⊙ ..... بدن انسانی کو عالم صغیر کہا جاتا ہے اور کائنات کو عالم کبیر۔ چونکہ انسان، خلاصہ کائنات ہے اور انسانی قالب میں عناصر اربعہ میں سے جزو خاکی کو جامعیت تامہ حاصل ہے۔ عنصر خاکی کی جامعیت تامہ کی وجہ سے ہی کرۂ ارض معدنیات اور کانوں کا مرکز بن گیا ہے اور تمام آسمانوں کی نگاہ کا مرکز بھی یہی جامعیت تامہ ہے۔ سورج اپنی روشنی اور چاند اپنی چاندنی زمین پر ہی بھیج رہے ہیں۔ غرضیکہ جملہ ممکنات اور مخلوقات میں زمین کو بڑی خصوصیت اور جامعیت حاصل ہے۔

مرکز موجودات

۵۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ زمین کا مرکز تمام کائنات کا مرکز ہے۔ یعنی جملہ موجودات میں خانہ کعبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے

marfat.com

زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ مشیت ایزدی سے سطح آب پر جھاگ نمودار ہوئی۔ جس سے زمین بن گئی اور پانی سے جو بخارات اٹھے ان سے آسمانوں کی تخلیق ہوئی۔ خانہ کعبہ زمین کے وسط میں یوں ہے جیسے بدن انسانی میں ناف ہوتی ہے۔ جس طرح بچے کو ماں کے شکم میں ناف کے ذریعے غذا ملتی ہے ایسے ہی خانہ کعبہ کی بدولت کائنات کو ہدایت وایمان، یقین وعرفان، ظاہری عنایات اور باطنی انعامات ملتے ہیں۔ اسی بنا پر خانہ کعبہ کو سُرۃ الارض کہا جاتا ہے۔ نیز اسی وجہ سے خانہ کعبہ کی طرف انبیاء، اولیاء، صلحاء، ملائکہ اور دیگر مخلوقِ خدا کھنچی چلی جا رہی ہے یعنی خانہ کعبہ کو مرکزیت اور جائے امن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آیات کریمہ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْناً (البقرہ۲:۱۲۵) اور اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ (آل عمران۳:۹۶) سے واضح ہے۔

بقول شاعر

مرکز توحید پہلے دن سے ہے بیت الحرام
مشرق و مغرب میں ہے پھیلا ہوا جس کا نظام

marfat.com

ست نہایتے کہ رجوع بہ بدایت دارد۔بداں کہ روح

جو ابتداء کی طرف رجوع رکھتی ہے^۵۶^۔جاننا چاہئے کہ روح اپنے مراتب اور

بامراتب وتوابع خود ہر چند بطریق عروج بمقر خود رسیدہ

توابع کے ساتھ اگرچہ عروج کے طریقے پر اپنی جائے قرار کو پہنچ گئی تھی لیکن

بود ، اماچوں ہنوز تربیتِ قالب درپیش داشت توجہے

چونکہ ابھی اسے قالب کی تربیت درپیش ہوتی ہے۔(لہٰذا)اس عالم کی طرف اک قسم

بایں عالم درکار بود۔وچوں معاملہ قالب بانجام رسید ،

کی توجہ درکار ہو گی اور جب قالب کا معاملہ انجام کو پہنچ گیا

۵۶ عالم امر کے انوار وتجلیات واثرات کی برکت سے انسانی قالب سے خست ، دناءت ، رذالت ، کدورت اور کثافت رخصت ہو جاتی ہیں تو اس کا سارا جسم ہر قسم کے عیوب ونقائص ، اخلاق رذیلہ اور عادات قبیحہ سے پاک ہو جاتا ہے۔حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

ہر کہ را جامہ ز عشق چاک شد

او ز حرص و عیب کلی پاک شد

⊙ ...... جب بدن عارف کی کمینی حرکتیں ، بری خصلتیں اور ردی عادتیں ختم ہو جاتی ہیں تو انسان فرشتہ سیرت بن جاتا ہے اب وہ خاکی ہو کر افلاکی ہے ، بشری ہو کر نوری ہے۔

عالم امر کے لطائف کے تحت سالک کا قالب بھی عالم امر کے حکم میں چلا جاتا ہے اور قالب مکمل پاک ہو کر ذات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو قالب کا معاملہ انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

marfat.com

مسند دعوت وارشاد

جب عارف کی عروجی منازل اور نزولی مراتب کے بعد تکمیل ہو جاتی ہے اور عارف کا معاملہ انجام وانتہا کو پہنچ جاتا ہے تو عارف کا لطیفہ قالبیہ عالم قدس کی طرف سے فیوض وبرکات لے کر واپس عالم دنیا میں دعوت وارشاد کی مسند پر متمکن ہوتا ہے جو کہ نبوت کا منصب ہے۔ پھر وہ مخلوق خدا کی رشد وہدایت پر مامور ہو جاتا ہے۔ لوگوں کا تصفیہ وتزکیہ کرتا ہے۔ لوگوں کی فکروں کے زاویے بدلتا اور سوچوں میں انقلاب برپا کرتا ہے۔ شعور کو جلا بخشتا اور ذوق کو آگہی سے نوازتا ہے۔ مجالس، محافل، مدارس کا اہتمام کرتا ہے۔ درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کر کے لوگوں کو راہ ہدایت پر گامزن کرتا ہے۔ گناہوں سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔ توجہات قدسیہ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی تطہیر کر کے حریم یار سے آشنا کرتا اور قافلوں کے قافلے بارگاہ قدس تک پہنچاتا ہے۔

یوں ہی ان کے فیض یافتہ خلفاء مزید دیے سے دیے جلاتے رہیں گے۔ قیامت تک رجالِ کار تیار ہوتے رہیں گے اور لوگوں کے لئے رشد وہدایت اور ایمان ومعرفت کا سامان ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

marfat.com

روح با سر وخفی واخفیٰ وبا قلب ونفس وعقل متوجه جناب

روح، سر، خفی، اخفیٰ، قلب، نفس اور عقل کے ساتھ بارگاہ قدس جلّ

قدس خداوندی جلّ سلطانه گشت، وبکلیة ازیں قالب اعراض

سلطانہ کی طرف متوجہ ہوگئی اور اس قالب سے پوری طرح منہ پھیرلیا ۵۷

نمود، وقالب نیز بکلیت خود متوجه مقام عبودیت آمد

اور قالب بھی اپنی کلیت کے ساتھ مقام عبودیت ۵۸ کی طرف متوجہ ہو گیا

۵۷ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ سالک کی روح اپنے دیگر توابع سمیت عروجی منازل میں اپنے مقام اصلی (عالم ارواح) تک رسائی حاصل کرلیتی ہے لیکن ابھی روح کے پیش نظر جسم سالک کی اصلاح وتربیت ہوتی ہے۔ جسم کو طہارت ولطافت وروحانیت کے لئے تیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر ابھارنا ہوتا ہے اس لئے روح عالم بالا کی طرف بھی متوجہ رہتی ہے اور بدن سالک کی طرف بھی متوجہ رہتی ہے۔

جب روح کے ذریعے قالب کی تربیت، تہذیب وتطہیر ہوجاتی ہے تو وہ اطاعت وفرمانبرداری میں پوری طرح آمادہ ہوجاتا ہے، یوں قالب کا معاملہ انجام کو پہنچ جاتا ہے۔

جب روح قالب کی تربیت کو مکمل کرلیتی ہے تو وہ عالم امر کے دیگر لطائف، قلب، سر، خفی، اخفی، نفس اور عقل سب کو لے کر قالب سے منہ موڑ کر اور اسے چھوڑ کر بارگاہ قدس جل سلطانہٗ کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے۔

جب روح، بدن عارف کی تربیت کے بعد کلیۃً قالب سے اعراض کرکے عالم

marfat.com

بالا کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو قالب بھی ہمہ تن گوش مکمل طور پر مقام عبودیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

مقام عبودیت

۵۸ مقام عبودیت سے مراد احکامات شرعیہ اور مقامات عشرہ (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ تقویٰ، صبر، شکر، توکل، رضا، قناعت وغیرہا) کا اکتساب ہے۔اس مقام پر سالک کا بدن اعمال صالحہ بجالاتا اور گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اور نیک کاموں کی طرف خود بخود کھنچا چلا جاتا ہے۔اب وہ ہر قسم کی ذاتی مصروفیات اور دنیوی دھندوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سنت وشریعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں کا قالب مقام عبودیت پر فائز نہیں ہوتا۔ان کا نفس بغاوت، دناءت اور خساست سے باز نہیں آتا۔وہ دنیوی ذلتوں میں گرفتار رہتے ہیں۔ان کا احکام شرعیہ کی طرف رجحان ہی نہیں ہوتا۔اعمال صالحہ کی طرف ان کی طبیعت مائل ہی نہیں ہوتی۔شعائر اسلام کو بوجھ سمجھتے ہیں۔متشرع ومتدین لوگوں کو دیکھ کر آوازے کستے ہیں، اس قسم کے بدنہاد اور زبان دراز لوگ دوزخ کے قابل ہوتے ہیں۔

عبادت اور عبودیت میں فرق

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت اور عبودیت کا فرق یوں بیان فرمایا ہے

''عبادت میں طلبِ وجود ہوتا ہے جبکہ عبودیت میں تلفِ وجود ہوتا ہے۔بلکہ آپ سے یوں بھی منقول ہے کہ اگرچہ نماز روزہ حق تعالیٰ کے قرب کا سبب ہیں لیکن ہمارے نزدیک اپنے وجود کی نفی اور دوسروں کا اثبات اقرب طریق ہے۔آیت کریمہ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر۵۹:۹) میں اسی

marfat.com

طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ اگر وجود باقی (اپنی ذات کی نفی نہیں) ہے۔کوئی عمل نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتا اور ظاہری آداب، باطنی آداب کا عنوان ہیں۔چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوحفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد تشریف لائے تو سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کیلئے تشریف لائے۔دیکھا کہ ان کے مریدین ان کے اشارہ اور حکم کے منتظر باادب کھڑے ہیں۔حضرت شیخ جنید نے کہا کہ اَدَّبَ اَصْحَابَكَ اَدَّبَ الْمُلُوْكَ یعنی آپ نے اپنے مریدوں کو بادشاہوں جیسے آداب سکھا رکھے ہیں۔شیخ ابوحفص نے جواباً کہا لَا یَـا اَبَـا الْـقَـاسِمُ وَلٰکِنْ حُسْنَ الْاَدَبِ فِی الظَّاهِرِ عُنْوَانُ اَدَبِ الْبَاطِنِ (نوادر المعارف قلمی:۴۸) اے شیخ جنید میں نے انہیں ملوکانہ آداب نہیں سکھائے لیکن ظاہری حسن ادب، باطنی ادب کا عنوان ہے"۔

marfat.com

پس روح بامراتب خود در مقام شہود وحضور متمکن

پس روح اپنے مراتب کے ساتھ شہود و حضور کے مقام پر متمکن ہے اور

ست ، واز دید ودانش ماسوئ ، بکلیت معرض ، وقالب

ماسوا کی دید و دانش سے مکمل طور پر اعراض کرنے والی ہے اور قالب

بہ تمام بمقام طاعت وبندگی راسخ است ۔ این ست

اطاعت اور بندگی کے مقام میں مکمل طور پر راسخ ہے۔ یہ ہے فرق بعد الجمع کا

مقام فرق بعد الجمع ۔واللّٰہ سبحانہ الموفق للکمالات

مقام ۵۹ اور اللہ سبحانہ ہی کمالات کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

فرق بعد الجمع

۵۹ جب روح اپنے تمام مراتب اور لطائف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر اور غیر حق سے کلیۃً روگردانی کر کے مقام مشاہدہ پر متمکن ہو جاتی ہے تو وہ دنیا اور ماسویٰ کی طرف للچائی ہوئی نظریں اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی ۔ جب روح ماسویٰ سے منہ موڑ کر مقام مشاہدہ پر جلوہ فگن ہو جاتی ہے تو عارف کا بدن ذکر و فکر، تعلیم و تدریس اور اطاعت و انقیاد وغیرہا میں مکمل طو پر ملکہ و رسوخ حاصل کر لیتا ہے۔ جب روح دیگر لطائف سمیت مقام مشاہدہ و حضور پر فائز المرام ہو جائے اور قلب ، بندگی پر متمکن ہو جائے تو اسی کو مقام فرق بعد الجمع کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا مقام فرق بعد الجمع کے بارے میں اختلاف ہے۔

marfat.com

ابن عربی کا تصور فرق بعد الجمع

آپ کے نزدیک واجب اور ممکن میں عینیت واتحاد مقام جمع ہے اور واجب و ممکن میں امتیاز ہو جانا مقام فرق ہے۔

امام ربانی کا تصور فرق بعد الجمع

آپ کے نزدیک روح اور قالب (نفس) کا اتحاد مقام جمع ہے اور روح کا عالم قدس کی طرف متوجہ ہو جانا اور قالب کا اطاعت میں مشغول ہو جانا مقام فرق بعد الجمع ہے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز اور ان کے متبعین کے نزدیک مقام جمع ولایت کا انتہائی مقام ہے اسلئے یہ اسی مقام کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کے نزدیک یہی کمال ہے جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک مقام فرق سب سے کامل مقام ہے اس لئے آپ اسی کو ترجیح دیتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہی کمال ہے۔

مقام جمع مرتبہ ولایت کا کمال ہے۔ جبکہ مقام فرق مرتبہ نبوت کا کمال ہے۔ مقام جمع میں عارف مخلوق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جبکہ مقام فرق میں عارف اللہ تعالیٰ سے ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو انبیاء کرام کا مقام فرق بعد الجمع ہے اور اولیاء کا مقام جمع ہے۔ عصر حاضر کے بعض صوفیاء حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کو رئیس المکاشفین مانتے ہیں اور ان سے بڑا صاحب کشف اس امت میں کسی کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ ارباب روحانیت کو معارف مجددیہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے پھر وہ سمجھ جائیں گے کہ رئیس المکاشفین کون ہے؟

marfat.com

واین درویش را دریں مقام قدم خاص ست ، وآں رجوع روح

اور اس درویش کو اس مقام میں خصوصی رسائی حاصل ہے اور یہ روح کا رجوع ہے

است بامراتب خود بعالم خلق تابحق جلّ وعلا ایشاں را

اپنے مراتب کے ساتھ عالم خلق کی طرف تاکہ انہیں حق تعالیٰ کی

دعوت نماید، و روح دریں وقت حکم قالب پیدا می کند

طرف دعوت دے اور روح اس وقت قالب کے حکم میں ہو جاتی ہے[۶۰] اور اس کی

وتابع اوسی گردد، و کار تا بجائے می رسد که اگر قالب

تابع ہو جاتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اگر قالب حاضر ہے

حاضر ست روح نیز حاضر است۔

تو روح بھی حاضر ہے۔

۶۰ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اپنے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام فرق بعد الجمع میں ہمیں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقام فرق میں ایک مقام عام ہے اور ایک مقام خاص۔

مقام فرق کے مراتب

مقام فرق میں دو مرتبے ہیں

مرتبۂ عام اور مرتبہ خاص

مرتبۂ عام میں عارف کی روح قربت کا مقام حاصل کر لیتی ہے اور اس کا قالب (بدن عنصری) مقام عبودیت پر متمکن ہو جاتا ہے۔

marfat.com

جبکہ مرتبہء خاص جس پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فائز المرام اور قدم خاص رکھتے ہیں اس میں روح اپنے توابع سمیت عالم قدس سے عالم خلق کی طرف رجوع اور عود کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسند دعوت پر بٹھایا جاتا ہے۔اس مقام کے حاملین کو راجعین اِلَی الدعوۃ کہا جاتا ہے۔

چونکہ مقام فرق کے مرتبہء عام میں عارف کو مقام مشاہدہ اور مرتبہء حضوری سے مزید ارتقاء نصیب نہیں ہوتا اس لئے اس کی روح مع التوابع طریقِ انبیاء کے مطابق عود کرتی ہے اور وہ عارف اپنی توجہات قدسیہ کی بدولت تصفیہ وتزکیہ کر کے قافلوں کے قافلے، حریم یار تک پہنچاتا ہے۔ یوں بطور تبعیت فیضانِ نبوت اور کمالاتِ رسالت سے وافر حصہ پاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ فرق بعد الجمع میں ایک مرتبہء خاص ہے جسے مقام رجوع کہتے ہیں اور وہ دعوت خلق کا مقام ہے اور دعوت وتبلیغ انبیاء کرام کا طریق ہے اور یہ مقام دعوت کمالاتِ نبوت کا مقام ہے، تمام اولیاء کا مرتبہ اس مقام سے نیچے ہے۔اس فقیر کو بطور تبعیت اس مقام خاص میں ایک خاص قدم حاصل ہے۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک

مقام خاص میں جب عارف کی روح دعوت وارشاد کیلئے قالب کی طرف واپس لوٹتی ہے تو قالب کے تابع ہو جاتی ہے۔قالب پہلے ہی عبادت، اطاعت وعبودیت میں مشغول ہوتا ہے۔لہٰذا اب روح بھی قالب کے ساتھ مل کر دعوت وعبودیت میں مصروف ہو جاتی ہے۔

marfat.com

واگر قالب غافل ست روح نیز غافل ۔مگر دروقت ادائے

اوراگر قالب غافل ہے روح بھی غافل (ہے)۶۱ مگر نماز ادا کرنے کے وقت روح

نماز کہ روح بامراتب خود متوجہ جناب قدس است جلّ

اپنے مراتب کے ساتھ بارگاہ قدس جلّ شانہ کی طرف متوجہ

شانہ قالب اگرچہ غافل باشد زیرا کہ نماز معراج مومن ست

(ہے) قالب اگرچہ غافل ہی ہو کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے ۶۲

روح اور قالب میں مطابقت

۶۱ جب روح، قالب کی طرف رجوع کر کے اس کی متابعت میں دعوت وعبودیت میں مشغول ہوتی ہے تو معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دونوں کی حالتیں وکیفیتیں ایک جیسی ہو جاتی ہیں کہ جس کام میں قالب مشغول ہو روح بھی اسی کام میں مشغول ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر قالب حاضر ہے تو روح بھی حاضر ہے۔ اگر قالب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے۔ اگر قالب حضوری میں ہے تو روح بھی حضوری میں ہے۔ اگر قالب مہجوری میں ہے تو روح بھی مہجوری میں ہے۔ غرضیکہ جو جو کیفیات و واردات قالب پر وارد ہوتی ہیں، وہی کیفیات روح پر بھی نازل ہوتی رہتی ہیں۔ مقام دعوت وارشاد میں گو توجہ عالم خلق کی طرف رہتی ہے مگر عالم قدس سے تعلق ٹوٹتا نہیں۔ جیسے کوئی شخص اپنے گھر سے دفتر میں آتا ہے تو گو وہ اپنی دفتری مصروفیات میں مشغول رہتا ہے لیکن اس کا گھریلو تعلق بدستور قائم رہتا ہے۔

حقیقت نماز

۶۲ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک استثنائی امر بیان فرمارہے ہیں

marfat.com

کہ جو کیفیات قالب پر وارد ہوتی ہیں وہی کیفیات روح پر بھی وارد ہوتی ہیں مگر اس مقام فرق پر متمکن عارف جب نماز ادا کرتا ہے اگرچہ اس کا قالب غافل ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کی روح لطائف سمیت حریم قدس جل سلطانہٗ کی طرف متوجہ رہتی ہے اور حالت نماز میں کبھی بھی غافل نہیں ہوتی۔ بلکہ حق تعالیٰ کے مشاہدے میں مصروف رہتی ہے یہی مومن کی معراج کا مقام ہے جیسا کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (تفسیر حقی جزء ۸: ۴۵۳) سے عیاں ہے۔ روح کا اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں مشغول ہو جانا ہی حقیقت نماز اور اصل نماز ہے۔ بقول شاعر

اصل نماز ہے یہی ، روح نماز ہے یہی
میں تیرے روبرو رہوں تو میرے روبرو رہے

یہی وجہ تھی کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہو کر فرماتے اَیْـــنَ بِلَال بلال کدھر ہیں؟ جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے اَرِحْنَا یَابِلَالُ (تفسیر روح المعانی جزء ۴: ۲۸۶) اے بلال ہمیں راحت پہنچاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے کہ آپ فرما رہے کہ اذان دو تا کہ ہم نماز ادا کریں کیونکہ اس سے آپ کو راحت ملتی تھی۔ یعنی حالت نماز میں آپ مقام قرب و مشاہدہ پر فائز ہوتے تھے۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۱۸۴۵) نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کس قدر قابل افسوس ہے یہ بات کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز میں راحت اور ٹھنڈک ہے اور امتی کہتا ہے کہ نماز میں سکون ہی نہیں۔ (معاذ اللہ ، استغفر اللہ)

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے امتی کہلانے والے لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے عاری ہیں۔ ادب و نیاز، سوز و گداز، دیوانگی و وارفتگی سے خالی

marfat.com

ہیں۔یہی چیزیں تو اصل میں مومن کی میراث ہیں۔بقول اقبال مرحوم

قلب میں سوز نہیں ، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

حقیقت نماز سے بے خبر

حقیقت نماز سے بے خبر، غیر نماز میں راحت وچین تلاش کرنے والے لوگوں سے مخاطب ہو کر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

اس طائفہ کی ایک کثیر جماعت نے اپنے اضطراب و بے قراری کی تسکین کو سماع ونغمہ اور وجد و تواجد میں تلاش کیا اور اپنے مطلوب کو بھی نغموں کے پردوں میں تلاش کرنا چاہا اور رقص و رقاصی کو اپنا مسلک بنالیا ہے۔حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِی الْحَرَامِ شِفَاءٌ (اللہ تعالیٰ نے حرام چیز میں شفا نہیں رکھی) ہاں اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِكُلِّ حَشِیْشٍ وَحُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ (ڈوبنے والا شخص تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے) اگر نماز کے کمالات کی کچھ بھی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو وہ ہرگز سماع ونغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔

ع جب حقیقت نہ ملی ڈھونڈ لی افسانے کی راہ

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۲۶)

اقسام صوفیاء

صوفی دو قسم کے ہوتے ہیں۔کچھ تو وہ ہیں جو بیرونی سہاروں کے ذریعے اپنے اندر درد اور لذت پیدا کرتے ہیں۔محفل سماع کے ذریعے آتش عشق کو بھڑکاتے ہیں۔جیسا کہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ محفل سماع منعقد

marfat.com

کرتے اور درد و سوز میں وجد کرتے تھے۔ علمائے وقت نے قوالی کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرمادیا۔ سلطان شمس الدین التمش نے اپنے شیخ حضرت خواجہ قطب کو عرض کیا کہ آپ اپنا موقف بیان فرمائیں تو حضرت خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، حق ہے...... علماء کا فتویٰ، سچ ہے۔ لیکن میں علمائے کرام سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اس قدر بیمار ہو کہ حلال شئی کوئی نہ ملے اور حرام میں ہی اس کا علاج ہو تو کیا ایسی مجبوری کی حالت میں حرام کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

علمائے کرام نے کہا کہ ہاں حالت اضطرار میں بقدر کفایت حرام حلال ہو جاتا ہے تو حضرت خواجہ قطب نے کہا کہ میں مرض عشق میں مبتلا ہوں جس کا علاج قوالی کے بغیر ممکن نہیں اب بتلایئے میرے متعلق کیا حکم ہے؟

علماء نے کہا کہ آپ صالح اور صادق شخص ہیں۔ اگر واقعی آپ کی مرض کا یہی علاج ہے تو آپ کچھ دیر کے لئے قولی کروالیا کریں۔

یوں حضرات چشتیہ دل کی تار کو چھیڑنے کیلئے باہر کی تاریں چھیڑتے ہیں اور لذت و درد حاصل کر کے وجد و رقص کرتے ہیں۔

جبکہ کچھ صوفی سُر اور ساز کے اہتمام اور محافل کا انعقاد کئے بغیر درد اور لذت حاصل کرتے ہیں، انہیں بیرونی سہاروں کی ضرورت نہیں پڑتی وہ تو ہر وقت آتش عشق میں سلگتے رہتے ہیں، یہی نقشبندی مزاج اور مذاق ہے۔ بقول شاعر

سُر کیسی ، ساز کیسا ، کیسی بزم سامعین
سوزِ دل کافی ہے ہم کو یار منانے کیلئے

یہ لوگ نغمہ و سماع کی بجائے قرآن پڑھ اور سن کر درد اور لذت حاصل کرتے ہیں اور نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک مقام

marfat.com

پر رقمطراز ہیں۔

ان بزرگواروں کا آرام وچین عبادات میں ہے اوران کی تسکین بندگی وطاعات کے حقوق کی ادائیگی میں، ان کو سماع ووجد کی کچھ حاجت نہیں۔ان کی عبادات ان کے لئے سماع کا کام کرتی ہیں اوراصل کی نورانیت عروج سے کفایت کرتی ہے۔اہل سماع و وجد کے مقلدوں کا ایک گروہ جوان بزرگواروں کی عظیم شان سے واقف نہیں ہے وہ اپنے آپ کوعشاق میں سے سمجھتے ہیں اوران کوزاہدوں میں سے جانتے ہیں۔گویا یہ لوگ عشق ومحبت کورقص ووجد میں منحصر سمجھتے ہیں۔(البینات شرح مکتوبات جلداول مکتوب:۲۶)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دورانِ نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہوتی تھی کہ آپ کا سینہ اقدس ایسے کھولتا تھا جیسے ہنڈیا چولہے پرکھولتی ہے۔

ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حالت نماز میں گریہ وزاری کرتے تھے۔

واضح رہے کہ تمام سلاسل طریقت کے اپنے اپنے باطنی مزاج اورروحانی مذاق ہیں ان پرتنقید سے احتراز کرنا چاہئے۔

عارفین کی نماز

دوران نماز عارف کی روح مرتبہءحضوراور مقام مشاہدہ پرفائز ہوجاتی ہے جبکہ قالب غافل ہوجاتا ہے۔غافل ہونے کا معنی یہ ہے کہ جسم پرتجلیات کا اتناورود رہتا ہے کہ اسے دیدودانش کی ہوش ہی نہیں رہتی۔جب قالب کواپنا نفع ونقصان بھی پیش نظرنہ رہےتو یہ قالب کی غفلت کہلاتی ہےاس کی دومثالیں درج ذیل ہیں۔

۱...... حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز ادافرمارہے تھے۔آپ کے مکان کو آگ لگ گئی......شعلے بھڑک اٹھے......مکان جل کرخاکستر ہوگیا......لوگوں نے شور مچایا مگرآپ نماز میں اس قدر محو تھے کہ چھت کا ملبہ آپ پرگرگیا لوگوں نے آپ کو نیچے

marfat.com

سے نکالا آپ فرمانے لگے کیا ہوا؟ عرض کی گئی حضور مکان کو آگ لگ تھی ،فرمایا مجھے تو کوئی خبر نہیں۔

۲...... مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم میں دوران جنگ تیر پیوست ہوگیا۔لوگوں نے تیر نکالنا چاہا لیکن سخت تکلیف کی وجہ سے تیر نہ نکال سکے۔ احباب نے باہمی مشورہ سے دوران نماز تیر نکالنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آپ ادائے نماز کیلئے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے۔روح مبارک مشاہدۂ جمال مطلق میں محوتھی اور جسم اقدس ماسویٰ سے غافل ہونے کے باعث بے حس تھا۔لوگوں نے آپ کے جسم اقدس سے تیر نکالا۔ مصلیٰ خون میں لت پت ہوگیا۔لباس اور جسم اقدس خون آلود ہو گئے ۔ سلام کے بعد حیران ہوکر پوچھا کیا ہوا؟ عرض کیا،حضور آپ کے جسم اقدس سے تیر نکالا ہے۔

مختصر یہ کہ جب عارف کی روح مشاہدے میں مستغرق ہو جاتی ہے تو قالب اپنی خاکی اصلیت کی وجہ سے مشاہدے کی تاب نہ لاکر کَالْمَيِّتِ ہو جاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے سامنے قالب کے احساسات کی ساری توانائیوں کا نسیان ہو جاتا ہے اسی کو اہل طریقت کی زبان میں غفلت کہا جاتا ہے۔ یہاں عام لوگوں کی غفلت قطعاً مراد نہیں۔

marfat.com

باید دانست کہ ایں رجوعِ واصل کہ بکلیت واقع شود از

جاننا چاہئے کہ یہ واصل کا رجوع جو پورے طور پر واقع ہوا۔ دعوت کے

کمال مقامات دعوت ست۔ ایں غفلت سبب حضور جمع

سب سے کامل مقامات میں سے ہے ۶۳ یہ غفلت بہت سی جمعیتوں کے حضور کا

کثیر ست۔ غافلان ازیں غفلت غافل اند وحاضراں ازیں

سبب ہے غافل لوگ اس غفلت سے غافل ہیں اور صاحبان حضوری

رجعت جاہل۔

اس رجعت سے ناواقف (ہیں)

انوار کی برداشت، رُوح کی استعداد پر موقوف ہے

۶۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اس امر کی مزید وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب عارف واصل کی روح دیگر لطائف سمیت مقام فرق کے بعد مکمل طور پر واپس لوٹتی ہے تو لوگوں کی رشد وہدایت کیلئے مصروف ہو جاتی ہے۔ یہ مقام دعوت کے کامل ترین مقامات میں سے ہے۔ یعنی اس مقام میں روح واصل ہوتی ہے اور جسم غافل۔ اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے

ادھر اللہ سے واصل ، ادھر مخلوق میں شامل

چونکہ روح وجوب کے دیس سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اس میں انوار وتجلیات کو برداشت کرنے کی صلاحیت واستعداد ہوتی ہے مگر جسم، عدم مناسبت کی وجہ سے برداشت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو کلی طور پر غافل ہو جاتا ہے۔ غافل کا معنی یہ نہیں کہ قالب مشاہدے سے محروم رہتا ہے، نہیں بلکہ انوار وتجلیات کے سامنے مغلوب ہو جاتا

marfat.com

ہے۔ جیسا کہ کوہ طور پر حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے جب افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حضور پکار اٹھے تُبْتُ اِلَیْكَ (الاعراف ۷:۱۴۳) میری توبہ! اب دیدار کا مطالبہ نہیں کروں گا یہ بھی مقام فرق تھا (سبحان اللّٰہ) لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دَنٰی فَتَدَلّٰی کی خلوتوں اور قربتوں میں پہنچ کر بھی باہوش رہے جیسا کہ آیت کریمہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی (النجم ۵۳:۱۷) سے عیاں ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت یک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری و در تبسمی

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استعداد تھی۔ ادھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد تھی کہ عین مشاہدہ میں بھی هَلْ مِن مَّزِيد کا نعرہ بلند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ سب کا مقام استعداد ایک جیسا نہیں بلکہ جدا جدا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت مشاہدہ کو یوں بیان کیا ہے

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید
رب زدنی از زبان او چکید

marfat.com

این مقام از قبیل مدح بمایشبهٔ الذم است فہم ہر کوتہ

یہ مقام ایسی مدحت کے قبیل سے ہے جو مذمت کے مشابہہ ہے ہر کوتاہ اندیش

اندیش ایں جا نرسد۔ اگر کمالات این غفلت را بیان

کی فہم اس جگہ تک نہیں پہنچتی اگر اس غفلت کے کمالات کو میں بیان کروں

کنم ہرگز کسے آرزوئے حضور نکند۔

تو ہرگز کوئی حضور کی تمنا نہ کرے۔[۶۴]

غفلت کی عظمت

[۶۴] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ' ارشاد فرمارہے ہیں وہ غفلت جو واصلین اور کاملین پر آتی ہے کہ ان کے قالب غافل اور بے خبر ہوتے ہیں جبکہ روح ہوشیار اور حاضر رہتی ہے بلکہ ان کے قالب کی یہ غفلت جمع کثیر کے حضور کا باعث ہوتی ہے۔ جمع کثیر کا مطلب جمع در جمع، جمع در جمع، کیا مطلب ان واصلین عارفین کی یہ غفلت حضور در حضور، حضور در حضور کا سبب بنتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی یاد و حضور سے بالکل بے خبر ہیں وہ بھی غفلت کے اس عظیم مقام سے بے خبر ہیں اور جن صوفیوں کو مشاہدہ و حضور کا مقام حاصل ہے وہ بھی مقام فرق پر متمکن عارفوں پر طاری ہونے والی غفلت سے ناواقف ہیں۔

دعوت کا وہ مقام جس میں عارف واصل کی روح حاضر اور جسم غافل ہوتا ہے یہ ایسی غفلت ہے جس کی حقیقت کا نہ غافلوں کو علم ہے نہ حاضروں کو۔ یہ ایسا مقام ہے جو مدح بمایشبہُ الذم کے قبیل سے ہے یعنی یہ غفلت ایسی مدحت ہے جو مذمت سے مشابہت رکھتی ہے۔ جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہو" خدایا میں

marfat.com

تیرا عاجز، گناہگار، سیاہ کار، جاہل اور غافل بندہ ہوں میرے جیسا تو بدکار رہے ہی کوئی نہیں'' یہ دعائے مذمت ہے جو بندہ اپنے رب کے حضور کر رہا ہے لیکن اس مذمت پر ہزاروں تعریفیں قربان، یہ وہ مدح ہے جو ذم کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ لیکن اصلی بندہ وہی ہے جو خود کو گناہگار و سیاہ کار کہے، بس اسی کو مدح بمایشبہُ الذم کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس غفلت کی ہم بات کر رہے ہیں وہ تو حضوری سے بھی افضل ہے، جس سے حضور والے بھی بے خبر ہیں، کوتاہ فہم کی یہاں رسائی کہاں؟

اگر ہم اس غفلت کے کمالات کے راز کھول دیں تو بارگاہ قدس جل سلطانہٗ میں حاضر باش عارف وواصل، حضوری کو چھوڑ کر اس غفلت کی تمنا کرنے لگ جائیں۔

marfat.com

ایں آں غفلت ست کہ خواص بشر را بر خواص ملک فضیلت

یہ وہ غفلت ہے جس نے خاص بشروں کو خاص فرشتوں پر فضیلت بخشی ۶۵

بخشید، ایں آں غفلت است کہ محمد رسول اللہ ﷺ

یہ وہ غفلت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین

را رحمت عالمیاں گردانید، ایں آں غفلت است

بنا دیتی ہے یہ وہ غفلت ہے کہ جو ولایت

کہ از ولایت بہ نبوت می رساند،

سے (کمالات) نبوت تک پہنچا دیتی ہے۔

عرفائے محفوظین ہی ملائکہ سے افضل ہیں

۶۵ حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ اسی غفلت کے باعث خواص بشروں کو خواص فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز اس عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تصنیف لطیف میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اتفاق اہل سنت وجماعت وجمہور مشائخ طریقت انبیاء وآناں کہ محفوظ اند از اولیاء فاضل تر اند از فرشتگان

(کشف المحجوب فارسی: ۲۶۰)

یعنی اہل سنت و جماعت اور جمہور مشائخ طریقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام اور وہ اولیائے عظام جو محفوظ ہیں فرشتوں سے افضل ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

marfat.com

جمہور علمائے اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ ''خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں'' جبکہ امام غزالی، امام الحرمین عبداللہ جوینی اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص فرشتے خاص انسانوں سے افضل ہیں۔

جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت سے افضل ہے۔ لیکن نبوت ورسالت میں نبی کے لئے ایک ایسا درجہ ہے کہ جس تک کوئی فرشتہ بھی نہیں پہنچا ہے اور وہ درجہ عنصر خاک کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ''کمالات ولایت'' ''کمالات نبوت'' کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرے کو دریائے محیط کے ساتھ ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ پس وہ فضیلت جو نبی کو نبوت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ اس فضیلت سے کئی گنا زائد ہے جو ولایت کی وجہ سے حاصل ہے۔ لہٰذا فضیلت مطلق انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کا حصہ ہے اور جزئی فضیلت ملائکہ کرام کیلئے ہے۔ پس درست وہی ہے جو علمائے کرام شکر اللہ سعیھم نے فرمایا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:۲۶۶)

marfat.com

ایں آں غفلت است کہ از نبوت بہ رسالت می رساند ،

یہ وہ غفلت ہے جو (اولیاء کو کمالات نبوت سے کمالات) رسالت تک لے جاتی

ایں آں غفلت است کہ اولیائے عشرت را براولیائے عزلت

ہے یہ وہ غفلت ہے جو اولیائے عشرت کو اولیائے عزلت پر فضیلت بخشتی ہے۔ ٦٦ے

مزیّت می بخشد، ایں آں غفلت ست کہ محمد رسول اللہ

یہ وہ غفلت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم را بر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سبقت دیتی ہے۔ ٦٧ے بعد اس کے کہ وہ گھوڑے کے دونوں

سبقت می دہد بعد ما کانا کاذُنَیْ فرس ۔

کانوں کی مانند تھے۔

غفلت کی کرم فرمائیاں

٦٦ے یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار پائے۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء ۲۱:۱۰۷) سے عیاں ہے۔ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم بالا کی رفعتوں، ملاء اعلیٰ کی جلوتوں اور دَنٰی فتدلّٰی کی قربتوں کو خیر باد کہہ کر، امت کی رشد و ہدایت کے لئے تشریف لائے۔ حالانکہ آیت کریمہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائدۃ ۵:۱۵) کے مصداق آپ کا وطن اصلی من اللہ تھا۔ مگر امت پر شفقت اور رحمت کے غلبہ کے باعث آپ عالم دنیا میں واپس تشریف لے آئے تاکہ امت کو تزکیہ و ایمان کی دولت سے نوازیں۔

marfat.com

وہ ہر عالم کی رحمت تھے کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی وجہ سے واصلین عالم قدس کو چھوڑ کر کمالات فیض نبوت سے سیراب و فیضیاب ہوتے ہیں اور مخلوق خدا کی ہدایت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

یہ وہی غفلت ہے جو انبیاء کو مقام نبوت سے اٹھا کر رسالت کے درجوں پر فائز کر دیتی ہے اور وہ عرفائے کاملین جو بطور تبعیت کمالات نبوت کے فیض نبوت سے سرفراز ہوتے ہیں، انہیں کمالات رسالت سے شاد کام کر دیتی ہے۔ کیونکہ رسالت کا مرتبہ نبوت سے بالا ہے۔(واللّٰہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی برکت سے اولیائے عشرت، اولیائے عزلت سے فضیلت پاتے ہیں۔ اولیائے عزلت اور اولیائے عشرت کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔

اولیائے عزلت وہ ولی ہوتے ہیں جو دنیوی تعلقات اور معاملات سے کنارہ کش ہو کر پہاڑوں اور جنگلات میں یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

جبکہ اولیائے عشرت وہ ولی ہوتے ہیں جو دنیا میں رہ کر دنیوی معاملات اور تعلقات کو بھی سنبھالتے ہیں۔ وعظ و تبلیغ اور درس و تعلیم کے ذریعے مخلوق خدا کیلئے رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت کا سامان بھی بہم پہنچاتے ہیں۔ انہیں علمائے ربانیین بھی کہا جاتا ہے ان کی کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

۶۷ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے گئے حالانکہ آپ کے ساتھ جسمانی قرب کی

marfat.com

ایں آں غفلت ست کہ صحو را برسکر ترجیح می
یہ وہ غفلت ہے جو صحو کو سکر پر ترجیح دیتی ہے[۶۸] یہ وہ غفلت ہے
نماید،ایں آں غفلت ست کہ نبوت را بر ولایت افضل می
جو نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتی ہے کوتاہ
گرداند علیٰ رغمِ القاصِرین ،
اندیشوں کے برخلاف۔[۶۹]

وجہ سے سفر وحضر، جلوت وخلوت، صلح وجہاد، امن وغزوات وغیرہا میں شریک رہے۔ یہ اسی غفلت کا نتیجہ وثمرہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تک گئے جہاں تک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تصور بھی نہ جاسکا۔ اللّٰہ اکبر !

غفلت کے باعث صحو کی سکر پر فضیلت

۶۸ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بنا پر صحو کو سکر پر ترجیح وفضیلت حاصل ہے۔ حالت سکر میں ولی بے ہوشی وبے خودی کے عالم میں دعوے کرتا ہے۔ جبکہ صاحب صحو از راہ تواضع اپنے تہی دامن ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ لوگ اصحاب سکر کو بزرگ خیال کرتے ہیں اور ارباب صحو کو عام خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ صحو انبیاء کرام کا مرتبہ ہے کہ جب کفار نے معجزات وکمالات کے ظہور کا مطالبہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (الکہف ۱۸: ۱۱۰) یعنی میں تو بندہ بشر ہوں۔ بس یہی ''غفلت'' ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا سے ممتاز کر دیا۔ اہل سکر دعوے کرتے رہے اور اہل صحو کی ولایت کو کوئی نہ جان سکا۔ اسی غفلت نے اہل سکر

marfat.com

پر اہل صحو کو فضیلت دے دی۔

سکر وصحو

ان کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔

انوار غیب کے غلبے سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جانا سکر ہے اور غیبت کے بعد کسی وارد قوی کے سبب امتیاز واحساس کا لوٹ آنا صحو ہے۔ حالت سکر میں غلبہ احوال کی بنا پر اہل سکر سے جو اقوال وافعال صادر وسرزد ہوں وہ پایہ اعتبار سے ساقط اور ناقابل سند ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں صادر ہونے والے کلمات کو شطحیات کہتے ہیں اور حالت صحو میں ان کا تدارک لازم ہوتا ہے۔ سکر اولیاء کے مرتبے سے تعلق رکھتا ہے اور صحو انبیاء کے مرتبے سے متعلق ہے۔ یہی حق الیقین کا مرتبہ ہے جہاں سالک، ممکن کو ممکن اور واجب کو واجب جانتا ہے اور اس پر مقام عبدیت اور مقام بقا کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۲)

نبوت ولایت سے افضل ہے

۶۹ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیا جاتا ہے
نبوت، ولایت سے افضل ہے یا ولایت، نبوت سے افضل ہے؟ اس مسئلہ میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔

- ...... بعض صوفیاء کے نزدیک مطلق ولایت، نبوت سے افضل ہے۔
- ...... حضرت ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔
- ...... جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک، نبوت ولایت سے افضل

marfat.com

ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے اس مسئلہ میں بیان فرمودہ معارف آپ سے پہلے کسی نے بھی بیان نہیں کئے۔ آپ کے فرمودات کا خلاصہ پیش خدمت ہے

''ولایت، نبوت سے افضل ہے'' کے قائلین ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوعین میں سے ہیں اور مقام نبوت کے کمالات سے بے خبر ہیں۔ مقام نبوت کو مقام ولایت کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی کہ غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ۔ نبوت، ہبوط (نزول) کے مرتبہ میں کلی طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہے اور ولایت کو ہبوط کے مرتبہ میں مخلوق کی طرف پوری توجہ نہیں ہے، بلکہ اس کا باطن حق کی طرف ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کی طرف۔ اس کا راز یہ ہے کہ صاحب ولایت نے مقامات عروج کو پوری طرح طے نہیں کیا اور نزول کر لیا ہے۔ اس لئے لازمی طور پر اس کو فوق کی نگرانی ہمہ وقت دامنگیر ہے اور کلی طور پر اس کی توجہ خلق کے ساتھ ہونے میں مانع ہے۔ برخلاف صاحب نبوت کے، کہ اس نے عروج کے تمام مقامات طے کر کے ہبوط فرمایا ہے۔ لہٰذا وہ پورے طور پر مخلوق کو حق جل سلطانہ' کی طرف دعوت دینے میں متوجہ ہے۔

ولایتِ اولیاء، اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف سراغ دیتی ہے اور ولایت انبیاء حق تعالیٰ کی اقربیت کا نشان بتاتی ہے...... ولایت اولیاء شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور ولایت انبیاء اس مجہول کیفیت (بے کیفی و بے رنگی) کی نسبت کا ثبوت دیتی ہے...... ولایت اولیاء اقربیت کو نہیں پہچانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں جانتی کہ کہاں ہے؟ اور ولایت انبیاء اقربیت کے باوجود قرب کو عین بُعد جانتی ہے اور شہود کو عین غیبت سمجھتی ہے۔ (مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۷۷ میں ملاحظہ ہوں)

marfat.com

ایں آں غفلت ست کہ بسبب آں قطب ارشاد از قطب

یہ وہ غفلت ہے جس کے سبب قطب ارشاد قطب ابدال پر

ابدال افضلیت پیدا می کند، ایں آں غفلت است کہ

افضیلت حاصل کر لیتا ہے۔[۷۰] یہ وہ غفلت ہے کہ سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آرزوئے آں می نماید، آنجا کہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کی آرزو فرمایا کرتے تھے اس مقام پر فرمایا کرتے اے کاش!

می فرماید "یَا لَیْتَنِی کُنتُ سَھوَ مُحَمَّدٍ" ایں آں غفلت ست کہ

میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سہو ہوتا[۷۱] یہ وہ غفلت ہے کہ حضور،

حضور کمینۂ خادم اوست، ایں آں غفلت ست کہ

اس کا ادنیٰ خادم ہے یہ وہ غفلت ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیش

وصول مقدمہ حصول اوست، ایں آں غفلت ست کہ

خیمہ ہے یہ وہ غفلت ہے جو بظاہر تنزل ہے لیکن حقیقت

بصورت تنزل ست و بحقیقت ترفع،

میں عروج ہے۔[۷۲]

[۷۰] یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت قطب ارشاد کو قطب ابدال پر فضیلت نصیب ہوتی ہے۔ جبکہ بعض لوگوں کا موقف یہ ہے کہ قطب ابدال قطب ارشاد سے افضل ہوتا ہے۔ قطب ارشاد اور قطب ابدال کی قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے۔

marfat.com

قطب ارشاد

یہ اولیائے ظاہرین میں سے ہوتا ہے۔خلافت الٰہیہ اور نیابت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے سرفراز ہوتا ہے۔مخلوق کیلئے ہر قسم کے ایمان وہدایت اور حسنات وبرکات کاذریعہ اور گناہوں سے مغفرت کاوسیلہ ہوتا ہے۔دینی اور تشریعی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں قطب ارشاد، ہدایت وارشاد (دعوت) سے متعلق امور میں وصول فیض کاواسطہ ہوتا ہے۔

قطب ابدال

قطب ابدال ان فیوض وبرکات کے پہنچنے کاواسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔لہٰذا پیدائش، رزق رسانی، مصائب کودور کرنا، بیماریوں کودور کرنا اور صحت وعافیت کاحصول قطب ابدال کے مخصوص فیوضات سے تعلق رکھتے ہیں۔دنیوی اور تکوینی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں۔

اے یہ وہی غفلت ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کی تمنا ودعا کرتے رہے کہ اے کاش میں (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نہ ہوتا بلکہ سہو مصطفیٰ (علیٰ صاحبہا الصلوات) ہوتا۔

احادیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کے متعلق آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھائی اور دورکعتوں پر سلام پھیر دیا تو حضرت ذوالیدین (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوکر عرض گزار ہوئے أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَمْ نَسِيْتَ ۔یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز قصر ہوگئی یا آپ بھول گئے؟ تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: كُلُّ ذَالِكَ لَمْ يَكُنْ فرمایا کچھ بھی نہیں ہوا۔ (موطا امام مالک)

marfat.com

نسیان کی وجہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی۔

اِنِّیْ لَا اَنْسٰی اُنَسّٰی لِاَسُنَّ یعنی میں اس لئے بھولتا یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ کوئی سنت قائم کردوں۔ (موطا امام مالک جز ۱:۲۰۲)

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں لَسْتُ اَنْسٰی وَلٰکِنْ اُنَسّٰی لِاَسُنَّ (الشفاء لقاضی عیاض جز ۲:۱۵۰) میں بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا ہوں۔

یاد رہے کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں آپ پر سہو اور نسیان طاری نہیں ہوسکتا کہ آپ رشد و ہدایت کی تبلیغ فرمائیں اور کوئی غلط بات بتلا دیں البتہ دنیوی معاملات اور عبادات میں بعض اوقات آپ پر نسیان طاری ہو جاتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ علی الفور آپ کو امر واقعہ سے آگاہ فرما دیتا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ امورِ اعتقادیہ میں آپ پر نسیان نہیں آ سکتا۔ (شرح مسلم للنووی جلد اول)

۲۔ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کے سامنے حضور، ادنیٰ ترین خادم کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ حضور میں عارف کو بارگاہ قدس کی حاضری نصیب ہوتی ہے جبکہ غفلت میں حضور کے بعد نزول ہوتا ہے۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس میں عارف واصل کو حضور و شہود کے بعد مسند دعوت و ارشاد پر متمکن کرنے کیلئے عالم قدس سے عالم خلق کی طرف بھیجا جاتا ہے تو بظاہر یہ تنزل ہوتا ہے لیکن حقیقت میں رفعت اور بلندی ہوتی ہے۔

یہ وہی غفلت ہے کہ اس کا وصول اس کے حصول کا زینہ ہے۔

(وصول اور حصول کے درمیان فرق منہا ۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں)

marfat.com

ایں آں غفلت ست کہ خواص رابعوام مشتبہ می سازد و

یہ وہ غفلت ہے جو خواص کو عوام کے مشابہ بنا دیتی ہے اور ان کے کمالات

قباب کمالات ایشاں می گردد۔

کے حجابات ہو جاتی ہے۔[۴۳]

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

اگر میں اس کی شرح بیان کروں تو بے حساب ہو جائے۔

القلیلُ یدلُّ علَی الکثیر والقطرةُ تنبئ عنِ البحرِ الغَدیر والسلامُ علٰی

قلیل، کثیر پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بحر بے کنار کی خبر دیتا ہے[۴۴] اور سلامتی ہو اس

من اتبعَ الهدٰی والتزم متابعةَ المُصطفٰے علیه وعلٰی آله من الصلوات

پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور (حضرت) مصطفٰے کی اتباع کا التزام کرے۔ ان

والتسلیمات اتمّها واکمَلها.

پر اور ان کی آل اطہار پر اتم اور اکمل صلوات و تسلیمات ہوں۔

۴۳ے یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی وجہ سے کاملین اور خواص عامۃ الناس کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں کہ لوگوں کیلئے ان کاملین اور عوام الناس کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے، اس لئے وہ انہیں اپنے جیسا تصور کر کے انکار و اعتراض کے گرداب میں پھنس جاتے ہیں۔ چنانچہ منکرین نے زبان طعن دراز کرتے ہوئے یوں کہہ دیا جیسا کہ آیات کریمہ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا (التغابن ۶۴:۶) اور وَقَالُوْا مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ

marfat.com

۱(الفرقان ۲۵:۷) سے عیاں ہے۔سعادت مند ہیں وہ لوگ جو حدتِ بصراور تیزی نظر کے باعث اہل اللہ کی باطنی صفات کو ملاحظہ کرتے ہیں ۔ دراصل اہل اللہ مصر کے دریائے نیل کی مانند ہیں جو محجوبین کیلئے طوفانِ بلا اور محبوبین کیلئے آب شفا ہیں۔ بقول شاعر

آب نیل ست و بہ قبطی خون نمود
قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود
بن گیا خون جو قبطی کیلئے
نیل ہی تھا قوم موسیٰ کے لئے

اگراہل اللہ کی عوام کالانعام کے ساتھ مشابہت ومناسبت نہ ہوتی تو افادہ اور استفادہ کی راہیں مسدود ہو جاتیں اورلوگوں کے قلوب کا تصفیہ اورنفوس کا تزکیہ کیونکر ہوتا۔

۴ے یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرمارہے ہیں کہ مقام غفلت وہ عظیم الشان مرتبہ ہے کہ اگر میں اس کی تفصیلات وتشریحات کرتا چلا جاؤں تو وہ شمارو حصار سے بالا ہونگی۔ یہاں جو چند مثالیں بیان کی گئی ہیں یہ ایسے ہی ہیں جیسے قلیل ،کثیر پر اور قطرہ ، غدیر (حوض) پر دلالت کرتا ہے ۔اس شخص پر سلامتی ہو جوراہ ہدایت اور اتباع نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات پر گامزن رہے۔ اللھم ارزقنا ایاھا

marfat.com

منہا-۱۴

حضرتِ رسالت خاتمیّت صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ و الہ وسلم تمام انبیائے

درمیان سائر انبیاء علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات

کرام علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات کے درمیان تجلی ذاتی کے ساتھ

بتجلیٔ ذاتی ممتاز است، وبایں دولت کہ فوق جمیع

ممتاز ہیں[1] اور اس دولت سے جو تمام کمالات سے فوق ہے مخصوص

کمالات است مخصوص، وکمل تابعان او را ازیں مقام

(ہیں) اور ان کے کامل تابعداروں کو اس مقام

خاص نصیب ست۔

خاص سے حصہ (میسر) ہے۔[2]

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی امتیاز

[1] اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ النورانی رحمۃ للعالمین، ختم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اس خصوصی امتیاز کو بیان فرمار ہے ہیں کہ جس کی بدولت آپ جملہ انبیائے کرام ورسل عظام علیہم الصلوات میں ممتاز ہیں اور وہ خصوصی

marfat.com

اختصاص، تجلی ذاتی ہے جو تمام کمالات سے بالا ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کامل تابعداروں کو بھی اس مقام خاص سے حظ وافر نصیب ہوتا ہے۔ تجلی ذاتی کے بارے میں قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے۔

تجلی کی تعریف کرتے ہوئے عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

اَلتَّجَلِّیُّ: ظُهُوْرُ الشَّیْئُ فِیْ الْمَرْتَبَةِ الثَّانِیَةِ کَظُهُوْرِ زَیْدٍ فِیْ الْمِرْاٰةِ (تفسیر مظہری جلد سوم)

یعنی کسی شئی کے دوسرے مرتبہ میں ظہور کو تجلی کہا جاتا ہے جیسے زید کی صورت کا آئینے میں ظاہر ہونا۔

تجلی ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی بلاواسطہ ہو اسے تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔ تجلی ذاتی انتہائے قرب کا نام ہے جیسا کہ حقیقت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوات نور ذاتی سے عبارت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ذاتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور بغیر کسی مادے اور واسطے کے پیدا فرمایا ہے۔

تجلی کی اقسام

اہل طریقت نے تجلی کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ تجلی آثاری ۲۔ تجلی افعالی ۳۔ تجلی صفاتی ۴۔ تجلی ذاتی

حضرت ابن العربی اور تجلی ذاتی

حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک تجلی ذاتی، خاتم الولایت کے ساتھ مخصوص ہے اور خاتم الولایت سے مراد وہ اپنی ذات لیتے ہیں۔ بعض وجودی

marfat.com

صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی کی خاتم الولایت سے مراد غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ہیں اور بعض کے نزدیک خاتم الولایت سے مراد وارث کمالات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ واللّٰہ اعلم

حضرت امام ربانی اور تجلی ذاتی

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک تجلی ذاتی خاتم رسالت علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اولیائے کرام میں سے کسی کے ساتھ بھی تجلی ذاتی مخصوص نہیں۔

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت وتبعیت و وراثت میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے اولیائے کاملین کو تجلی ذاتی سے حصہ ملتا ہے۔ اس ضمن میں اگر حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کو تجلی ذاتی سے حصہ ملا ہو تو انکار نہیں کرنا چاہئے لیکن تجلی ذاتی ان کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دیگر اولیائے کرام بھی اس مرتبہ سے مشرف ہیں۔

marfat.com

گفتہ نشود کہ بریں تقدیر لازم می آید، کہ کمل ایں امت

یہ نہ کہا جائے کہ اس تقدیر سے لازم آتا ہے کہ اس امت کے کاملین تمام

افضل باشند از سائر انبیاء ،وایں خلاف معتقد اہل سنت

نبیوں سے افضل ہو گئے اور یہ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

و جماعت ست، رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیهم اجمعین

کے اعتقاد کے خلاف ہے۔[۳]

ایک اعتراض اور اس کا جواب

[۳] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ایک اعتراض کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ انبیاء کرام میں سے تجلی ذاتی صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے کامل اولیاء کو بھی اس تجلی ذاتی سے حصہ نصیب ہوتا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے اولیائے کاملین انبیاء کرام سے افضل ہیں؟ کیونکہ وجہ فضیلت تجلی ذاتی کا حاصل ہونا ہے جبکہ اولیاء کا انبیاء کرام پر فضیلت کا قول اہل سنت و جماعت کے اعتقادات کے خلاف ہے۔

marfat.com

واین فضل نہ جزئی ست تا بآں رفع شبہہ

اور یہ جزوی فضیلت نہیں ہے کہ اس سے شبہ کو دور کردیا جائے بلکہ کلی (فضیلت)

کردہ شود ، بلکہ کلی ست۔ زیرا کہ تفاضلِ رجال

ہے کیونکہ مردانِ خدا کی ایک دوسرے پر فضیلت قرب الٰہی جل سلطانہ

بقرب الہی ست جلّ سلطانہ ، ہر فضیلتے کہ

کی بدولت ہے جو فضیلت بھی ہے اس

ہست دون آں فضیلت ست۔

فضیلت سے کم تر ہے۔ ؎

؎ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ اولیاء کاملین کو تجلی ذاتی کے حصول سے انبیاء کرام پر جو فضیلت ملی ہے یہ جزوی ہے تو اس پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ وجہ فضیلت قرب الٰہی جل سلطانہ ہے اور ہر فضیلت اس سے کم تر ہے تو جب اولیاء کاملین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے تجلی ذاتی حاصل ہوئی تو ان کی فضیلت جزوی نہ رہی بلکہ کلی ہوگئی۔

marfat.com

درجواب گویم که لازم نمی آید ازیں که کمل ایں امت را

جواب میں ، ہم کہتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امت

ازاں مقام نصیب است وصول اینہا بآں مقام - وفضیلت

کے جن کاملین کو اس مقام سے حصہ ملتا ہے ان کا اس مقام تک وصول (ہوگیا

مربوط بوصول است - نہایت عروج کمل ایں امت که

ہے) اور فضیلت وصول کے ساتھ مربوط ہے ۵ اس امت کے کاملین کا انتہائی

خیر الامم است

عروج جو تمام امتوں سے بہتر ہے

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کاملین امت تجلی ذاتی سے سرفراز ہوئے ہیں اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ تجلی ذاتی کے مقام تک واصل ہوگئے۔ کیونکہ ایک ہے کسی مرتبہ کا وصول اور ایک ہے اس کا حصول۔ وصول اصل ہے اور حصول اس کا ظل ہے، وصول اصالت ہے اور حصول نیابت ہے۔ کسی مقام میں واصل ہونا اور اس کا حاصل ہونا ان میں واضح فرق ہے۔

ایک مثال

وصول اور حصول میں فرق کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ میرے پاس 200 روپے ہیں جو کہ میری ذاتی محنت وکسب سے حاصل ہوئے ہیں اور اب یہ میری ذاتی شے ہے تو آپ احباب میں سے کوئی ایک مجھے یہ کہتا ہے کہ میں غریب اور ضرورت مند ہوں۔ مجھے 100 روپیہ چاہئے، تو میں 100 روپیہ اس کو دے

marfat.com

دوں۔ اب میں اور وہ شخص ایک جیسے ہو گئے یعنی دونوں کے پاس رقم برابر ہے، ہم مساوی تو ہیں لیکن میرے پاس جو 100 روپیہ ہے یہ میرا مقام وصول ہے جو 100 اس کو مجھ سے ملا ہے وہ اسکا مقام حصول ہے۔ لہٰذا وہ شخص میرا طفیلی ہو کر 100 روپے کا مالک بنا ہے اور میں اپنی محنت، کوشش اور اللہ کے فضل سے 200 روپے کا مالک بنا تھا۔ اس کے بعد 100 روپیہ میں نے اسے دے دیا 100 روپیہ میرے پاس رہ گیا۔ میں بھی 100 والا، وہ بھی 100 والا۔ مجھے اصالتاً، بالاصل اور بلاواسطہ ملا اس کو میرے واسطہ سے ملا۔ لہٰذا اس شخص کے پاس جو 100 روپیہ ہے، وہ مقام حصول ہے اور میرے پاس جو ہے یہ مقام وصول ہے۔ تو اس مثال سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ تجلی ذاتی تک اولیائے کرام کا حصول تو ہے، وصول نہیں۔ (مزید تفصیلات مکتوبات شریفہ دفتر اول مکتوب: ۲۳۱ میں ملاحظہ فرمائیں)

جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجلی ذاتی کا وصول حاصل ہے۔ حصول میں واسطہ ہوتا ہے جبکہ وصول میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور فضیلت مقام وصول میں ہے مقام حصول میں نہیں۔ اولیاء کی انبیاء کرام پر فضیلت اس وقت لازم آئے گی جب یوں کہا جائے کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تجلی ذاتی کے مقام کے ساتھ مخصوص ہیں، اسی طرح آپ کی امت کے اولیائے کاملین بھی مخصوص ہیں اور جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تجلی ذاتی کے مقام تک وصول ہوا ہے اسی طرح اولیاء امت کا بھی تجلی ذاتی کے مقام تک وصول ہوتا ہے۔ جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے وصول کی بات نہیں کی بلکہ نصیب است کہا ہے جس کا معنی ہے کہ تجلی ذاتی کا کچھ حصہ انہیں بھی حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ اولیاء کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تجلی ذاتی حاصل ہوتی ہے اس لئے ان کی فضیلت کا قول درست نہیں، فضیلت انبیاء کرام کیلئے ہی مخصوص ہے۔ (وللہ الحمد)

marfat.com

تا تحتِ اقدام انبیاء است علیہم الصلوات والتسلیمات

انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کے قدموں

صدیق اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کہ افضلِ جمیع بشر است

کے نیچے تک ہے[۶] صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات

بعدانبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات، نہایت

و التحیات کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا انتہائی عروج نبی کے

عروج او تا تحتِ قدم نبی است کہ دونِ جمیع انبیاء ست۔

قدم کے نیچے تک ہے جو تمام انبیاء (کے درجات) سے کم تر (درجہ) ہے کے

غایۃُ ما فِی الباب کملِ تابعانِ ایں امت را در مقام تحت از

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس امت کے کامل پیروکاروں کو مقام تحت (زیر قدم)

کمالاتِ مقامِ فوق الفوق کہ مخصوص بہ پیغمبرِ ایشاں

میں مقام فوق الفوق کے کمالات سے جو ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ

[۶] یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اپنے بیان فرمودہ جواب کو مزید مؤکد فرما رہے ہیں کہ اہل طریقت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے، زیر قدم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ولی کا مبداء فیض اس نبی کی ولایت ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ ہر نبی ولی بھی ہوتا ہے۔ ایک ہوتی ہے نبی کی نبوت اور ایک ہوتی ہے نبی کی ولایت تو جو ولی جس نبی کے زیر قدم ہوتا ہے اس نبی کی ولایت سے اس ولی کو فیض آتا ہے یوں امت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے کاملین انتہائے عروج کے باوصف پھر بھی کسی نہ کسی نبی (علیہ السلام) کے زیر قدم ہی ہونگے۔

marfat.com

۷۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل بشر ہیں، تمام امتوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان کا مقام صدیقیت اور انتہائے عروج بھی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زیر قدم ہی ہے۔ لہٰذا جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات) میں سب سے افضل ہیں، وہ کسی نبی پر فضیلت نہیں رکھتے تو دیگر اولیائے کاملین، انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل کیونکر ہو سکتے ہیں؟

اولیاء انبیاء کرام کے زیر قدم ہوتے ہیں

اولیاء اللہ، انبیائے کرام کے وارث اور نائب ہوتے ہیں اور انبیاء سے ہی اقتباس فیض کرتے ہیں۔ جس ولی کو جس نبی سے فیض ملتا ہے، اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے زیر قلب یا زیر قدم ہے۔ چنانچہ جو ولی حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہو اسے آدمی المشرب کہا جاتا ہے۔ جو ولی حضرت نوح علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے نوحی المشرب کہا جاتا ہے۔ جو ولی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے ابراہیمی المشرب کہا جاتا ہے۔ جو ولی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے موسوی المشرب کہا جاتا ہے۔ جو ولی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے عیسوی المشرب کہا جاتا ہے اور جو ولی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہو، اسے محمدی المشرب کہتے ہیں۔

اولیاء کی اقسام

مشرب کے اعتبار سے اولیاء کی دو قسمیں ہیں:

۱.....محمدی المشرب ۲.....غیر محمدی المشرب

marfat.com

محمدی المشرب اولیاء

یہ اولیاء محبوب بالذات ہوتے ہیں ،سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہوتے ہیں اور آپ کے ہی مشرب اور مبدأ فیض سے اقتباس فیض کرتے ہیں،اس لئے ان کے مبادئ فیوض ''ظلال شیونات علم'' ہیں۔

غیر محمدی المشرب اولیاء

یہ اولیاء محبوب بالعرض یا محب ہوتے ہیں۔ دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات کے زیر قدم ہوتے ہیں اور ان کے مشارب انبیاء کرام کے مبادئ فیوض سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے مبادئ فیوض ''ظلال صفات ثبوتیہ'' ہیں۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۱،۴)

marfat.com

ست علیہ الصلوٰۃ والسلام نصیب تمام ست. خادم ہرجا باشد

والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں پورا حصہ ملتا ہے خادم جہاں بھی ہوا سے مخدوم کا

اُولش مخدوم باوخواہد رسید، خادم دور بطفیل مخدوم

پس خوردہ پہنچ ہی جاتا ہے دور کا خادم مخدوم کے طفیل وہ کچھ پاتا ہے

آں یابد کہ نزدیکاں را بے دولت خدمت میسر نہ گردد

جو قریبیوں کو خدمت کی دولت کے بغیر میسر نہیں ہوتا ۸

۸ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اب ماسبق کا خلاصہ اور لب لباب بیان فرما رہے ہیں کہ انبیاء کرام کے وہ کمالات جوفوق الفوق سے تعلق رکھتے ہیں یہ اولیاء کاملین ان کے زیرِقدم رہ کر حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کو آپ ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا رہے کہ جب شریف وکریم لوگوں کے کھانے کا دسترخوان بچھتا ہے، تو ان کے کھانا تناول کر لینے کے بعد جو پس خوردہ ہوتا ہے، مخدوموں کے صدقے وہ خدام کو بھی بطور تبرک مل جاتا ہے۔ ایسے نبی جنہیں تجلی ذاتی کا مقام حاصل ہوتا ہے، ان سے وہ اولیائے کاملین جو خوشہ چین اور زیرِقدم ہوتے ہیں، انہیں بھی تجلی ذاتی سے کچھ نہ کچھ حصہ امتی اور خادم ہونے کی حیثیت سے مل جاتا ہے۔

marfat.com

؎ درقافلۂ کہ اوست دانم نہ رسم

جس قافلہ میں وہ ہے میں جانتا ہوں کہ نہیں پہنچوں گا

ایں بس کہ رسد زدور بانگ جرسم

یہ کافی ہے کہ مجھے دور سے گھنٹی کی آواز پہنچے ؎

باید دانست کہ مریدان راگاہ ہست کہ این توہم

جاننا چاہئے کہ مریدوں کو کبھی یہ وہم اپنے پیروں کے بارے

درحق پیران خود پیدا می شود، وحصول مقامات پیران،

میں پیدا ہو جاتا ہے اور پیرو ں کے مقامات کا حصول ان کو مساوات کے

ایشاں را در تخیل مساوات اندازد

خیال میں ڈال دیتا ہے۔

؎ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز نثر میں برمحل اشعار استعمال فرماتے ہیں جو آپ کے ادیبانہ ذوق کا بین ثبوت ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف لطیفہ کو فارسی ادب میں خاص مقام حاصل ہے۔

مذکورہ شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین امت کو مقام تجلی ذاتی تک وصول تو نہیں ہوتا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انبیائے کرام کے زیر قدم ہونے کی بدولت تجلی ذاتی سے کچھ حصہ تو مل ہی جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصالت اور ہے اور طفیلیت اور ہے۔ بقول شاعر

منگتے تو ہیں منگتے کوئی شاہوں میں دکھا دو

جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

marfat.com

حقیقتِ معاملہ این ست کہ مذکور شد۔ حصول

حقیقت معاملہ یہی ہے جو مذکور ہوا ۔ برابری کا حصول

مساوات بر تقدیر وصول بآں مقامات است ، نہ بر تقدیر

ان مقامات تک وصول کے اعتبار سے ہے نہ کہ ان مقامات کے حصول کی صورت

حصولِ آں مقامات ، کہ حصول طفیلی است۔

میں کیونکہ حصول طفیلی ہے۔[۱۰]

اپنے آپ کو شیخ کے برابر سمجھنا وہم ہے

[۱۰] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ فرمارہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کبھی کبھار مرید خود کو اس مقام میں دیکھتے ہیں جس مقام پر ان کا شیخ جلوہ افروز ہوتا ہے اس لئے وہ مشائخ کی برابری کے زعم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ مریدوں کا یہ مقام حصول ہوتا ہے اور مشائخ کا مقام وصول ہوتا ہے ۔ مقام وصول کا تعلق اصالت کے ساتھ ہے اور مقام حصول کا تعلق نیابت وتبعیت کے ساتھ ہے۔ اگر مرید خود کو اپنے پیر کے مساوی دیکھے پھر بھی یہ اس کا مقام حصول ہے اور اگر اپنے آپ کو پیر سے بالا مقام میں دیکھے، پھر بھی اس کا یہ مقام حصول ہے ۔ کیونکہ پیر اس مقام میں اصالتاً پہنچا ہے اور مرید پیر کی وساطت سے، مرید خواہ اگلے مقام پر بھی پہنچ جائے مگر اس کو اس مقام تک پہنچانے والا بھی پیر ہی ہے۔

کیونکہ پیرانِ عظام کو تمام مراتب اصالتاً ملتے ہیں جبکہ مریدین کو اصالتاً نہیں بلکہ نیابتاً ملتے ہیں ۔ مریدین کو تمام مراتب بطور حصول مشائخ کی وساطت اور برکت ہی سے ملتے ہیں۔

قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ العزیز نے اس سلسلہ

marfat.com

میں سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ العزیز اوران کے شیخ مکرم حضرت شیخ سرّ ی سقطی قدس سرہٗ العزیز کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ سرّ ی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں ان کے مریدین نے حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے وعظ ونصیحت کی درخواست کی مگر انہوں نے اپنے شیخ کی موجودگی میں وعظ کہنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ایک شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو انہوں نے وعظ کہنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''خدا نے تمہارے کلام کو مخلوق خدا کیلئے ذریعہ نجات بنایا ہے''۔ جب بیدار ہوئے تو دل میں خیال آیا شاید میرا مقام میرے شیخ طریقت سے بلند تر ہو گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کہنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ صبح ہوئی تو حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ''مریدوں کے کہنے پر وعظ شروع نہ کیا، مشائخ بغداد کی سفارش بھی رد کر دی، میرے حکم کی بھی تعمیل نہ کی، اب تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، بجالاؤ''۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ متنبہ ہو گئے کہ شیخ سرّ ی ان کے ظاہری وباطنی احوال سے آگاہ ہیں۔ ان کا درجہ مجھ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ جنید کے اسرار سے واقف ہیں اور جنید ان کے حال سے بے خبر ہے۔ چنانچہ حضرت جنید، شیخ سرّ ی کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وعظ کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا خواب میں ہاتف غیب نے بتایا ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنید کو حکم وعظ فرمانے گئے ہیں تا کہ بغداد کے لوگ مستفید ہوں''۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ اپنے مرید کے ہر حال سے باخبر ہوتا ہے''۔

یاد رہے کہ بعض اوقات مرید اس زعم فاسد میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو مقام و مرتبہ مجھے حاصل ہوا ہے وہ میری ذاتی محنت وریاضت کا ثمرہ ہے، یہ دلیل محرومی ہے۔ بلکہ بسا اوقات دلیل بدبختی بھی بن جاتا ہے (العیاذ باللہ)۔ حالانکہ مرید کو جو بھی مرتبہ و مقام ملتا ہے، وہ شیخ کی وساطت اور توجہات کی بدولت ہی ملتا ہے۔

marfat.com

ازیں جا کسے گمان نہ کند کہ مرید مساوی پیر خود

اس جگہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر (مرتبہ میں) نہیں ہو سکتا ایسا

نباشد نہ چنیں است، بلکہ مساوات مجوزست ،بلکہ واقع

نہیں ہے بلکہ مساوات جائز ہے بلکہ ایسا ہوا ہے[11] لیکن اس مقام کے حصول

لیکن فرق درمیان حصول آں مقام ووصول بآں مقام بسیار

اور اس مقام کے وصول کے درمیان بہت باریک فرق ہے۔ ہر مرید اس

دقیق ست، ہر مرید بایں دولت مہتد نیست کشف

دولت سے ہدایت یافتہ نہیں (ہوتا) ہے (بلکہ) کشف صحیح اور الہام

صحیح والہام صریح دریں فرق در کار است ، واللّٰہ سبحانہ

صریح یہ فرق (جاننے) کیلئے درکار ہے[12] اللہ سبحانہ درست الہام فرمانے والا ہے

الملهم بالصواب والسلام علٰی من اتبع الھُدٰی

اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

[11] حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک شبے کا ازالہ فرمارہے ہیں کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ مرید مرتبے میں شیخ کے برابر ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرید روحانی مدارج اور باطنی منازل میں شیخ کے برابر ہو سکتا ہے، بلکہ ایسا ہوا بھی ہے، لیکن یہ بہت ہی شاذ ہے جو اخصِ خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔ امت میں معدودے چند افراد ہونگے جو اس شرف سے مشرف ہونگے، نیز اپنے شیخ ہی کی بدولت یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ یہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا اپنی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو ہزار سال کے مجدد، عارف اکمل، قیوم اول، اقطاب واوتاد کے قدوۃ اور ابدال

marfat.com

وافراد کے قبلہ ہیں کہ جن کی آمد کی بشارت خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات عالیہ میں یوں بیان فرمائی ہے یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ صِلَۃٌ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِشَفَاعَتِہٖ کَذَا وَ کَذَا (حلیۃ الاولیاء،جز ء۱: ۲۱۸) یعنی میری امت میں ایک رجل رشید ہوگا جس کو صلہ کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے میری امت کے لاتعداد لوگ جنت میں جائیں گے۔

یاد رہے کہ بعض اوقات مرید مرتبے میں اپنے شیخ سے آگے بھی بڑھ جاتا ہے۔ مگر اس میں شیخ کی دعائیں اور توجہات شامل حال ہوتی ہیں۔ چنانچہ شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جس سے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا علو مرتبت اور سمو منزلت معلوم ہوتا ہے۔

میاں شیخ احمد آفتابی است کہ مثل ما ہزاراں ستارگان درضمن ایشاں گم است واز کمل اولیائے متقدمین خال خالے مثل ایشان گذشتہ باشند

(زبدۃ المقامات در احوال میر محمد نعمان، حضرت مجدد اوران کے ناقدین: ۲۹)

ترجمہ: میاں شیخ احمد (سرہندی) ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کے ضمن (انوار) میں گم ہیں اور کاملین اولیاء متقدمین میں ان جیسا کوئی خال خال ہوا ہوگا یعنی بہت کم۔

۱۲ جب مرید کو بھی اس مقام تک رسائی نصیب ہو جائے جہاں اس کا شیخ پہنچا ہو تو دونوں کے پہنچنے میں فرق ہے۔ مرید کو مقام حصول نصیب ہوا ہے اور شیخ کو مقام وصول میسر ہے۔ وصول اور حصول کے درمیان فرق اس قدر دقیق اور باریک ہے کہ جس کے درمیان امتیاز کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔ ان کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی درست کشف والہام فرمانے والا ہے۔

marfat.com

منہا - ۱۵

درویشے پرسید، کہ سبب چیست؟ کہ روندۂ ایں راہ

کسی درویش نے دریافت کیا کہ (اس کا) سبب کیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے پر

راحالتے رُو می دہد وزمانے می ایستد، وبعدازاں متواری

ایک حالت ظاہر ہوتی ہے اور ایک زمانے تک برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد پوشیدہ

می گردد، وپس از مدتے بازہماں حالت آشکارا می شود،

ہوجاتی ہے اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہوجاتی ہے اور کچھ عرصہ کے بعد

وبعداززمان باز متواری می گردد، وھٰکذا الی ماشاء اللّٰہ تعالیٰ

پھر غائب ہوجاتی ہے اور ایسا ہی ہوتا رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے[1]

جوابش آنست کہ آدمی راہفت لطیفہ است ومدتِ

اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کے سات لطیفے ہیں اور ہر لطیفے

دولت وسلطان ہرلطیفہ جداست پس اگر واردے برالطف

کی حکومت اور غلبہ کی مدت جدا ہے پس اگر کوئی کیفیت ان میں سے الطف پر

احوال غائب کیوں ہوتے ہیں؟

[1] زیرِ نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک سوال کا جواب ارشاد فرما

marfat.com

اینہا ورود نمود، وحالتے قوی نزول فرمود ، کلیت سالک

وارد ہو جائے اور کوئی قوی حالت نزول فرمائے سالک کی

برنگ آں لطیفه منصبغ می گردد، وآں حال درجمیع لطائف

مجموعی کیفیت اس لطیفے کے رنگ میں رنگین ہو جاتی ہے اور وہ حال تمام

سرایت می کند،

لطائف میں سرایت کر جاتا ہے۔

رہے ہیں کہ کسی درویش نے آپ سے پوچھا تھا کہ جب سالک راہ طریقت، سنت و شریعت کے احکام اور شیخ کے بتائے ہوئے اسباق کو پابندی کے ساتھ بجالاتا ہے۔تو اس پر جو احوال وکیفیات کا ورود ہوتا ہے تو سالک خوشحال اور محظوظ ہوتا ہے۔لیکن اچانک وہ احوال غائب ہو جاتے اور کیفیات پوشیدہ ہو جاتی ہیں تو سالک پریشان ہو جاتا ہے یونہی بار باران احوال وکیفیات کا ظہور واخفاء ہوتا رہتا ہے، باطنی حالت ایک جیسی نہیں رہتی اس کی کیا وجہ ہے؟

marfat.com

وتا زمانے کہ دولتِ آں لطیفہ ثابت است آں حال

اور جتنے عرصے تک اس لطیفے کی حکومت ثابت رہتی ہے وہی حال برپا (رہتا)

برپا ست - وچوں دولتِ آں لطیفہ منقضِی گشت آں حال

ہے اور جب اس لطیفے کی حکومت پوری ہو جاتی ہے وہ حال زائل ہو

زائل می شود، وبعدازمدتے اگر آں حال رجوع نمایداز

جاتا ہے[۲] اور ایک مدت بعد اگر وہی حالت لوٹ آئے تو (تو وہ) دو حال

دوحال خالی نیست، یا بر ہماں لطیفۂ اولیٰ رجوع نماید

سے خالی نہیں ہے یا تو اسی پہلے لطیفے پر رجوع ہوتا ہے۔

۲ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان عالم خلق اور عالم امر کے سات لطائف کا مجموعہ ہے جو درج ذیل ہیں۔

ا...... قلب ۲...... روح ۳...... سر ۴...... خفی ۵...... اخفیٰ ۶...... نفس ۷...... قالبیہ

امام الطریقہ، غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہُ العزیز کے قول ''خدا تک پہنچنے کے سات قدم ہیں'' سے مراد یہی سات لطائف ہیں۔

لطائف کا غالب ومغلوب ہونا

سات لطائف میں سے جب ایک لطیفہ کو دیگر لطائف پر غلبہ وتفوق حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے لطیفے مغلوب ہو جاتے ہیں تو وہ اس لطیفہ کا دور حکومت ہوتا ہے اور جو کیفیت اس لطیفہ پر طاری ہوتی ہے وہی کیفیت دیگر لطائف پر طاری ہو جاتی ہے۔

marfat.com

دریں وقت راہ ترقی بر آں سالک مسدود است۔ و اگر بر
اس وقت ترقی کی راہ اس سالک پر مسدود ہے اور اگر دوسرے
لطیفہ دیگر وارد شد راہ ترقی مفتوح گشت، و دراں
لطیفے پر وارد ہو تو ترقی کا رستہ کھل جاتا ہے اور اس دوسرے لطیفے میں
لطیفۂ دیگر نیز معاملہ لطیفۂ اولی است، چہ
بھی پہلے لطیفے کا (سا) معاملہ ہے کیونکہ اس حال
بعد از زائل شدن آں حال، اگر ہماں حال رجوع نماید
کے زائل ہونے کے بعد اگر وہی حال لوٹ آئے۔

بقدر استعداد اس لطیفہ کی دوسرے لطائف پر حکومت و غلبہ رہتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت و عنایت سے کوئی دوسرا زیادہ قوی لطیفہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پہلے غالب لطیفے کو مغلوب کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر لطائف پر بھی چھا جاتا ہے۔ اس طرح سب لطائف کو اپنے ہی رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ اب سالک پر جو نئی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ پہلی کیفیت سے مختلف ہوتی ہے۔ کبھی لطیفہ قلب تمام لطائف پر غالب آ جاتا ہے کبھی روح، کبھی سر، خفی، اخفی اور کبھی نفس علی ھذا القیاس۔ یوں ان لطائف سبعہ کا باہمی غالب و مغلوب ہونے کا سلسلہ تکمیلی مراتب تک جاری رہتا ہے۔

مختلف لطائف کے جوش مارنے کی وجوہات

- ...... بعض لطائف از خود اچھل پڑتے ہیں۔
- ...... شیخ کی نگاہ عنایت کارفرما ہو سکتی ہے۔

marfat.com

- ⊙ ......شیخ کی دعا شامل حال ہوسکتی ہے۔
- ⊙ ......شیخ کی توجہات قدسیہ کا عمل دخل ہوسکتا ہے۔
- ⊙ ......سالک کی اپنی محنت وریاضت بھی ہوسکتی ہے۔
- ⊙ ......محض اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ہوسکتا ہے۔

لطائف کے ایک دوسرے پر غالب ومغلوب ہونے کے دوران سالک کبھی کیفیت قبض سے دوچار ہوتا ہے اور کبھی کیفیت بسط سے سرشار ہوتا ہے۔ اس دوران شیخ کی صحبت کے اثرات وتوجہات کی بدولت سالک کا دینی کاموں میں رجحان زیادہ ہو جاتا ہے۔ محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوات جوش مارتی ہے، اعمال صالحہ اور افعال پسندیدہ بجالانے میں جوش وخروش ہوتا ہے، اسے کیفیت انبساط کہتے ہیں۔ مگر بعض اوقات حکمت الٰہیہ کے تحت جب اللہ تعالیٰ نے سالک کو روحانی ترقی عطا فرمانی ہو تو وہ کیفیت سلب کر لی جاتی ہے۔ اس حالت میں کبھی تو سالک جلد ہی ترقی کر لیتا ہے اور کبھی اسی حالت یاس اور سردی کی کیفیت یوں طاری ہوتی ہے کہ جوش وجذبات سرد پڑ جاتے ہیں اسے کیفیت انقباض کہا جاتا ہے۔ یہ کیفیت کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتی ہے سالک اور صوفی جہالت کی بنا پر شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ داڑھی منڈوا کر، عمامہ اتار پھینکتا ہے، نمازیں ترک کر کے گمراہ، آوارہ اور بے دین ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ سبحانہ

ایسی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت دستگیری فرمائے اور اپنے شیخ کی توجہات اور مہربانیاں شامل حال ہو جائیں تو وہ گمراہی سے بچ نکلتا ہے۔ لطائف میں پھر جوش اور جذبہ وغلبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سالک کا باطنی ارتقاء رک گیا تھا اب روحانی ترقی پھر سے شروع ہوگئی ہے۔

مزا تو تب ہے کہ جس لطیفے میں پہلے جوش پیدا ہوا اور اس کا پہلے احیاء ہوا تھا اس

marfat.com

کے بعد وہ لطیفہ سرد ہو جائے اور دوسرے لطیفے میں گرمی اور جوش پیدا ہو جائے۔ یونہی ساتوں لطائف نئی کیفیات وواردات سے تدریجاً شاد کام ہوتے رہیں۔ بقول شاعر

بگفت احوال ما برق جہاں است
دمے پیدا و دیگر دم نہاں است

لطائف کے ایک دوسرے پر غالب ومغلوب ہونے کے دوران سالکین پر مختلف کیفیات واحوال وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے وہ کبھی آہ وبکا کرتے اور کبھی خوش وخرم نظر آتے ہیں۔ کبھی مایوس سے ہو جاتے ہیں اور کبھی پرامید ہو جاتے ہیں۔ کبھی دنیوی علائق سے منقطع ہو کر جنگلوں میں ڈیرا لگا لیتے اور لوگوں کے ساتھ میل جول سے کتراتے ہیں اور کبھی مخلوق خدا میں یوں گھل مل کر رہنا پسند کرتے ہیں کہ دنیا دار نظر آتے ہیں، یوں صوفیاء پر احوال کا تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔

اربابِ تلوین وتمکین

انہی تغیرات احوال کو اصطلاح تصوف میں تلوین کہا جاتا ہے۔ تلوین لون سے مشتق ہے۔ سالک کے احوال وواردات کی وجہ سے باطنی طور پر مختلف رنگوں سے رنگا جانا تلوین کہلاتا ہے۔ صاحبانِ تلوین صوفیاء ولایت صغریٰ کے مرتبے میں ہوتے ہیں۔ اربابِ تلوین کو صاحبانِ حال بھی کہا جاتا ہے۔

تمکین مکان سے ماخوذ ہے ایک جگہ پر پکا ہو جانا تمکین کہلاتا ہے۔ جن صوفیاء کے احوال ایک جگہ پر بدستور قائم رہیں انہیں صاحبان تمکین کہا جاتا ہے۔ صاحب تمکین کو صاحب مقام کہا جاتا ہے۔ صاحب مقام کو صاحب حال پر فضیلت حاصل ہے۔

(تلوین اور تمکین کی مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۸ میں ملاحظہ فرمائیں)

marfat.com

صاحبِ حال و صاحبِ مقام

صاحب حال وہ صوفی ہوتا ہے جس کی توجہات کے اثرات دوسروں پر پڑتے تو ہیں مگر توجہات کے کمزور و ناقص ہونے کی وجہ سے تاثیر کم ہوتی ہے۔وہ حالات، واقعات اور جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے گویا'' چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو'' کے مصداق کسی کو بدل نہیں سکتا بلکہ خود بدل جاتا ہے۔اس قسم کے سالک کو ابن الوقت کہا جاتا ہے۔بقول شاعر

ستارہ کیا میری تقدیر کی خبر دے گا؟
وہ تو خود ہے گردشِ افلاک میں خوار و زبوں

جبکہ صاحب مقام تصرف کرتا ہے،حالات کے دھارے بدلتا اور جبین وقت پر مہریں لگاتا ہے،اس لئے اسے ابوالوقت کہا جاتا ہے۔بقول شاعر

ع حالات کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

چونکہ صاحب مقام لوگوں کی تقدیریں بدلنے پر مامور ہوتا ہے۔اس لئے اس کی نظر کیمیا،توجہ اکسیر اور دعا مستجاب ہوتی ہے۔اس کے طفیل برکتوں کا نزول اور رحمتوں کا ورود ہوتا ہے۔لوگوں کی مصیبتیں دور اور پریشانیاں کافور ہوتی ہیں اس قسم کے صوفیاء خال،خال ہوتے ہیں۔

پھر اس کے بعد اگر کسی زیادہ استعداد والے لطیفے پر انوار کا نزول اور احوال و فیوضات کا ورود ہو جائے۔تو وہ دیگر لطائف کو اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔اس طرح اس کی برکات دیگر لطائف پر غالب آ جاتی ہیں اور سالک مکمل طور پر اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔جب تک اس لطیفہ کے احوال کی دوسرے لطیفوں پر حکومت وغلبہ رہتا ہے وہی کیفیت وحال قائم رہتا ہے۔جب اس الطف لطیفے کا غلبہ وحکومت ختم ہو جاتی ہے تو واردشدہ حال غائب اور کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔

marfat.com

از دو حال سابق خالی نیست ، وهٰكذا حال جميع اللّطائف . پس

تو (وہ بھی) گذشتہ دو حالوں سے خالی نہیں ہے اور یہی حال تمام لطائف کا ہے [۳]

اگر آں وارد در جمیع لطائف بطریق اصالت سریان نمود، از

پھر اگر وہی حالت (جدید) تمام لطیفوں میں اصالت کے طریقے پر سرایت کر جائے

حال بمقام انتقال فرمود ، واز زوال محفوظ گشت - والله

(تو سالک) حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور زوال سے محفوظ رہتا ہے [۴]

سبحانه اعلم بحقيقة الحال والصلوٰة والسلام علىٰ سيد البشر واله الاطهر .

اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو سب سے زیادہ جانتا ہے اور درود وسلام ہو سید البشر اور آپ کی آل اطہر پر۔

[۳] اگر کچھ عرصہ بعد وہی حال دوبارہ سالک پر لوٹ آئے تو اس وقت سالک کی حالت و کیفیت دو حال سے خالی نہیں ہوگی۔ اگر اسی پہلے لطیفے پر ہی احوال عود کر آئیں تو سالک کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا باطنی ارتقاء رکا ہوا ہے، مزید ترقی کی طرف گامزن نہیں اور اگر کسی دوسرے لطیفے پر وارد قوی نازل ہو اور وہ لطیفہ جوش مار کر دیگر لطائف پر اپنا رنگ جمالے تو اسوقت سالک کو باطنی عروج اور روحانی ترقی نصیب ہو رہی ہے۔

دوسرے لطیفہ کا معاملہ بھی پہلے لطیفہ کی ہی مانند ہے۔ یعنی اگر دوسرے لطیفے سے کچھ عرصہ کے لئے وہ حال گم ہو جائے اور پھر اسی پر ہی لوٹ آئے تو ترقی کی راہ مسدود ہے اور دوسرے لطیفے پر غیبوبت کے بعد اگر تیسرے لطیفے پر کوئی قوی وارد اور تجلی نازل ہو تو سالک کیلئے روحانی ارتقاء کا رستہ کھلا ہے۔

[۴] اگر یہی صورت حال باری باری تمام لطائف پر اصلی اور حقیقی طور پر وارد ہوتی

marfat.com

رہے اور تمام لطائف منصبغ اور ممتزج ہوتے جائیں اور جملہ لطائف کو تفوق اور غلبے کی دولت نصیب ہو جائے تو سالک اور صوفی حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یعنی درجہ بدرجہ لطائف کی رنگت وحکومت کے دوران سالک صاحب حال ہوتا ہے اورلطیفوں کے غلبے کے زوال سے محفوظ ہو کر ایک مقام پر قرار وتمکین مل جانے پر صاحبِ مقام ہو جاتا ہے۔(واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

marfat.com

مِنہا-۱۶

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَارَزَقْنَاکُمْ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں

وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ یحتمل ان یکونَ الشرطیة قیدًا للامر

(رزق کے طور پر) عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر بجالاؤ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو"۔

بالاَکْلِ ای کُلُوْا مِنْ مُسْتَلَذَّاتِ مَارَزَقْنَاکُمْ

احتمال رکھتا ہے کہ شرطیت، امر بالاکل (کھانے کا حکم) کیلئے قید ہو یعنی لذیذ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے۔

اسرار قرآنی کا انکشاف تزکیہ نفس پر موقوف ہے

۱۔ زیرِ نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک آیت کریمہ کی عارفانہ انداز میں تفسیر فرمارہے ہیں۔اس کے علاوہ بھی آپ نے اپنی تصانیف عالیہ اور مکتوبات شریفہ میں مختلف مقامات پر نہایت باریک ولطیف انداز میں آیات کریمہ کی تفسیر بیان فرمائی ہے جس سے آپ کی مفسرانہ عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جب تک سالک بشری کثافتوں اور گناہوں کی نجاستوں سے کلیۃً پاک اور نفسانی خباثتوں اور شیطانی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہوتا اور تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس سے شاد کام ہو کر لطافت ونورانیت کا پیکر نہیں بن جاتا اس کے قلب پر علوم الہامیہ، معارف

marfat.com

لدنیہ، اور اسرار قرآنیہ کا نزول نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آیت کریمہ لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ ۵۶:۷۹) سے عیاں ہے بقول شاعر

عروسِ معنائے قرآن حجاب آنگہ بر اندازد
کہ دارالملک ایمان را مجرد بیند از غوغا

اسی مفہوم کو علامہ اقبال مرحوم نے یوں ادا کیا ہے

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

حضرت امام ربانی کا علمی مقام

یہ منہا آپ نے عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے۔ جس سے آپ کی عربی زبان کے ساتھ گہری دلچسپی کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ رسالہ تہلیلیہ اور رسالہ اثبات النبوۃ فی تحقیق النبوۃ آپ کے زمانہ طالب علمی کی تصانیف ہیں۔ نیز مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف لطیفہ میں متعدد مقامات نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں بھی ملتے ہیں جو آپ کے ادیبانہ ذوق اور زبردست علمی قابلیت کا بین ثبوت ہیں۔

چنانچہ آپ کے ایک معاصر ملا فیضی نے تفسیر غیر منقوطہ سو اطع الالہام لکھنا شروع کی۔ مولانا جمال الدین تلوی لاہوری وغیرہم جیسے علماء اس کے معاون تھے۔ دوران تفسیر ایک مقام پر رک گئے اور مزید لکھنے سے قاصر ہونے کی بنا پر اعتراف عجز کرتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں تحریری معاونت کے خواستگار ہوئے تو آپ نے قلم برداشتہ شرح وبسط، مقصد وشانِ نزول کے ساتھ بے نقط تفسیر لکھ دی۔ جسے پڑھ کر وہ علماء وفضلاء حیران رہ گئے اور آپ کے علمی کمالات کے معترف ہو گئے۔

marfat.com

ان صحّ منکم اَنْ تخصُوہ بالعبَادۃ ولو لم یصحّ منکم ذٰلک بَلْ کُنتم
اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح ہو کہ تم عبادت کیلئے اسی (اللہ تعالیٰ) کو مخصوص کرتے

عَابِدِی مُلْھِیَاتِ اَنْفُسِکُمْ فَلَا تَأْکُلُوْا من مستلذاتہٖ لکونکم مرضی
ہو ۲ اور اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ تم اپنے نفس کے معبودان باطلہ کی

بالمرض الباطنی والمستلذاتُ من المرزوقات سمٌّ قاتلٌ لکُمْ
عبادت کرنے والے ہو پھر اس کی لذیذ چیزوں سے نہ کھاؤ اسلئے تم باطنی مرض کی وجہ سے مریض ہو اور (بطور) رزق دی گئی لذیذ چیزیں تمہارے لئے زہر قاتل ہیں ۳

تفسیر آیت

۲ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ آیت کریمہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ وَ اشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ (البقرہ ۱۷۲:۲) کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

اس آیت میں احتمال ہے کہ کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰت کو اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہو یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت صدق نیت واخلاص کے ساتھ محض اسی کی رضا کی خاطر کرتے ہو تو پھر لذیذ کھانے کھاؤ۔ ایسا عابد جو مقام رضا پر فائز، روحانی امراض اور باطنی آلائشوں سے پاک ہو اور ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (صحیح البخاری، الرقم: ۴۸) کی کیفیت سے شادکام اور ایمان حقیقی پر فائز المرام ہو جب وہ لذیذ طعام کرے گا تو یہ طعام اس کے لئے مزید حضور وسرور اور نور کا باعث ہوگا۔

marfat.com

حضرت امام ربانی اور تعمیل سنت

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ ہم بعض اوقات ترک طعام کا ارادہ کرتے تھے لیکن اس کی اجازت نہیں ملی کیونکہ غذا اعضائے جسمانی اور قوائے روحانی کیلئے ممد و معاون ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ (صحیح مسلم الرقم: ۴۸۱۶) فلہٰذا عابد و سالک کیلئے ضروری ہے کہ مفاد معنوی اور قوت روحانی کیلئے اکلِ طعام کا اہتمام کرے نہ کہ محض مفاد ظاہری وصوری و جسمانی کے پیش نظر کھانا کھائے ورنہ یہ نفس امارہ کے لئے تو سودمند ثابت ہوگا جس کے ساتھ عداوت و مخالفت کا حکم دیا گیا ہے مگر روحانی توانائی حاصل نہیں ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غذا کھانے کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ عَوْناً عَلٰی طَاعَتِكَ لَا عَوْناً عَلٰی مَعْصِیَتِكَ (بریقۃ محمودیہ جزء ۵: ۴۹۳)

چونکہ طریقت نقشبندیہ میں نسبتاً زیادہ شریعت وسنت کا التزام کیا جاتا ہے اس لئے ترک جلالی و جمالی کی بجائے مطعومات و مشروبات سنت کے مطابق تناول کیے جاتے ہیں کیونکہ مطعومات و مشروبات کا سرے سے ترک قدرے آسان ہے مگر دستر خوان پر چنے ہوئے مختلف قسم کے مرزوقات و مشروبات کا سنت کے مطابق کھانا نہایت مشکل ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَأْکُلُ فِیْ مِعیً وَاحِدٍ وَالْکَافِرُ یَأْکُلُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ (صحیح البخاری، الرقم: ۴۹۷۸)

۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز فرما رہے ہیں کہ اگر تم اللہ رب العزت کی خالصتاً عبادت نہیں کرتے بلکہ خواہشات نفس کے بچاری ہو۔ باطنی امراض میں

marfat.com

گرفتار ہو تو تم باطنی طور پر مریض ہو۔ تم نے اپنے باطن میں غیر اللہ اور اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ لہٰذا ان حالات میں تم جو بھی لذیذ کھانے کھاؤ گے وہ تمہاری سرکشی اور بغاوت کو مزید بڑھا دیں گے اور یہ مستلذات تمہارے لئے زہر قاتل ثابت ہونگے۔

چند شبہات اوران کا ازالہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت اور صدق دل سے عبادت نہیں کرتے یا جو لوگ مالی لحاظ سے خوشحال ہیں یا جو لوگ گناہ گار ہیں کیا انہیں لذیذ کھانے تناول کرنے کی اجازت نہیں صرف نیکوکار ہی لذیذ کھانے کھا سکتے ہیں؟ آسودہ حال لوگوں کو بھی لذیذ کھانے نہیں کھانے چاہییں، کیا وہ روکھی سوکھی کھا کر گذارہ کریں؟

ان تمام سوالات اور شبہات کا ایک بنیادی اور اصولی جواب پیش خدمت ہے۔

جب کوئی شخص کم علمی و نادانی کی وجہ سے عبادت کا صحیح مفہوم سمجھ نہیں پاتا وہ عبادت کی حقیقت سے ناواقف ہی رہتا ہے۔ ظاہری طور پر عبادات کو بھی بجالاتا ہے بلکہ عادت اور عبادت کے درمیان عدم امتیاز کی وجہ سے محض ضبط اوقات کی بنا پر بزعم خویش خود کو بڑا پرہیزگار اور نیکوکار سمجھتا ہے۔ عامۃ المسلمین بلکہ بسا اوقات صلحاء وعلماء کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کے نہاں خانہ شعور میں عبادت کا غرور اور نیت کا فتور ہوتا ہے۔ اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے وہ دینی معاملات میں بے جا مداخلت کرتا ہے۔ دینی طلباء اور سادہ لوگوں پر اپنی جھوٹی عبادت کا رعب جماتا ہے اور اگر کسی معاملہ میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے اور اس کے لایعنی مشورہ کو نہ مانا جائے تو وہ اپنی انا کی خاطر ایک متوازی نئی انتظامیہ بنالیتا ہے اور دھڑے بازی اور گروپ سازی سے بھی نہیں چوکتا۔ اس ضمن میں اگر مساجد و مدارس اور فلاحی امور کا نظام درہم

marfat.com

برہم ہوتا ہے تو ہو جائے وہ اپنی انا کی تسکین کی خاطر ہر قسم کی غیر اخلاقی حرکت سے بھی باز نہیں آتا۔ اس قبیل کے لوگوں کے بارے قرآن مجید میں ہے اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ (الجاثیہ۴۵:۲۳) یعنی کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے۔

دراصل ان صفات مذمومہ اور اخلاق ناپسندیدہ کا مالک شخص اپنی خواہشات کا پجاری ہے اور قلبی امراض اور نفسانی خواہشات کا پرستار ہے۔ اس لئے جب بھی وہ لذیذ مطعومات ومرزوقات کھائے گا تو حظ نفس کی خاطر کھائے گا جس سے اس کے نفس کی خوہشات مزید پروان چڑھیں گی جو اسے اور بھی معصیت ونافرمانی پر ابھاریں گی۔ اس لئے وہ روحانی اور قلبی طور پر مزید بیمار ہو جائے گا، معلوم ہوا مستلذات اور لذیذ غذائیں اس قسم کے لوگوں کیلئے نقصان دہ ہیں۔

اخلاص نیت اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادات وطاعات کو بجالانے والے صالحین وکاملین جب لذیذ کھانے کھاتے ہیں تو محض اس لئے کھاتے ہیں کہ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُم (البقرہ۲:۱۷۲) کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا ہو جائے وہ اس خیال سے پاکیزہ مطعومات اور مستلذات کھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یہ نعمت بھیجی ہے لہٰذا میں اس کی نعمت کھا کر اس کا شکر ادا کروں۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ کھانا کھاتے ہیں تو بسم اللہ پڑھتے ہیں اور جب لقمہ حلق سے نیچے اترتا ہے تو الحمد اللہ کہتے ہیں۔ یوں کھانا کھا کر ان کے جسم میں توانائی اور طاقت آتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت پر آمادہ اور مستعد کرتی ہے۔

ایسے ہی دینی مدارس کے طلباء اور اہل اللہ کی خانقاہوں کے صوفیاء بالکل سادہ دال روٹی کھاتے ہیں تو ان میں عاجزی اور مسکینی پیدا ہوتی ہے۔ (واللّٰہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

marfat.com

وإذا زالَ المَرضُ الباطنيُّ منكم صحَّ لكم تناوُلُ المستلذّات ،

اور جب تم سے باطنی بیماری دور ہو جائے (تو) لذیذ چیزوں کا کھانا تمہارے لئے صحیح

فَسّر صاحبُ الکشّاف الطیباتِ ھٰھنا بالمستلذات نَظراً الٰی طلبِ الشکر.

ہو جائے گا[۴] صاحب کشاف[۵] نے اس مقام پر طیبات کی تفسیر مستلذات سے کی ہے شکر کے مطالبہ کے پیش نظر۔[۶]

عارف کے لئے مستلذات سبب نور و حضور ہوتے ہیں

[۴] جب کسی شیخ کامل کی مسلسل صحبت و خدمت اور توجہات قدسیہ کے طفیل قلبی امراض اور نفسانی خواہشات کا ازالہ ہو جاتا ہے، لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو کثافت پر لطافت اور ظلمت پر نورانیت کے تقاضے غالب آ جاتے ہیں

طہارت، نفاست، لطافت اور نورانیت کے غلبے کی وجہ سے اس قسم کا عابد اور عارف جو بھی لذیذ طعام تناول فرمائے گا تو وہ حضور و نور کا ہی باعث ہوگا۔

بقول شاعر

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر
بعد ازاں چندانکہ میخواہی بخور

روایت ہے کہ ایک روز جانشین امام ربانی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ العزیز آم کا پھل بڑے شوق و رغبت سے تناول فرما رہے تھے۔ حاضرین میں سے کسی کے دل میں خیال آیا کہ اہل اللہ کو غذا کے ساتھ اس قدر میلان کا کیا مطلب؟ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ (سنن الترمذی، الرقم:۳۰۸۲) اور فَاِنَّهُمْ جَوَاسِيسُ الْقُلُوبِ (الرسالۃ القشیریہ جزء۱:۱۰۶) کے مصداق حضرت خواجہ محمد معصوم

marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ نے فراست مومنانہ سے اس شخص کے قلبی وسوسہ اور نفسانی خطرہ کو بھانپتے ہوئے ارشاد فرمایا! اولیاء اللہ جو کچھ تناول فرماتے ہیں وہ نور ہی بنتا ہے اور نور جتنا بھی زیادہ ہوگا بہتر ہے۔ اسی مفہوم کو حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا

آن خورد گردد پلیدی زو جدا
این خورد گردد همه نور خدا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو وہ غذا نور بنتی تھی۔ نظام انہضام کے عمل سے گذر کر جب قضائے حاجت کی صورت میں جسم اقدس سے مس ہوکر خارج ہوتی تو وہاں سے عنبر اور کستوری کی خوشبوئیں آتی تھیں۔ اس غذا سے جو خون اور بول مبارک بنتا تھا وہ بھی پاک ہوتا تھا اور لوگوں کیلئے باعث شفا اور نار جہنم سے نجات ابدی کا سامان بنتا تھا۔

یاد رہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ، آپ کا خون، اور بول و براز بھی امت کے حق میں طاہر اور پاک ہیں۔ البتہ خون اور بول و براز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجب حدث تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خروج پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء، وضوء اور غسل فرماتے تھے۔

حافظ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ كَانَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم خِصَالٌ لَمْ یَكُنْ فِیْ طَرِیْقٍ فَسَلَكَهٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّه سَلَكَهٗ مِنْ طِیْبِ عِرْقِهٖ اَوْ رِیْحِ عِرْقِهٖ (دلائل النبوۃ، الرقم:۳۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں متعدد خصوصیات تھیں۔ آپ جس رستے سے گذرتے تو آپ کے عطر بیز اور کیف آگیں پسینے مبارک کی مہک لوگوں کے مشام جاں

marfat.com

کو معطر کر دیتی۔

جس چمن وچ یار سوہنے جا کے زلفاں کھولیاں
لے چلی باد صبا خوشبو تھیں بھر کے جھولیاں

بلکہ جن اہل اللہ کے قلوب و اذہان، انوار نبوت اور اسرار ولایت سے منور و معنبر ہیں، آج بھی مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں ان کی مشام جان کو معطر کرتی ہیں۔ بقول شاعر

عرصہ ہوا طیبہ کی گلیوں سے وہ گذرے تھے
اس وقت بھی گلیوں میں خوشبو ہے پسینے کی

روایات میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے (بیت الخلاء) جاتے تو زمین شق ہو جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل لیتی اور اس جگہ ایک پاکیزہ خوشبو پھیل جاتی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر کے ایک جانب برتن میں پیشاب کرتے تھے۔ ایک شب میں پیاسی اٹھی اور میں نے لاعلمی میں اس برتن میں جو تھا پی لیا۔ جب صبح ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ام ایمن! اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو میں نے عرض کیا قَدْ وَاللّٰہِ شَرِبْتُ مَافِیْھَا قسم بخدا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اسے پی لیا ہے۔ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا '' اَمَا اَنَّكِ لَا تَتَّجِعِیْنَ بَطْنَكِ اَبَداً سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم، ارقم: ۳۵۳)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل اضافہ کے ساتھ یوں روایت نقل کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکہ (ام ایمن) سے فرمایا '' تم جہنم پر

marfat.com

حرام ہو گئیں'' (خصائص کبریٰ جلد دوم)

یاد رہے کہ اَنَا لَا اَشْعُرُ کے الفاظ اسی روایت میں ہیں۔ الاستیعاب جلد چہارم کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

⊙ ...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک چوس کر نگل لیا۔

ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا نَعَمْ اَشْرَبُ دَمَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے زخم) کا خون پی رہا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَالَطَ دَمِی دَمَہٗ لَا تَمَسُّہُ النَّارُ (المعجم الاوسط للطبرانی، الرقم: ۱۱۱۵۲) اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔

مجمع الزوائد کی ایک روایت میں فَضَحِكَ کے لفظ کا اضافہ بھی ہے۔

غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پینے کا شرف حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سفینہ، حضرت سالم، حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی ملا۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے جس کسی کو بھی بول مبارک یا خون مبارک کی سعادت نصیب ہوئی وہ کسی ضرورت سے نہیں تھی بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عشق کی وجہ سے خون یا بول پیا تھا اور عمداً پیا تھا۔

بعض دیگر روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الدَّمَ کُلَّہٗ حَرَامٌ (کنز العمال، الرقم: ۴۰۹۶۱)

ان الفاظ سے عام آدمی کا خون مراد ہے نہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون

marfat.com

مبارک۔ کیونکہ آپ کے خون مبارک کا طاہر ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

نیز حرمت، طہارت کے خلاف ہے اور نہ ہی نجاست کو مستلزم ہے مثلاً انسان کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے۔ یوں ہی بلا اجازت یا ناجائز طریقے سے کسی کا مال کھانا حرام تو ہے مگر نجس نہیں۔

حرمت کی اقسام

علماء کرام نے حرمت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

حرمت باعتبار نجاست اور حرمت باعتبار کرامت

حرمت باعتبار نجاست

ایسی حرمت جو کسی چیز کے نجس اور ناپاک ہونے کی وجہ سے ہو جیسے شراب اور خنزیر وغیرہا۔

حرمت باعتبار کرامت

ایسی حرمت جو نجاست کی وجہ سے نہ ہو بلکہ بزرگی اور عظمت کی بنا پر ہو جیسے انسان کا گوشت۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام حضرت الشیخ البلقینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُ شَيْئًا مِنْ بَوْلِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَغَائِطِهٖ لَاَكَلْتُهٗ وَشَرِبْتُهٗ خدا کی قسم! اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ (بول وبراز وغائط) میں سے کچھ بھی پالیتا تو اس کو کھالیتا اور پی لیتا۔ اس مضمون کی تائید طبرانی کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ بُنِيَتْ اَجْسَادُنَا عَلٰی اَرْوَاحِ الْجَنَّةِ (اخبار اصبهان جزء۲: ۴۴۱) ہم گروہ انبیاء ہیں۔ ہمارے جسم اہل جنت کے جسموں پر پیدا کیے گئے ہیں

marfat.com

اور یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز فرمانے کی جگہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال لطافت کا یہ عالم تھا کہ جو چیز بھی آپ کے جسم اطہر سے بنتی تھی وہ بھی لطیف اور نظیف ہو جاتی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم سایہ کی وجہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس میں کثافت نام کی کوئی شئی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سایہ کثافت کا ہوتا ہے لطافت کا نہیں ہوتا۔ جتنی کوئی شئی لطیف ہوتی جائے گی اس کا سایہ غائب ہوتا جائے گا۔ چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم الطف اللطافت کے مقام پر فائز تھے اس لئے سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی میں آپ کے جسم انور کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ رقمطراز ہیں:

ہر چند بدقتِ نظر صحیفۂ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ می آید وجود آنسرور آنجا مشہود نمی گردد (دفتر سوم مکتوب:۱۰۰)

یعنی جس قدر بھی باریک نظری کے ساتھ ممکنات عالم کے صحیفے کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک عالم ممکنات میں دکھائی نہیں دیتا۔

اسی مکتوب گرامی میں چند سطور کے بعد آپ فرماتے ہیں:

وچوں وجود آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکہ فوق این عالم باشد نا چار او را سایہ نبود

یعنی جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس عالم سے بلند ہے تو لازماً آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی دو

marfat.com

وجہیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود مبارک عالم ممکنات سے بلند ہے اور شمس وقمر کا نظام ممکنات کے ساتھ وابستہ ہے

بود برتر ز انجم و افلاک
زاں نیفتاد سایہ اش بر خاک

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود مبارک نور ہونے کی بناء پر تمام ممکنات سے لطیف ہے لہٰذا آپ کے جسم مبارک کی اعلیٰ لطافت کی وجہ سے آپ کا سایہ کیسے ہوتا؟ کیونکہ سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ کا جسم مبارک سائے سے بھی زیادہ لطیف تھا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی ''یوسف زلیخا'' میں یوں گویا ہوئے

خراماں سرو او از سایہ آزاد جہاں در سایۂ آں سرو آباد
ز سایہ بود برتر پایۂ او زمین و آسماں در سایۂ او
تنش را بود از جاں پاک مایہ ندید از جان کسی برخاک سایہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہر دور میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں کہ جوں جوں انکا تعلق عالم امر سے ہوتا جاتا ہے توں توں ان کے جسموں میں لطافت ونورانیت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے۔ بشری کدورتیں ختم ہوتی جاتی ہیں اور وہ صوفی نوری بشر ہو جاتا ہے کہ اس کا سایہ بھی نہیں رہتا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

چو فنا در فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

سائے کا نہ رہنا کرامتاً نہیں بلکہ اصالتاً ایسا ہوتا ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہوتا، کہ

marfat.com

کرامت کے طور پر اس کا سایہ نظر نہ آئے، بلکہ واقعتاً اسکا سایہ نہیں رہتا۔ جیسا کہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے کہ شمس الہند حضرت سیدنا چنن شاہ نوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ (تاجدار آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ) کے جسم اقدس کا سایہ نہیں رہا تھا۔ چنانچہ جب کبھی آپ دھوپ میں باہر تشریف لاتے تو اپنے آپ کو چھپانے کیلئے چھتری سر پر تانے رکھتے تاکہ چھتری کا سایہ ہی لوگوں کو نظر آئے۔

یہ وہی خاص مقام الطف ہے جس میں غایت درجہ فنائیت کی بنا پر غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز نے قُمْ بِاِذْنِیْ فرما کر مردے کو زندہ کر دیا تھا۔

واضح رہے کہ جب صوفی احکام شرعیہ کی پابندی کرتا اور اعمال صالحہ بجالاتا ہے تو اس کے جسم سے گناہوں کی نجاستیں اور بشری کدورتیں زائل ہوتی رہتی ہیں جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَایَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰی تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ (صحیح مسلم الرقم:۳۶۱) اور خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (طبرانی کبیر۱/۹۲) سے عیاں ہے۔

حضرت امام اعظم کی کیفیت مشاہدہ

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ اہل مشاہدہ وکشف میں سے تھے۔ اس لئے لوگوں کے آب وضوء کو دیکھ کر گناہوں کو پہچان لیتے جو اعضائے وضوء سے دھل کر پانی میں گرتے۔ قطب ربانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں روایت پہنچی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے ایک شخص وضوء کررہا تھا۔ حضرت امام نے اس کے وضوء

marfat.com

کے بہتے ہوئے پانی کو دیکھ کر فرمایا اے بیٹے! ماں باپ کو ایذاء دینے سے توبہ کر، اس نے فوراً توبہ کرلی ایک دوسرے آدمی کا غسالہ دیکھ کر فرمایا اے بھائی زنا سے توبہ کر، ایک اور شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا اے بندے! شراب پینے اور مزامیر سے توبہ کر، وہ دونوں تائب ہوگئے۔

(المیزان الکبری، مزید تفصیلات کیلئے البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۹ ملاحظہ ہو)

غرضیکہ جوں جوں کدورت، نجاست اور کثافت ختم ہوتی جاتی ہے توں توں طہارت، نفاست اور لطافت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے اس لئے اس قسم کے صوفی اور ولی کے جسم کو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی اس کے جسم میں کثافت ہو تو مٹی، مٹی کو کھائے، مٹی تو اس چیز کو اپنی لپیٹ میں لیتی (کھاتی) ہے جو اس کی جنس سے ہو زمین (مٹی) والی جنس تو اس عارف کے جسم میں رہتی ہی نہیں اس لئے مٹی اس کے جسم کو کھاتی نہیں مختصر یہ کہ قبروں میں جسموں کا محفوظ رہنا محض ولایت کی وجہ سے نہیں بلکہ لطافت کی بنا پر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ (البقرہ۲:۲۰) سے واضح ہے۔

صاحبِ کشاف علامہ جاراللہ زمخشری کا مختصر تعارف

۵ ابو القاسم محمود بن عمر ۲۷ رجب ۴۶۷ھ کو خوارزم میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ کے قرب و جوار میں رہ کر علوم دینیہ حاصل کئے اسی لئے جاراللہ (اللہ کے ہمسائے) کے لقب سے شہرت پائی۔ عربی زبان، ادب اور علوم دینیہ کے بڑے ماہر تھے مگر اعتزال کی طرف مائل تھے۔ اہل علم کے نزدیک علامہ زمخشری، صاحب کشاف کے نام سے مشہور ہوئے۔ قرآن مجید کی تفسیر ''کشاف'' کے نام سے تحریر فرمائی جس میں انہوں نے لاینحل عقدے حل کئے اور گرہیں کھولی ہیں۔ اس لئے ان کو صاحب

marfat.com

کشاف کہا جاتا ہے۔علامہ اقبال مرحوم نے تفسیر کشاف کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

عرفہ کے روز ۵۳۸ھ جرجانیہ کے مقام پر خوارزم میں وفات پائی۔

طیبات سے مراد مستلذات ہیں

٦ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے بھی طیبات سے مراد مستلذات لی ہیں اور علامہ جاراللہ زمخشری نے بھی یہی مراد لی ہے۔ گو دونوں حضرات کے نزدیک طیبات سے مراد مستلذات ہیں لیکن مستلذات کا معنی علامہ زمخشری نے اس لئے کیا کہ لذیذ کھانے شکر کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے مستلذات کے کھانے کو اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْن (البقرہ۲:۱۷۲) کی شرط کے ساتھ مشروط فرمایا۔

منعم کی زبان یا ہاتھ یا قلب سے تعریف کرنے کو شکر کہا جاتا ہے صرف زبان سے ''شکر، شکر کرنا'' شکر نہیں بلکہ احکام خداوندی کی تعمیل اور عبادات کی بجاآوری کا نام شکر ہے۔ اہل سنت و جماعت کے علمائے شریعت اور مشائخ طریقت کے مطابق عقائد کی درستگی، احکامات کی تعمیل، قلبی تنویر اور باطنی تطہیر کا اہتمام کرنا سالک کیلئے ازبس ضروری ہے تاکہ حق تعالیٰ منعم حقیقی کا شکر ادا ہو سکے اور وہ انعامات کی کثرت اور عنایات کی زیادت کا باعث ہو۔ واللہ الموفق

یاد رہے کہ شکر اللسان، شکر الارکان اور شکر الجنان سب عبادات واعمال کے قبیل سے ہیں۔ چونکہ عادت اور عبادت کے درمیان تمیز نیت کرتی ہے اس لئے نیت کا درست کرنا نہایت ضروری ہے اور اعمال کی قبولیت کا دارومدار اسی پر ہے۔ جیسا کہ

marfat.com

اِنَّـمَا الْاَعْـمَـالُ بِالنِّيَّاتِ (صحیح البخاری، ارقم:۱) سے عیاں ہے حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک سارا دین علم، عمل اور اخلاص (صدق نیت) پر مشتمل ہے۔ علم اور عمل علمائے اہل سنت سے ملتا ہے جبکہ اخلاص مشائخِ اہل سنت سے ملتا ہے۔ اس لئے اہل سنت و جماعت علماء سے بھی شرف تلمذ حاصل کرتے ہیں اور صوفیاء و اولیاء کے بھی نیاز مند ہوتے ہیں۔ والحمد للّٰہ علی ذالک

marfat.com

منہا-۱۷

قال بعض المشائخ قدس اللّٰہ تعالٰی اسراھم من عرف اللّٰہ لا یضرہ

بعض مشائخ اللہ تعالیٰ ان کے اسرار کو پاکیزہ بنائے نے ارشاد فرمایا جسے اللہ کی

ذنبٌ ای الذنب الذی اکتسبَ قبلَ المعرفۃ لان الاسلامَ یجُبُّ ما کان

معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا [1] یعنی جس گناہ کا ارتکاب اس نے

قبلہ و حقیقۃُ الاسلام ھو معرفُۃ اللّٰہ سبحانہ علٰی طریقۃ الصوفیۃ بعد

معرفت سے پہلے کیا کیونکہ اسلام ماقبل (کے گناہوں) کو ختم کردیتا ہے اور حقیقت

الفنَاء و البقَاء

اسلام اللہ سبحانہ کی معرفت ہی ہے۔ (جو) صوفیاء کے طریقہ پر فنا اور بقا کے بعد (حاصل ہو)

[1] زیرِ نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز نے بعض صوفیائے کرام کے ایک مقولہ کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ وہ مقولہ یہ ہے کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَضُرُّہٗ ذَنْبٌ یعنی جس عارف کو حق تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ بیان مسئلہ سے قبل معرفت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

معرفت

معرفت کے معنی پہچاننے اور ایمان کے معنی گرویدہ ہونے کے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شناخت (معرفت) تو ہوتی ہے مگر ایمان نہیں ہوتا۔ جس

marfat.com

طرح کہ یہود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تو تھی جیسا کہ آیت کریمہ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ (البقرہ۲:۱۴۶) سے واضح ہے۔ مگر عداوت وبغاوت کی وجہ سے ایمان سے محروم رہے۔

معرفت کی اقسام

اہل اللہ نے معرفت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

صورت معرفت اور حقیقت معرفت

صورت معرفت

یہ ہے کہ نفس امارہ کی جہالت کے باوجود لطیفہ قلب کے ساتھ محدود ہوتی ہے۔

حقیقت معرفت

یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی جبلی جہالت سے باہر نکل آئے اور شناسائی پیدا کر لے حق تعالیٰ نے محض اپنے کمال فضل سے صورت معرفت کو نفس ایمان میں اعتبار کیا ہے اور نجات کو اس کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ صورت ایمان کو بھی معتبر سمجھا ہے اور جنت میں دخول اس پر مترتب فرمایا ہے۔ لہٰذا صورت ایمان میں صورت معرفت کافی ہے اور حقیقت ایمان میں حقیقت معرفت کے بغیر چارہ نہیں۔

صورت عوام کا حصہ ہے اور حقیقت خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔

حق معرفت

معرفت کا حق یہی ہے کہ حق سبحانہٗ کو ان تمام کمالاتِ تنزیہات اور تقدیسات کے ساتھ پہچانا جائے جن کو شریعت مطہرہ نے بیان کیا ہے کیونکہ اس سے ماوراء کسی چیز

marfat.com

کی معرفت باقی نہیں رہتی جو حق معرفت کو مانع ہو۔ دراصل وہی حقیقت معرفت ہے جو معرفت سے عجز کے ساتھ مربوط ہے جیسا کہ بِاَ نَّہٗ لَا یُعْرَفُ (وہ پہچانا نہیں جاتا) سے واضح ہے۔ کیونکہ معرفت سے عاجز ہونا ہی معرفت ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ فَسُبْحَانَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلْ لِلْخَلْقِ اِلَيْهِ سَبِيْلاً اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ مَّعْرِفَتِهٖ (دفتر سوم مکتوب: ۱۲۲) یعنی معرفت کے ادراک سے عاجز ہونا ہی اس کی معرفت کا ادراک ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت سے عجز کے سوا اپنی مخلوق کے لئے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو خیر الامم امت کے رئیس اور سردار ہیں اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں تو دوسرا کون ہے جو معرفت کا دعویٰ کرے۔

بلکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی یوں بھی منقول ہے لِلّٰهِ تَعَالٰی اَخَصُّ وَصْفٍ لَا يَعْرِفُهٗ سِوَاهُ (مکتوبات صدی) اللہ تعالیٰ کی بعض خاص صفات ایسی بھی ہیں کہ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ شاید کسی شاعر نے ان فرمودات کے پیش نظر ہی کہا ہے

سبحان خالقے کہ صفاتش نہ ز کبریا
بر خاک عجز می فگند عقل انبیاء

تخلیق انسانی سے مقصود معرفت ہے

اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کی تخلیق اپنی عبادت کے لئے فرمائی ہے اور عبادت کا مقصود معرفت ہے۔ جیسا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (الذاریات ۵۱:۵۶) اَیْ لِيَعْرِفُوْنَ سے عیاں ہے۔ جس سے وجوب

marfat.com

معرفت مفہوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے واجب ہونے کا معنی یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے، اس کا پہچاننا واجب ہے اور ہر وہ معرفت جو شریعت کے بغیر حاصل کی جائے، اس کو اس فقیر کے نزدیک معرفت خدا کہنا جسارت ہے اور حق تعالیٰ پر ظن وتخمین کا حکم کرنا ہے اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (الاعراف ۷:۲۸) کیا تم اللہ تعالیٰ کیلئے وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ شاید اسی لئے امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَلٰكِنْ عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اگرچہ یہ قول اکثر لوگوں پر گراں ہے لیکن بہت معقول توجیہہ کے قابل ہے کیونکہ معرفت کا حق یہی ہے۔ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی مکتوب: ۱۲۲)

marfat.com

فیجب حصولُ هذهِ المعرفة الذنوب التی کانت حاصلةً قبلها ویمکن

پس اس معرفت کا حصول ان گناہوں کو کھینچ کر نکال دینا ہے جو اس (معرفت) سے

ان یرادَ بالذنب الذنبُ الذی یحصُل بعد هذه المعرفة فیُراد بالذنب

پہلے موجود تھے[۲] اور ممکن ہے اس گناہ سے مراد وہ گناہ ہو جو اس معرفت کے بعد

الذنبُ الصغیر لاالکبیر لاَنَّ اولیاءَ اللّٰہ محفوظون عنه و عدم ضره

سرزد ہوئے پس مراد ہوگا اس گناہ سے صغیرہ گناہ نہ کہ کبیرہ[۳] کیونکہ اولیاء اللہ اس

بعدم الاصرار والتدارک بلافصل بالتوبة و الاستغفار

(کبیرہ) سے محفوظ ہوتے ہیں اور اس (صغیرہ) کا نقصان نہ دینا عدم اصرار کی وجہ سے

ویجوزان یکونَ معناہ لا یصدر عنه ذنبٌ لان عدم صدور الذنب

ہے اور بغیر کسی تاخیر کے توبہ اور استغفار سے (اس کا) تدارک کرنا ہے[۴] اور اس کا یہ معنی بھی جائز ہے کہ اس سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا کیونکہ گناہ کا صادر

پہلی توجیہہ

۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز بیان کردہ معقولہ کی پہلی توجیہہ بیان فرمارہے ہیں کہ

جب صوفی اور سالک کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوجاتی ہے اور یہ معرفت اکابرین طریقت کے بیان فرمودہ نصاب سلوک کے مطابق فنا اور بقا کی منازل طے کرلینے کے بعد حاصل ہوتی ہے جو حقیقت اسلام پر منتج ہوتی ہے۔ لہٰذا جب عارف عروجی مدارج اور نزولی مراتب کے بعد مقام معرفت پر متمکن ہوجاتا ہے تو اس حصول معرفت سے پہلے جو گناہ بھی اس سے سرزد ہوگئے تھے وہ اسے ضرر نہیں دیتے کیونکہ یہ

marfat.com

معرفت ان گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ وہ عارف اب اسلام حقیقی سے شاد کام ہو جاتا ہے اور اسلام ماقبل گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ یہاں اسلام کی اقسام ہدیہ قارئین ہیں۔

اسلام کی دو قسمیں

عرفاء کے نزدیک اسلام دو قسم کا ہے

اسلام صوری اور اسلام حقیقی

اسلام صوری

اسلام صوری علمائے ظواہر کا اسلام ہے۔ جنہوں نے مصداقات قضایائے شرعیہ کو کشفی نظر سے دیکھا تو نہیں مگر دل سے تسلیم ضرور کرتے ہیں۔ انہیں اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ کا درجہ حاصل ہے۔ اسے صورت اسلام بھی کہتے ہیں۔

اسلام حقیقی

اسلام حقیقی صوفیائے محققین اور عرفائے کاملین کا اسلام ہے۔ جنہوں نے مصداقات قضایائے شرعیہ کو کشفی نظر سے مشاہدہ بھی کیا ہے اور زبان وقلب سے تسلیم و تصدیق کے مرتبے پر بھی فائز ہیں اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ (صحیح البخاری، الرقم: ۴۸) کی نوید سے بھی شاد کام ہیں۔ ان کا ایمانِ استدلالی، ایمانِ شہودی سے تبدیل ہو چکا ہے اور ان کے علوم اجمالی ان کے حق میں تفصیلی ہو چکے ہیں اور وہ شنید سے دید تک اور گوش سے آغوش تک پہنچ چکے ہیں۔ فھذا ھو المراد

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۳)

یاد رہے کہ وہ علماء جو تصوف وطریقت سے عدم دلچسپی کی بنا پر فنا اور بقا کے مراتب ومنازل سے بہرہ ور نہیں ان کے پاس صرف صورت اسلام ہے جو اضافی اور رسمی اسلام ہے۔ یہ لوگ حجازی اوصاف واطوار اور پاکیزہ اخلاق وکردار سے خالی

marfat.com

ہوتے ہیں۔ یہ لوگ قیل وقال تک محدود اور کشف وحال سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔
علامہ اقبال مرحوم نے انہی لوگوں کے متعلق کہا ہے

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں، روح بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا علامہ، محدث، مفسر اور محقق کیوں نہ ہو جب تک وہ کسی عارف کامل اور شیخ طریقت کی زیر نگرانی فنا اور بقا کی منازل طے نہیں کر لیتا وہ حقیقت اخلاص، اسلام حقیقی اور حقیقت ایمان سے محروم ہی رہتا ہے۔ اسکے پاس صورت اخلاص اسلام صوری اور صورت ایمان ہی ہوتا ہے جو کسی وقت بھی اغواء اور گمراہ ہو سکتا ہے۔

صوفیائے کرام کا مقولہ یوں ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا يَضُرُّهُ ذَنْبٌ جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ جبکہ اسی مفہوم سے ملتا جلتا ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات بھی ہے اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا لَمْ يَضُرَّهٗ ذَنْبٌ (الدر المنثور جزء ۲: ۲۶) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کا کوئی گناہ اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔ (مکتوبات صدی مترجم: ۳۲۶)

دوسری توجیہہ

۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صوفیاء کے مقولہ کی دوسری توجیہ بیان فرما رہے ہیں ممکن ہے کہ اس مقولہ میں گناہ سے مراد وہ گناہ ہوں جو حصول معرفت کے بعد عارف سے سرزد ہو گئے ہوں اور گناہ بھی وہ جو صغیرہ ہوں نہ کہ کبیرہ کیونکہ اہل اللہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں۔ یہاں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی اور گناہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

marfat.com

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِ ثْمُ مَاحَاكَ فِیْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (صحیح مسلم، الرقم:۴۶۳۳) یعنی نیکی حسن خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے۔ جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناپسند کرے۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے۔

اَلْاِثْمُ مَاحَاكَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ

(روضۃ المحدثین، الرقم:۳۲۵۷)

یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جس سے سینے میں تردد پیدا ہو۔

گناہ کی اقسام

گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱......گناہ صغیرہ ۲......گناہ کبیرہ

حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ گناہ کبیرہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

اِنَّ الْكَبِيْرَ كُلُّ ذَنْبٍ رَتَّبَ الشَّارِعُ عَلَيْهِ حَدًّا اَوْ صَرَّحَ بِالْوَعِيْدِ فِيْهِ (تفسیر البیضاوی، جزء۱:۴۵۰) یعنی ہر وہ فعل جس کے لئے شارع نے کوئی حد مقرر کی ہو یا اس پر عذاب کی وعید سنائی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

روایات میں درج ذیل گناہوں کو کبیرہ فرمایا گیا ہے

۱۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ۲۔قتل بے گناہ ۳۔پاکباز خاتون پر بہتان ۴۔یتیم کا مال کھانا ۵۔زنا ۶۔میدان جہاد سے فرار ۷۔والدین کی نافرمانی

گناہ کبیرہ کی تعیین میں علماء نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہے جیسا کہ علم کلام اور فقہ کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہُ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے تہجد کے بعد یہ خیال گزرا کہ بارگاہِ الٰہی میں متوجہ ہونا چاہیے اور گناہ کبیرہ کی تعیین کو سمجھنا چاہیے۔

marfat.com

تھوڑی سی توجہ کے بعد مجھے بتایا گیا کہ گناہِ کبیرہ صرف سات ہیں۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ''سات موبقات، مہلکات سے بچو''۔یہ مہلکات وہ ہیں جن کی جڑ شرک ہے(اور شرک کے علاوہ) چھ گناہ اس کے گرد گھومتے ہیں۔گویا شرک ایک تنا ہے اور چھ کبائر اس کی شاخیں ہیں۔ان کے علاوہ دوسرے گناہ صغیرہ کے دائرے میں داخل ہیں۔بعض صغائر (شرکِ صغیرہ) کی تعیین بھی آپ فرماتے تھے۔مثلاً سود کھانا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا کہ ان کو آپ شرکِ صغیرہ کہتے تھے۔ (حضرات القدس جلد دوم)

یاد رہے کہ شرعی ممنوعات کے ارتکاب کے بعد ندامت پیدا نہ ہونا بلکہ گناہ کے بعد لذت اور خوشی محسوس ہونا نہایت قابل افسوس ہے کیونکہ گناہ سے لذت حاصل کرنا گناہ پر اصرار کے مترادف ہے اور صغائر پر اصرار کبائر تک پہنچا دیتا ہے اور کبائر پر اصرار کفر کی دہلیز ہے۔ (مکتوبات امام ربانی)

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اگرچہ صغائر سے بھی توبہ کرنا ضروری ہے مگر اعمال صالحہ اور افعال پسندیدہ صغائر کے لئے کفارہ بنتے رہتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّأٰتِ (ھود۱۱:۱۱۴) سے عیاں ہے۔

عارفین کبیرہ گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں

۴ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حصول معرفت کے بعد اگر عارف سے کوئی صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اسے ضرر نہیں دیتا البتہ کبیرہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ عارفوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ اگر عارف سے صغیرہ گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو وہ مستمر علی الذنوب نہیں ہوتا اس پر قائم اور ڈٹا نہیں رہتا، فوراً تائب ہو جاتا ہے تو گویا یہ توبہ و استغفار گناہوں کو فوراً مٹا دیتی ہے۔

marfat.com

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صرف انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں صحابہ کرام، اہلبیت عظام اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین گناہوں سے معصوم نہیں، محفوظ ہیں محفوظ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے حفاظت میں رکھتا ہے۔

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا اولیائے کاملین اور عارفین سے کبیرہ گناہ کا ارتکاب ممکن ہے یا نہیں؟

صوفیاء کے نزدیک عارف سے کبائر بھی سرزد ہوجاتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ انہیں توبہ واستغفار کی توفیق مرحمت فرما کر گناہوں کی آلائشوں سے پاک کردیتے ہیں۔ یہ جو بعض بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ عارف کبیرہ گناہ نہیں کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ پر مصر نہیں ہوتا یعنی بار بار گناہ نہیں کرتا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک اولیائے کاملین اور عارفین کبائر سے محفوظ ہوتے ہیں۔البتہ اعمال صالحہ بجالانے سے صغائر کی تلافی وتدارک ہوتا رہتا ہے کیونکہ اگر ان سے کوئی خلاف اولیٰ کام سرزد ہوجائے تو پہلے وہ دل میں نادم ہوتے ہیں، خلوت میں جاکر آہ وبکا کرتے ہیں کیونکہ گناہ (صغیرہ) اور لغزش کی وجہ سے ان کے قلب پر حجاب آجاتا ہے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرتے ہیں بارگاہ قدس کی طرف سے معافی کی بشارت ملنے پر حجاب اٹھ جاتے ہیں۔

عارف صغیرہ گناہ پر اصرار وتکرار نہیں کرتا، جونہی گناہ سرزد ہوجائے فوراً قلب میں ندامت وشرمندگی محسوس کرتا ہے۔ بغیر کسی تاخیر کے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرتا ہے لہٰذا گناہ کی تلافی وتدارک ہونے کی وجہ سے گناہ اسے ضرر نہیں دیتا۔(وللّٰہ الحمد)

marfat.com

ملزومٌ لعدم ضره فذكر اللازمَ واراد الملزومَ ، وما توهم الملاحدةُ من

نہ ہونا اس کے نقصان نہ دینے کو ملزوم ہے پس لازم کو ذکر کیا اور اس سے مراد ملزوم لیا۵

هذه العبارة من اَنْ يَّسع للعارف ارتكاب الذنوبُ لعدم ضرها فباطلٌ

اور جو بے دینوں کو اس عبارت سے وہم ہوا ہے کہ عارف کو ارتکاب گناہ کی گنجائش ہے

قطعاً وزندقة صريحاً

کیونکہ وہ (گناہ) اسے نقصان نہیں دیتے۔ یہ (وہم) قطعاً باطل اور صریحاً زندقہ ہے ۶

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز صوفیاء کے مقولے کی چوتھی توجیہہ بیان فرما رہے ہیں۔ یہ امر بھی جائز ہے کہ لا یضرہ ذنب کا معنی یہ ہے کہ عارف سے حصول معرفت کے بعد کوئی گناہ سرزد نہ ہو کیونکہ عارف سے جب گناہ کا صدور وارتکاب ہی نہیں ہوگا تو اسے نقصان کیا دے گا، نقصان تو تب ہو جب گناہ صادر ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گناہ ہر کسی کو نقصان دے سکتا ہے۔ عارف کو نقصان نہیں دیتا یعنی ہر شخص سے گناہ واقع ہو سکتا ہے مگر عارف گناہ کرتا ہی نہیں تو نقصان کیسے ہوگا؟

ملاحدہ کی تردید

۶ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں ملحدوں اور بے دینوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ انہوں نے صوفیاء کے مقولہ سے مراد یہ لیا ہے کہ عارف کو باطنی طور پر یہ گنجائش ہوتی ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ کا ارتکاب کرے یا کبیرہ کا فلہٰذا عارف سے صغیرہ گناہ بھی واقع ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ بھی لیکن اس کا بگڑتا کچھ نہیں۔ ملاحدہ اپنے اس مؤقف کی دور از کار تاویلات کرتے ہیں جو سب عبث اور فضول ہیں۔

marfat.com

اولئک حزبُ الشیطان اَلا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون ربنا لا

یہی شیطان کا گروہ ہے خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے اے

تزغْ قلوبَنا بعد اذ ھدیتنا وھبُ لنا من لدنکَ رحمۃً انک انت

ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی

الوھاب" وصلے اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وسلم وبارک

طرف سے رحمت عطا فرما یقیناً تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار حضرت محمد اور آپ کی آل پر صلوات وتسلیمات وبرکات نازل فرمائے۔

ان بے دینوں کا یہ مؤقف قطعاً باطل اور صریح بے دینی ہے۔ درحقیقت یہ شیطانی گروہ ہے جو ہمیشہ خائب وخاسر اور ذلیل ورسوا ہوتا رہے گا۔

حضرت امام ربانی کی دعا

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ملحدوں کی تردید وتغلیط کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں ملتجی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرمانا۔ یقیناً تو ہی سب سے زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔ اس لئے ہمیں راہ ہدایت پر استقامت گزیں فرمانا اور اپنے فضل وفتوحات کے دروازے ہم پر کھولے رکھنا۔ اللھم آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دعا کے معاً بعد آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ قدس میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس کے بغیر دعا زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتی ہے، حریم قدس جلّ سلطانہٗ میں شرف قبولیت نہیں پاتی۔

marfat.com

وارجوا من اللّٰہ الکریم الواسع مغفرتہٗ ان لا یضر الذنبُ المکتسبُ قبل

اور میں اللہ کریم وسیع مغفرت والے سے امید رکھتا ہوں کہ نہیں نقصان پہنچائیں گے

المعرفۃ للعارف المتحقق بحقیقۃِ الاسلام وانْ کان ذالک الذنبُ من

معرفت سے قبل ارتکاب کردہ گناہ اس عارف کو جو حقیقت اسلام سے متحقق ہے [۱]

قبیل المظالم وحقوقِ العباد لما ھو سبحانہ المالکُ علی الاطلاق

اگرچہ وہ گناہ مظالم اور حقوق العباد کے قبیل سے ہی ہو کیونکہ وہ (اللہ) سبحانہ مالک علی الاطلاق ہے

عارفین کے گناہوں کی مغفرت

[۱] اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز بیان فرمارہے ہیں کہ یہ فقیر اللہ کریم وسیع مغفرت والے سے امید رکھتا ہے کہ جو عارف حقیقت اسلام سے متحقق و مشرف ہوجائے حصول معرفت سے پہلے جو گناہ اس سے سرزد ہوگئے ہوں خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ چاہے ان کا تعلق مظالم سے ہو یا حقوق العباد کے قبیل سے، اس عارف کو وہ گناہ نقصان نہیں دیتے کیونکہ اللہ کریم مالک علی الاطلاق ہے، اس کا کرم اور بخشش ومغفرت کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں کہ اگر ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ بخشے گا ورنہ اللہ بھی نہیں بخشے گا یہ نہیں کہا جاسکتا اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت کا مالک ہے جسے چاہے بخشے اگر اللہ تعالیٰ عارف کے حقیقت اسلام اور حقیقت ایمان سے متحقق ہونے سے قبل المعرفت کے مظالم اور حقوق العباد بھی معاف کردے تو اس کی رحمت سے کوئی بعید نہیں ہے لیکن یہ تخصیص عام لوگوں کیلئے نہیں بلکہ العارف المحقق بحقیقت الاسلام کیلئے ہے۔

marfat.com

وقلوب العباد بین اصبعیہ من اصابعہ یقلّبہا کیف یشاء و مطلق الاسلام

اور بندوں کے دل اس کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں انہیں الٹتا پلٹتا

یجبُ من الذنوب ماسوی المظالم وحقوقِ العباد کمالا یخفٰی فاِنَ

ہے جیسے چاہتا ہے[۲] اور مطلق اسلام مٹا دیتا ہے ان گناہوں کو جو مظالم اور حقوق العباد

لِحقیقۃِ الشیئی وکمالہ مزیۃً لَیْسَ لمطلقہٖ.

کے علاوہ ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ کسی شئی کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اس شئی کے مطلق کو نہیں ہے[۳]

۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس سے قوی امید رکھتے ہوئے یہ بیان فرمارہے ہیں کہ عارف کے اسلام حقیقی سے متحقق ہونے سے قبل کے گناہوں اور حقوق العباد کی بخشش کا کوئی نہ کوئی سامان کردیا جائے گا وہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ خصوصی کرم فرماکر اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف کرکے انکے قلوب میں جذبہ رحم پیدا کردے گا کیونکہ بندوں کے دل اس کی انگلیوں (کما یلیقُ بشانہٖ) کے درمیان ہوتے ہیں۔ وہ ان کے دلوں سے جذبہ انتقام کو جذبہ رحم میں بدل کر فرمائے گا کہ یہ میرا بندہ ہے اگر تیرے حقوق اس نے ضائع کئے ہیں آخر تو نے بھی تو کسی کے حقوق ضائع کئے ہیں، میں تجھے معاف کرتا ہوں تو اسے معاف کردے یوں معافی کے باہمی تبادلے سے عارف کی بخشش کا سامان ہوجائے گا۔ (واللّٰہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

۳ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرمارہے ہیں کہ جب کوئی غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو مظالم اور حقوق العباد کے علاوہ اس کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں یہ مطلق اسلام کا مرتبہ ہے۔

marfat.com

اسلام کی اقسام

اہل طریقت نے اسلام کی دوقسمیں بیان فرمائی ہیں۔

مطلق اسلام اور اسلام مطلق

مطلق اسلام کوصورت اسلام بھی کہا جاتا ہےاور اسلام مطلق کوحقیقت اسلام بھی کہتے ہیں۔

مطلق اسلام سے مظالم وغیرہا کے علاوہ تمام گناہ مٹادیئے جاتے ہیں اور اگر کسی خوش بخت کواسلام مطلق کی دولت نصیب ہوجائے تواللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید واثق ہے کہ اس کے حقوق العباد اور مظالم کی معافی کی بھی کوئی نہ کوئی سبیل نکل ہی آئے گی کیونکہ کسی شئی کی حقیقت اوراس کے کمال کو جو برتری وفضیلت حاصل ہوتی ہے وہ صورت اور مطلق شئی کوحاصل نہیں ہوتی۔ کمالا یخفیٰ علی اربابِ البصیرۃ

ایک سوال اوراس کا جواب

یہاں قارئین کے ذہن میں سوال آئے گا کہ مسئلہ یوں ہے کہ حقوق العباد معاف نہیں ہوتے توپھر خاص بندوں کو یہ فضیلت کیوں کرملی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عام لوگوں کے حقوق کی معافی کا مسئلہ نہیں بلکہ اس عارف کی بابت کلام ہورہا ہے جوحقیقت اسلام سے متحقق ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز اَرْجُوا کہہ کر اللہ کریم وسیع المغفرت والے سے رحم وکرم کی امید کا اظہار فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اس کی مغفرت ورحم وفضل کسی قید کے ساتھ مقید نہیں۔ نیز جس عارف اکمل کو اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب نصیب ہوا ہے، اس قرب کا اعتبار کرتے ہوئے اگر اللہ تعالیٰ اس کے قبل المعرفت جرائم ومظالم کی معافی کی کوئی سبیل کردے تو اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل بھی

marfat.com

نہیں بلکہ یہ عارف کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے اعزاز وانعام ہے۔ واللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء

مزید برآں جب تک متعلقہ شخص حقوق معاف نہیں کرے گا معافی کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ یہ مسئلہ بھی حق اور بجا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مزدلفہ کی صبح وعدہ فرمایا تھا کہ آپ کی امت کے حقوق العباد کا بھی کوئی حل نکالیں گے وہ بھی سب کیلئے نہیں بلکہ جس پر وہ خاص مہربان ہوگا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

marfat.com

منہا-۱۸

حق سبحانہ وتعالیٰ بذات خود موجود ست نہ بوجود

حق تعالیٰ سبحانہٗ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے [1] نہ کہ وجود کے ساتھ،

بخلافِ سائر موجودات کہ بوجود موجود ند

تمام موجودات کے بر خلاف جو وجود کے ساتھ موجود ہیں۔

حق تعالیٰ اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں

[1] زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ اپنی ذات کے ساتھ خود بخود موجود ہے۔ وہ اپنی موجودیت (موجود ہونا) میں وجود کا محتاج نہیں جبکہ مخلوق بذات خود موجود نہیں۔ بلکہ جملہ مخلوقات اور جمیع ممکنات اپنی موجودیت میں وجود کے محتاج ہیں، خالق اور مخلوق کے درمیان یہی امتیاز ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو موجودیت میں وجود کا محتاج تسلیم کیا جائے تو یہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (العنکبوت ۲۹:۶) کے خلاف ہے۔

⊙ ...... وجود کا لغوی معنی بودن ''ہونا'' ہے۔ جملہ کائنات و جمیع ممکنات کسی نہ کسی وجود کے ساتھ موجود ہیں جیسے میز موجود ہے کسی وجود کے ساتھ، اگر لکڑی نہ ہوتی تو میز کی یہ شکل وصورت نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سبحانہٗ اپنی موجودیت میں کسی وجود کا محتاج نہیں، جب اشیائے کائنات نہ تھیں اللہ تعالیٰ تو اس وقت بھی موجود تھا جیسا کہ کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنْ مَّعَہٗ،

marfat.com

شئی ءٌ سے عیاں ہے۔

اس مسئلہ میں جمہور متکلمین اہلسنت اور صوفیائے وجودیہ کا اختلاف ہے۔

صوفیائے وجودیہ کا مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنی ذات کے ساتھ موجود نہیں بلکہ وجود کے ساتھ موجود ہے اور وہ وجود اس کا عین ہے غیر نہیں جبکہ جمہور متکلمین اہلسنت کا مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی موجودیت میں کسی شئی کا محتاج نہیں حتی کہ وہ اپنی ذات کی موجودیت کیلئے وجود کا بھی محتاج نہیں۔

متکلمین اہل سنت اور ابن عربی قدس سرہٗ

حضرت ابن عربی قدس سرہٗ متکلمین اہل سنت کو علمائے ظواہر جانتے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ علماء معرفت سے خالی ہیں، ان کا علم توحید کامل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کی مخالفت حضرت ابن عربی کی کتب میں بکثرت ملتی ہے اور وہ صوفیائے وجودیہ جو حضرت ابن عربی قدس سرہٗ کے متبعین ہیں تصوف میں آپ کے ہر قول کو حجت اور حرف آخر مانتے ہیں اور اس ضمن میں یہ صوفیاء متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کی بھی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ ان تحقیقات کا ماخذ وحی الٰہی (قرآن و حدیث) ہے۔

مقام حیرت ہے کہ اہل سنت کے نامور علماء مثلاً امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، علامہ فضل حق خیرآبادی اور علامہ عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم بھی نظریہ وحدت الوجود پر سختی سے کاربند ہیں اور حضرت ابن عربی قدس سرہٗ کی تحقیقات کو حرف آخر مانتے ہیں جبکہ ان علماء و محققین نے علم العقائد متکلمین اہل سنت سے ہی حاصل کیا ہے۔ انہی کی کتب عقائد نسفی، شرح عقائد، توضیح و تلویح، مسلم الثبوت وغیرہا پڑھ کر علماء کی صف میں شامل ہوئے، یہی کتب مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں جن میں یہ

marfat.com

چیز موجود ہے کہ متکلمین کے عقائد ہی اہل سنت کے عقائد ہیں جو ان سے باہر ہوا وہ گمراہ ہو جائے گا۔

مگر جب حضرت ابن عربی قدس سرہ' متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کو رد کر کے اپنے مکشوفات پیش کرتے ہیں تو علماء اہلسنت حضرت ابن عربی قدس سرہ' کے ساتھ ہو جاتے ہیں جب ان سے وجہ پوچھی جائے تو کہتے ہیں کہ ہم چشتی ہیں، قادری ہیں، اپنی نسبتوں کا اثبات کرتے ہوئے متکلمین اہلسنت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

حالانکہ حضرت ابن عربی قدس سرہ' چشتی نہیں، بلکہ قادری تھے۔ میں نے کئی چشتی بزرگوں سے دریافت کیا ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں توحید وجودی حضرت ابن عربی قدس سرہ' کی بدولت آئی کیونکہ آپ قادری تھے مگر یہ بتائیں کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے کس بزرگ نے چشتیوں کو توحید وجودی سکھائی، اس سلسلہ عالیہ میں توحید وجودی کہاں سے چلی؟ اس سوال کا ابھی تک کسی نے مجھے جواب نہیں دیا۔

اگر حضرات چشت وراثتاً توحید وجودی کے قائل ہیں تو یہ وراثت حضرات چشت میں کہاں سے ثابت ہے؟ یہ بطور تفہیم ایک سوال ہے معاذ اللہ تنقید یا اعتراض نہیں کیونکہ بطور سوال یہ بات پوچھنے اور سمجھنے کے قابل ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت ابن عربی قدس سرہ' کے اکثر مسائلِ توحید ومعرفت جمہور متکلمین اہل سنت کے خلاف ہیں ہمارے بزرگ سنی بریلوی علماء قادری ہوں یا چشتی، سہروردی ہوں یا دیگر صوفیاء (بعض نقشبندی) متکلمین اہل سنت کی کتب پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ مگر مسائل کلامیہ میں ان کی بات کو حجت نہیں مانتے اور نظریہ وحدت الوجود کے وہ مسائل جو متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کے برعکس حضرت ابن عربی قدس سرہ سے بطور کشف ظاہر ہوئے یہ حضرات ان کو مانتے ہیں۔

marfat.com

متکلمین اہل سنت اور امام ربانی قدس سرہٗ العزیز

حضرت امام ربانی قدس سرہ' نے اپنی تصانیفِ لطیفہ میں متکلمین اہل سنت کا دفاع فرمایا ہے کیونکہ ان متکلمین نے مسائل کلامیہ، اعتقادیہ میں جتنے بھی دلائل پیش فرمائے ہیں ان کا ماخذ قرآن وسنت ہے۔ ان علماء نے وحی الٰہی پر بھروسہ کیا ہے ان کی تحقیقات واجتہادات قرآن وسنت سے ماخوذ اوران کے عین مطابق ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ' الف ثانی کے مجدد ہونے کے باوجود مسائل کلامیہ میں شیخ الاسلام حضرت امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں اور خود بھی علم کلام کے مجتہد ہیں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے:

ایں فقیررا درتوسطِ احوال حضرت پیغمبر علیه وعلی اله الصلوات والتسلیمات در واقعه فرموده بودند که تو از مجتهدان علم کلامی ازاں وقت در ہر مسئله از مسائل کلامیه ایں فقیر را رائے خاص ست وعلم مخصوص ...... رائے ایں فقیر موافق آرائے علمائے ماتریدیه است والحق که ایں بزرگواراں را بواسطه متابعت سنت سنیه علی صاحبہاالصلوٰة والسلام والتحیة شان عظیم است (مبداء معاد منہا:۲۸)

یعنی احوال سلوک کے درمیانی حالات میں ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات نے واقعہ میں اس فقیر سے فرمایا تھا کہ "تم علم کلام کے مجتہدین میں سے ہے" اسی وقت سے مسائل کلامیہ کے ہر مسئلہ میں اس فقیر کی خاص رائے اور مخصوص علم ہے...... اس فقیر کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے اور سچی بات یہ ہے کہ سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی وساطت سے ان بزرگوں کی بڑی ہی شان ہے۔

marfat.com

بعض نادان علماء اسی بناء پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی ذات اقدس پر بے جا تنقید شروع کر دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عربی قدس سرہٗ کی مخالفت کیوں کی ہے؟ ان علماء کو اتنی عقل ہونی چاہئے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے متکلمین اہل سنت کا ساتھ دیا ہے اور عقائد اہل سنت کا دفاع فرمایا ہے۔ آپ کا اس امر پر اصرار بلیغ ہے کہ علماء کی تحقیقات کا ماخذ وحی الٰہی (قرآن وحدیث) ہے اور صوفیاء کے علوم کا ماخذ ان کا کشف ہے اور کشف ظنی ہوتا ہے جبکہ وحی قطعی ہے کشف غلط ہو سکتا ہے مگر وحی الٰہی میں غلطی کا امکان واحتمال ہی نہیں تو متکلمین اہل سنت نے علوم اعتقادیہ وحی الٰہی (قرآن وحدیث) سے اخذ کئے ہیں لہٰذا یہی قطعی اور یقینی ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے جا بجا اپنی تصانیف مبارکہ میں فرمایا ہے کہ

ہمارے پاس صوفیاء کے مکشوفات کو پرکھنے کا معیار قرآن وسنت ہے اگر کشف ان کے مطابق ہو تو مان لیا جائے ورنہ رد کر دیا جائے۔ بالفاظ دیگر اگر صوفیاء کے مکشوفات متکلمین اہل سنت کی تحقیقات سے متصادم ہوں تو ہم صوفیاء کے مکشوفات کو چھوڑ دیں گے مگر متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کو ہرگز نہ چھوڑیں گے۔

وجود باری تعالیٰ اور امام ربانی قدس سرہٗ

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود نہیں بلکہ موجود بالذات ہے اور آپ اسے وجودِ حقیقی کہتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی خارج میں وجود تھا اللہ تعالیٰ کو اس وجود کی طرف احتیاج ہوئی تو اس وجود کے ساتھ مل کر اللہ ہو گیا، ایسا اس کی شان کے ہرگز لائق نہیں کیونکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کی موجودیت کے لئے وجود کا محتاج ہونا لازم آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ عالمین وممکنات کے ہر قسم کے احتیاج سے بے نیاز ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ

marfat.com

عَنِ الْعَالَمِيْنَ (العنکبوت ۲۹:۶) سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سب کمالات اس کے ذاتی ہیں، اس کے یہ کمالات کسی وجود خارجی سے اس میں نہیں آئے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کسی شئی کا محتاج نہیں ہے۔ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو سعادت العباد حصہ دوم منہا: ۶۰)

وجود باری تعالیٰ اور حضرت ابن عربی قدس سرہٗ

حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز اور ان کے متبعین دو طرح سے اپنے مؤقف کی وضاحت کرتے ہیں۔

اولاً...... یہ کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ پر ہمارا بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئی کا محتاج نہیں اور اسماء وصفات سے اللہ تعالیٰ کا وجود ظاہر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہے۔ بایں معنی کہ اس کے وجود کا تعارف کمالِ اسمائیہ اور صفاتیہ سے ہوا ہے۔ کمالِ اسمائی وصفاتی یہ ہے کہ جب کسی ذات کا تعارف وشناخت اس کے اپنے اسم (نام) اور اپنی صفت سے ہو تو وہ اسم اور صفت اس کی اپنی ہی ہوگی، غیر نہیں ہوگی لہٰذا وہ اپنے وجود کے ساتھ ہی متعارف ہوا غیر کا محتاج تو نہ ہوا۔

ثانیاً......حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک کائنات اور ممکنات وجود ہے اور اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے۔ نیز یہ وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے غیر نہیں۔ لہٰذا ممکن الوجود ہی واجب الوجود ہے اور واجب الوجود ہی ممکن الوجود ہے۔ پس واجب اور ممکن میں عینیت اور اتحاد ہے۔ چونکہ وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے۔ اگر وجود کی نفی کر دی جائے تو موجود کہاں رہے گا؟ لہٰذا وجود ہے تو موجود ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے موجود ہونے میں وجود کا

marfat.com

محتاج ہے اور وجود، ممکنات اور کائنات ہے۔ حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک کائنات غیر نہیں عین ہے یعنی یہ سب کچھ خود اللہ ہی ہے، وہ خود ہی ان صورتوں اور شکلوں میں جلوہ گر ہے۔ حق تعالیٰ سبحانہٗ کا احتیاج اِلَی الغیر تو تب ہو جب کوئی اس کا غیر ہو پھر اس کی طرف محتاجی ہو۔ جب وہ سب کچھ خود ہی ہے تو پھر محتاج کس کا؟ شرک تو تب ہو جب دوئی ہو، ان کے نزدیک غیر ہے ہی کوئی نہیں بس اللہ ہی اللہ ہے۔

امام ربانی قدس سرہٗ کا نقد ونظر

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حضرت ابن عربی قدس سرہٗ اور صوفیائے وجودیہ کے دونوں دلائل پر یوں نقد ونظر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات لاعین ولا غیر ہیں یعنی نہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں نہ غیر...... نہ داخل ہیں نہ خارج ...... نہ متصل ہیں نہ منفصل ...... بس یہ نہ ہونے کے درجے میں ہیں۔ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں سے نہیں بلکہ ان کا وجود خارجی ہے اور یہ (اسماء وصفات) ذات پر زائد ہیں اور یہی متکلمین اہلسنت کا مؤقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اس کی ذات نہیں غیر ہیں۔ لیکن یہ اسماء وصفات اللہ ہی کے ہیں مگر اس کی ذات میں نہ داخل ہیں نہ خارج۔ یعنی جب ذات میں داخل نہیں تو پھر خارج کیسے ہو گئے؟ خارج تو وہ ہوتا ہے جو پہلے داخل ہو، جب داخل ہی نہیں تو پھر خارج کیسے ہو گئیں؟ رہ گیا یہ سوال کہ پھر وہ ہیں کیا؟

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اسماء وصفات ذات میں سے نہیں ہیں البتہ ذات کے ساتھ قائم ہیں۔

marfat.com

ایک مثال

اس دقیق اور باریک مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک ہے پانی اور ایک ہے پانی کا پرنالے سے نیچے بہنا۔ پانی کی ذات پانی ہے لیکن پانی کا نیچے کی طرف بہاؤ اور نزول، پانی کا نہ عین ہے نہ غیر۔

یہ بہاؤ، پانی کا عین اس لئے نہیں کیونکہ پانی پر ایسا بھی موقعہ آیا کہ وہ پانی تو تھا لیکن اس میں بہاؤ نہ تھا بلکہ ٹھہراؤ تھا تو بہاؤ پانی کی ذات نہیں مگر یہ بہاؤ پانی کا ہی ہے اور یہ بہاؤ پانی کی صفت ہے جو پانی کی ذات بھی نہیں لیکن پانی کا غیر بھی نہیں کیونکہ پانی ہی تو بہہ رہا ہے۔ اگر ذات (پانی) نہ ہوتی تو صفت (بہاؤ) بھی نہ ہوتی۔ لہٰذا یہ صفت (بہاؤ) ذات (پانی) کا عین نہیں اور نہ ہی اس کا غیر ہے بلکہ یہ ذات کے ساتھ قائم ہے۔

ایسے ہی کائنات اور ممکنات میں پھیلاؤ اور بہاؤ، اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہی کا ہے لیکن نہ اس کا عین ہے نہ اس کا غیر ہے بلکہ اسی کے ساتھ قائم ہے حضرت امام ربانی اور متکلمین اہلسنت کا یہی مؤقف ہے۔

ثانیاً حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز حدت بصر اور تیزی نظر کے باعث وجود کے حجاب اٹھا کر موجود کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ نے واضح کر دیا کہ وجود اور ہے اور وجوب اور فلہٰذا اللہ تعالیٰ اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں بلکہ وہ بالذات موجود ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی قدس سرہُ العزیز کو معذور جاننا چاہئے اور ان کے اقوال کی تاویل کرنی چاہئے۔ جس طرح کوئی شخص کسی کی محبت میں غلطاں ہو جائے تو اس کے دل و دماغ پر محبوب کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ ہمہ وقت اسی کا نقش اس کے قلب و نظر پر چھایا رہتا ہے اور کسی شئے کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ اسے کوئی شئ

marfat.com

اچھی نہیں لگتی وہ ہر شئی کو ساقط الاعتبار سمجھ کر نفی کرتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ہر طرف یار ہی یار نظر آ رہا ہے یہ محبت کی انتہا ہے...... خدا کی انتہاء نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز خدا کے ایسے عاشق ہوئے ہیں کہ انہیں ہر طرف یار ہی یار نظر آیا غیر نظر ہی نہیں آیا اور ایسا غلبۂ محبت کی وجہ سے ہوا ہے...... یہ محبت تو ہے حقیقت نہیں۔ محبت وسیلہ اور واسطہ ہے مقصود نہیں، مقصود محبوب حقیقی ہے۔ انہوں نے وسائل اور وسائط کو مقاصد جان لیا ہے حالانکہ مقاصد بہت آگے ہیں۔

مختصر یہ کہ آپ کے نزدیک حضرت ابن عربی قدس سرہ' وسائط اور وسائل میں پھنسے رہے، مقاصد تک نہ پہنچ سکے۔ چونکہ وہ وسائط اور وسائل مقاصد ہی کے تھے اور ان میں مقاصد کی کچھ جھلک موجود ہوتی ہے اس لئے کشفی کمزوری کی وجہ سے وسائل کو مقاصد سمجھ لیا حالانکہ مقاصد اس سے وراء ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ صوفیائے وجودیہ کی زبان سے فرط محبت کی بنا پر اس قسم کے جملے نکل گئے ہیں۔ اسلئے انہیں نظر انداز کر دینا چاہئے...... طعن وتشنیع نہیں کرنا چاہئے۔ وہ محبت میں بے بس ہو کر ہر چیز کو خدا کہتے ہیں البتہ حقائق کچھ اور ہیں۔

حضرت ابن عربی قدس سرہ' نے کثرت میں وحدت کا قول اس لئے کیا کہ وہ جب مقام توحید میں غوطہ زن ہوئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کے مرتبے میں اس حد تک چلے گئے کہ انہیں ہر شے میں محبوب ہی نظر آیا، اور یہ محبت کا ایک مرتبہ ہے کہ اگر آپ کو کسی سے ایسی محبت ہو جائے جو محبت کا آخری درجہ ہو تو آپ پڑھنا بھول جائیں گے، کھانا بھول جائیں گے، سونا بھول جائیں گے۔ ہزار آدمی بیٹھا ہو وہ شور مچائے آپ کو کوئی پتہ نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ کے خیالوں میں، آپ کے تصورات

marfat.com

میں، ہر وقت محبوب ہی چھایا رہے گا اور آپ کہیں گے، کوئی نہیں، بس کوئی نہیں۔
حضرت ابن عربی قدس سرہٗ نے جو کچھ کہا ہے، نہ انہوں نے علمائے متکلمین کی تحقیقات کو ملحوظ رکھا، نہ ہی انہوں نے شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول کو۔ انہیں ہوش ہی نہیں رہی، غلبۂ حال اور غلبہ محبت میں اس قدر مغلوب ہو گئے کہ ان پر محبت میں سکر طاری ہو گیا اور سکر میں انہیں جو نظر آیا انہوں نے یار ہی سمجھا۔ اس ساری کثرت میں انہیں وحدت نظر آئی، ہر شے میں انہیں خدا کے جلوے نظر آئے، شدت محبت نے ان کو اس پر مجبور کر دیا اور یہ ان کا سکر تھا۔ اس لئے نہ ان پر تنقید کرنی چاہیے نہ ان کو برا کہنا چاہیے اور نہ ہی ان پر شرک کا فتویٰ لگانا چاہئے، جبکہ بہت سارے علماء نے ان کی یہ باتیں سن کر شرک و کفر کے فتوے لگائے۔ جس طرح منصور حلاج پر فتوے لگے اس طرح ابن عربی قدس سرہٗ پر فتوے لگے۔ صوفیاء میں پہلا شخص جس نے حضرت ابن عربی قدس سرہٗ کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے کے بعد ان کو مغلوب الحال قرار دے کر ان کو غلبۂ سکر قرار دے کر، ان کے کلام کی تاویل کر کے ان کی صفائی پیش کی ہے وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں۔ ابن عربی کے تابعین جو وحدۃ الوجود پر سختی سے قائم ہوئے ہیں وہ بھی ابن عربی قدس سرہٗ کی شخصیت کو بے غبار نہیں کر سکے جتنا بے غبار حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے کیا ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ یہ فرماتے ہیں:

عجائب کاروبار است شیخ محی الدین از مقبولاں در نظر مے در آید و اکثر علوم او که مخالف آرائے اہل حق اند خطا و ناصواب ظاہر میشوند ماناکه بخطائے کشفی معذور داشته اند و دررنگ خطائے اجتہادی از ملامت مرفوع ساخته این اعتقاد خاص است این فقیر را در مادۂ شیخ محی الدین که او را از مقبولاں میداند و علوم مخائفه اورا خطاو مضر مے بیند

marfat.com

جمعے ہستند ازین طائفہ کہ ہم شیخ را طعن وملامت میکنند وہم علوم اوررا تخطۂ مینمایند وجمعے دیگر ازین طائفہ تقلید شیخ را اختیار کردہ جمیع علوم او را صواب میدانند وبدلائل وشواہد حقیت آن علوم راا ثبات مینمایند وشک نیست کہ این ہردوفریق راہ افراط وتفریط اختیار کردہ اندواز توسط حال دور ماندہ شیخ راکہ از اولیاء و مقبولان است بواسطۂ خطاء کشفی چگونہ رد کرد شود وعلوم او را کہ از صواب دور اند ومخالف آرائے اہل حق اند چگونہ بتقلید قبول توان کرد فالحق ھو التوسّط الذی وفقنی اللّٰہ سُبحانہٗ بمنہٖ و کرمہٖ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:۲۶۶)

عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین (اللہ تعالیٰ کے) مقبولین میں سے نظر آتے ہیں لیکن ان کے اکثر علوم جو اہل حق کی آراء کے مخالف ہیں خطا اور نادرست ظاہر ہوتے ہیں۔شاید ان کو خطائے کشفی کے باعث معذور رکھا گیا ہے اور خطائے اجتہادی کی طرح ان سے ملامت دور کردی گئی ہے۔شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد یہی ہے کہ ان کو مقبولین میں سے جانتا ہے اور ان کے علوم کو (جو اہل حق کے) مخالف ہیں خطا اور مضر دیکھتا ہے۔

اس گروہ (صوفیہ) کے بعض لوگ ایسے ہیں کہ شیخ کو طعن وملامت بھی کرتے ہیں اور ان کے علوم مخالفہ کو بھی غلط اور نادرست سمجھتے ہیں اور اس گروہ کے بعض لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے ان کے تمام علوم کو درست جانتے ہیں اور دلائل وشواہد سے ان علوم کی حقیقت کو ثابت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ہر دو فریق نے افراط و تفریط کا راستہ اختیار کیا ہے اور میانہ روی سے دور ہو گئے ہیں۔شیخ کو جو کہ اولیائے

marfat.com

مقبولین میں سے ہیں، خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کر دیا جائے اور ان کے علوم کو جو صحت و صواب سے دور ہیں اور اہل حق کی رائے کے مخالف ہیں، تقلید کی وجہ سے کس طرح قبول کیا جا سکتا ہے۔ پس حق اسی میانہ روی میں ہے جس کی توفیق اللہ سبحانہ' نے اپنے فضل و کرم سے مجھے بخشی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ' کے ان فرمودات کی روشنی میں حضرت ابن عربی قدس سرہ' کے علوم کی تحسین نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اگر ان علوم کو من وعن بیان کیا جائے تو اس سے ہندوؤں، جوگیوں، سکھوں، عیسائیوں اور غیر مسلموں کو مدد ملے گی کہ جب مسلمانوں کا ایک صوفی ہر شے میں اللہ مانتا ہے تو پھر ہمیں بھی پتھروں کی پوجا کرنے دو، سورج کی پوجا کرنے دو، چاند کی پوجا کرنے دو۔ یہیں سے جاہل صوفیوں نے پیروں کے آگے سجدہ کرنے کا جواز نکال لیا کہ جب اس کی تجلیات بندے میں آتی ہیں، بندہ فنا ہو جاتا ہے اور وہ باقی رہ جاتا ہے تو پھر بندہ کہاں رہا۔ اللہ ہی اللہ ہے، سجدے کرو، کس کی نماز پڑھنی ہے؟ جب بندہ اپنے آپ پر غور کرتا ہے کہ اس کثرت میں وحدت ہی جلوہ گر ہے تو میں کس کی نماز پڑھوں؟ میں کہاں سجدے کروں؟ صوفی اس مقام پر آ کر پاگل اور دیوانہ ہو جاتا ہے کیوں کہ محبت پاگل و دیوانہ کر دیتی ہے۔ اس مقام میں بہت سے فقیر نمازیں چھوڑ جاتے ہیں، اپنے مریدوں کو کہتے ہیں نمازیں چھوڑ و کوئی نماز نہیں۔ حضرت ابن عربی نے جو بات کہی تھی وہ غلبۂ حال میں کہی تھی، ان کے بس میں نہیں تھی اور یہ جو جاہل فقیر حضرت ابن عربی کو بنیاد بنا کر دین اور شریعت کے خلاف نئی نئی باتیں کرتے ہیں اس کے لئے کسی ایسے مجدد کی ضرورت تھی جو حضرت ابن عربی قدس سرہ' کے توحیدی معارف کی تاویلات کرے اور لوگوں کو بتائے کہ ابن عربی نے تو غلبۂ حال میں کہہ دیا مگر تمہیں یہ باتیں کہنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ سعادت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' کے حصہ آئی اور آپ نے حضرت ابن عربی کے متعلق راہ وسط

marfat.com

بیان فرمائی جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

ایک بات جو اغلاط العوام میں سے ہے، لوگ خواہ وہ علماء ہوں یا صوفیاء، پیر ہوں یا مرید، انہیں یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ نقشبندی وحدۃ الشہودی ہوتا ہے اور چشتی و قادری سہروردی ونوشاہی وحدۃ الوجودی ہوتا ہے ۔ یہ اغلاط العوام ہی نہیں ہے بلکہ اغلاط العلماء ہے۔مقتدر علماء، محقق، ابن محقق، جنہیں ہم حدیث وفقہ میں اپنا امام کہتے ہیں، ان سے بھی یہی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

مکتوبات امام ربانی، فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے مطالعہ کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وحدۃ الشہود کسی ایک سلسلے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے...... یہ معارف کسی ایک سلسلے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے...... وحدۃ الوجود کسی ایک سلسلے کے ساتھ مخصوص نہیں...... یہ وہ بنیادی غلطی ہے کہ

''دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار''

ہر سلسلے کے سالک کو یہ مسئلہ یوں سمجھنا چاہئے کہ وحدۃ الشہود اور وحدۃ الوجود، توحید کی معرفت کے دو پہلو ہیں۔جب صوفی اللہ کی توحید میں غوطہ زن ہوتا ہے کسے باشد، کوئی نقشبندی ہو یا قادری، سہروری ہو یا چشتی، یہ دونوں مقام آتے ہیں۔ابتداء میں توحید وجودی ظاہر ہوتی ہے، آخر میں توحید شہودی عیاں ہوتی ہے۔توحید وجودی میں ہر کوئی پہنچتا ہے خواہ وہ نقشبندی ہو، یا قادری، چشتی ہو یا سہروردی...... اپنی اپنی باطنی استعداد ہے کہ وہ بحر توحید میں غواصی کر کے موتی چنتے ہیں۔

سلطان العشاق عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی ہو کر وحدۃ الوجودی تھے۔

اسی طرح میں نے کئی نقشبندی بزرگ وحدۃ الوجودی دیکھے اور سنے ہیں۔

معلوم ہوا کہ نقشبندیوں کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحدۃ شہود انہیں ہی ملے، وہ وحدۃ الوجود میں بھی رہتے ہیں پھر اگلے مقام (وحدت الشہود) میں ترقی کر جاتے

marfat.com

ہیں کچھ نکل جاتے ہیں کچھ اسی میں رہتے ہیں۔اسی طرح آپ اب دوسری طرف جائیں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نقشبندی تو نہیں تھے۔حضور غوث پاک کے خلفاء کے خلفاء میں سے ہیں یا خلفاء میں سے ہیں آپ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ابن عربی قدس سرہٗ سے ٹکر لی اور توحید وجودی کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ نقشبندی نہیں بلکہ سہروردی تھے۔تو وہ سہروردی ہوکر وحدۃ الوجود کے خلاف تھے۔حضرت رکن الدین ابوالمکارم علاؤ الدولہ سمنانی ، یہ ابن عربی کے ہم عصر تھے انہوں نے بھی ابن عربی سے ٹکر لی اور کہا کہ تیرا نظریہ وحدۃ الوجود غلط ہے، میں اس کو تسلیم نہیں کرتا اور آپ نے اس کی مخالفت کی......اب وہ بھی تو نقشبندی نہیں ہیں۔

اسی طرح حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ان کا اپنا سلسلہ ہے۔سلسلہ کبرویہ، یہ ہندوستان میں بہت دیر تک پایا گیا ہے۔آجکل بھی خال خال اس سلسلے کے بزرگ عالم عرب میں پائے جاتے ہیں۔حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ بھی ابن عربی کے اس نظریہ وحدۃ الوجود کے مخالف تھے۔بطور تفہیم یہ چند مثالیں بیان کی گئی ہیں کہ غلطی کی وجہ سے جو بعض چشتی ہیں، ان میں سے کسی ایک بزرگ نے وحدۃ الوجود کے نظریہ کو اپنایا تو آگے جتنے بزرگ تھے اسی راہ پر چل پڑے ہیں۔

وحدت الوجود اور سلسلہ چشتیہ

عصر حاضر کے حضرات چشتیہ کہتے ہیں ہم وحدۃ الوجودی ہیں اور وحدت وجود ہماری توحید ہے، یہ تصور مبنی بر حقیقت نہیں کیونکہ اکابرین سلسلہ چشتیہ میں سے کسی نے نہ تو وحدۃ الوجود کا نام لیا اور نہ ہی اس پر کوئی کلام کیا ہے۔سب سے پہلے چشتی بزرگ، جنہوں نے وحدۃ الوجود کا نام لیا اور وجودی ہونے کا اعلان فرمایا وہ حضرت سید محمد المعروف بہ خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بہت

marfat.com

جلیل القدر بزرگ ہوئے ہیں۔جنہوں نے برصغیر پاک وہند میں سب سے پہلے فصوص الحکم کی عربی میں شرح اور مرصاد العباد کا فارسی میں ترجمہ فرمایا۔نیز معراج العاشین جواردوزبان میں تصوف کی پہلی کتاب ہے بھی آپ ہی کی تحریر فرمودہ ہے۔

میں نے کئی چشتی علماء اور مشائخ سے اس مسئلے پر گفتگو کی اور بطور تفہیم پوچھا کہ وحدت الوجود کو آپ نے کہاں سے حاصل کیا خواجہ خواجگان حضرت سیدنا معین الدین چشتی اجمیری سے یا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے، حضرت شیخ مسعود بابا فرید گنج شکر سے یا سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے؟ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) مگر جواب نہیں ملا۔

وحدت الوجود اور سلسلہ قادریہ

حضرت ابن عربی قدس سرہٗ کے معتقدین کو وحدت الوجود کی معرفت آپ سے ملی آپ خود قادری ہیں اور حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سلسلہ قادریہ کا ایک شعبہ وحدۃ الوجودی ہے سارے قادری بھی نہیں کیونکہ بہت سے قادری وحدۃ الوجود کے خلاف تھے، اس دور میں بھی اور آج بھی۔المیہ دراصل یہ ہوا کہ

سنی حکایت ہستی تو درمیان سے سنی
نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہاء معلوم

یہی حال اکثر قادری حضرات کا ہے حتی کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ خود عارفین میں سے، واصلین میں سے نہیں۔ ہمارا موٗقف یہ ہے کہ وہ اولیائے کرام میں سے ہیں۔ بہت بڑے کامل ولی ہیں عاشق رسول ہیں لیکن کسی طریقت کے مجتہد نہیں چودھویں صدی کے مجدد ہیں اہل سنت کے وہ نزاعی مسائل

marfat.com

جن میں توہین الوہیت، توہین رسالت اور توہین ولایت پائی گئی ہے ان مسائل میں آپ نے اسلام کی تجدید کر کے باطل فرقوں کا مقابلہ کیا ہے لیکن آپ کسی طریقت کے مجتہد نہیں ہیں۔ جس طرح فقہ میں مجتہد ہوتے ہیں اسی طرح طریقت میں مجتہد ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی مجتہد طریقت ہیں، عارفین کے سردار ہیں۔ یہ ان کا مقام ہے کہ وہ یہ فرق کریں کہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں میرا رستہ کون سا ہے اور میرا عرفان کیا ہے؟ یا حضرت ابن عربی مجتہد طریقت تھے۔ انہوں نے جو بھی طریقت وضع کی اس کو انہوں نے قرآن وسنت کے مطابق جانا اور اس پر ان کے دعوے موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فصوص الحکم کی ابتداء میں تحریر فرمایا ہے

فَاِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مُبَشِّرَۃٍ ...... وَبِیَدِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کِتَابٌ فَقَالَ لِیْ ھٰذَا کِتَابُ فُصُوْصِ الْحِکَمِ خُذْہُ وَاخْرُجْ بِہٖ اِلَی النَّاسِ یَنْتَفِعُوْنَ بِہٖ (فصوص الحکم:۱)

بے شک تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک کتاب تھی آپ نے فرمایا کہ یہ کتاب فصوص الحکم ہے اس کو لے لو اور لوگوں پر ظاہر کرو تا کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔

فتوحات مکیہ کے باب ۳۶۶ میں آپ قدس سرہ' لکھتے ہیں جو باتیں میں اپنی تصانیف میں لکھتا ہوں وہ میری غور وفکر سے نہیں ہوتیں بلکہ وہ میرے دل میں الہامی فرشتہ کے ذریعہ ڈالی جاتی ہیں۔

فتوحات مکیہ کے باب ۳۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں:

اور جو کچھ میں نے لکھا اور جو کچھ اس کتاب میں لکھ رہا ہوں وہ سب املائے الٰہی والقائے ربانی اور وحی روحانی کے ذریعہ ہوتا ہے اور مجھے یہ شرافت، انبیاء سے وراثت میں ان کی متابعت کرنے سے ملی ہے بوجہ استقلال کے۔

marfat.com

فتوحات مکیہ کے باب ۳۴۸ میں لکھتے ہیں:

جو کچھ میں لکھتا ہوں وہ سب ایک الہامی فرشتہ کی زبان کے ذریعہ خدا تعالیٰ ہم سے لکھواتا ہے۔

چونکہ وہ طریقت کے مجتہد تھے اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا فیصلہ کرنا بھی مجتہدین طریقت کا کام ہے۔ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علوم روحانیہ میں حضرت ابن عربی قدس سرہ' کے مقلد تھے اور انہیں کے علوم کو بیان فرماتے تھے جیسا کہ آپ کے ملفوظات میں ہے کہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ صوفیاء کہتے ہیں کہ ولایت نبوت سے افضل ہے آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد نبی کی ولایت ہے اور یہ حضرت ابن عربی قدس سرہ' کی تحقیق ہے جو آپ نے بیان فرمادی۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کسی جگہ وحدت الوجود کی حمایت کی ہے تو وہ از روئے کشف وشہود نہیں لہذا خارج از بحث ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بڑے سرکردہ صوفی، عالم دین اور صاحب باطن شمار ہوتے ہیں انہوں نے تقریباً ۱۱۴۲ھ میں ایک رسالہ بعنوان ''فیصلہ وحدت الوجود والشہود'' لکھا جو مکتوب مدنی کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ صاحب نے حضرت ابن عربی اور حضرت امام ربانی کے نظریہ توحید میں تطبیق ثابت کی ہے۔ یعنی یہ بتایا ہے کہ حقیقتاً ان دونوں بزرگوں کے خیالات میں کوئی فرق نہیں اور ان کا نزاع فی الواقع نزاع لفظی ہے لیکن ان کے بیان سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ یہ تقریر بر بنائے کشف وشہود نہیں کر رہے لہذا ان کا یہ نظریہ تطبیق خارج از بحث ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کے حامل نہیں جو یہ فیصلہ کر سکیں کہ وحدۃ الوجود حق ہے یا وحدۃ الشہود۔

مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت میں فلسفہ کے امام شمار

marfat.com

ہوتے تھے انہوں نے بھی وحدت الوجود کی تائید میں ایک رسالہ ''روض المجود'' لکھا آپ ہمارے عظیم رہنما اور بزرگ ہیں مگر آپ کو وہ روحانی مرتبہ ومقام حاصل نہیں کہ آپ یہ فیصلہ کرسکیں۔ ابن عربی اور مجدد الف ثانی کی معرفت کے درمیان تبصرہ کر کے محاکمہ کریں اور ترجیح دیں کہ وہ حق پر ہے یا یہ حق پر ہے۔

علامہ عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وحدت الوجود کی حمایت میں ایک رسالہ ''وحدت الوجود'' لکھا۔ چونکہ ان کی یہ تقریر بھی کشف وشہود سے خالی اور خالص فلسفیانہ ہے لہٰذا یہ بھی خارج از بحث ہے یہ مقام نہ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کو حاصل ہوا اور نہ اعلیحضرت فاضل بریلوی کو یہ مقام نہ مولانا فضل حق خیرآبادی کو حاصل ہوا اور نہ علامہ عبدالعلی لکھنوی کو۔ حضرت مجدد پاک کے بعد آج تک دنیا میں بالعموم اور ہندوپاک میں بالخصوص کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو یہ فیصلہ کرسکے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں کون سی توحید افضل واعلیٰ ہے، کون سی قابل تردید ہے اور کون سی قابل قبول ہے۔ اس پر صرف وہ شخص گفتگو کرسکتا ہے جو از راہ کشف وشہود گفتگو کرے۔ ہمارے جلیل القدر علماء نے اس موضوع پر جو بھی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں اپنی ترجیحات پیش کی ہیں کہ وحدت الوجود حق ہے اور وحدت الشہود ناحق ہے۔ وحدت الشہود حق ہے اور وحدت الوجود ناحق ہے۔ ان حضرات کی مسائل فقیہہ میں قابل قدر خدمات ہیں بہت کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن انہوں نے وجود وشہود کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ سب استدلال کے مرتبے میں ہے کشف وشہود کے مرتبے میں نہیں ہے۔ لہٰذا دنیائے تصوف وطریقت میں ان کا قول حجت نہیں بن سکتا۔ حضرت ابن عربی پر نقد وجرح صرف وہ کرسکتا ہے جو خود اتنا بڑا صوفی ہو کہ ہر چیز کو کشف کی نظر سے دیکھ سکتا ہو...... جو اطن بطون پر نظر رکھتا ہو...... جو توحید کی اعلیٰ منزلوں پر فائز ہو۔

الغرض میری نظر میں حضرت ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی جیسی کوئی شخصیت

marfat.com

اب تک پیدا نہیں ہوئی جس میں ان علوم توحید پر ازراہ کشف وشہود، نقد ونظر کرنے کی صلاحیت ہو جس شخصیت کو یہ اعزاز وامتیاز حاصل ہوگا وہ صرف حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اس عرصے میں جتنے لوگ ان مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑائیں گے تو وہ تقلیدی طور پر ہی دوڑائیں گے کہ مجھے طریقت میں ابن عربی کی تقلید کرنی ہے یا مجدد الف ثانی کی تقلید کرنی ہے۔ یہ سب تقلیدی لوگ ہیں بشمول ان تمام بزرگوں کے جن کا ذکر قبل ازیں ہو چکا۔ اب اگر کوئی وحدۃ الوجود کی تائید کرے گا تو وہ ابن عربی کی تقلید میں کرے گا۔ اسی طرح نقشبندیوں میں اگر کوئی آدمی وحدت الشہود کی بات کرے گا تو مجدد الف ثانی کی تقلید میں کرے گا۔ نقشبندیوں میں بھی ایسا کوئی آدمی نہیں جو یہ فیصلہ اپنے کشف وشہود سے کر سکے۔

تو میں آخری بات بڑی تحقیق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر نقد ونظر اور ان کی صحت، عدم صحت کا فیصلہ کرنا ازراہ کشف وشہود صرف وہ کر سکتے ہیں جنہیں یہ مقام نصیب ہے۔ ازروئے علم واستدلال ان مسائل پر گفتگو مناسب نہیں ہے اب میں جو چونکہ حضرت مجدد الف ثانی کی طریقت بیان کر رہا ہوں تو میں بیان کرنے کا مجاز ہوں، اس سے زیادہ اپنی طرف سے جرح قطع کرنے کا مجاز نہیں ہوں، اصل بات وہی ہے جو انہوں نے کہی۔ اس طرح جو حضرت ابن عربی کی بات کریں گے وہ ان کی بات نقل کر دیں گے اپنی طرف سے کچھ نہیں ملائیں گے۔

میرا خیال ہے اب بات سمجھ میں آ گئی کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کسی ایک سلسلے کا نظریہ نہیں ...... یہ صوفیاء کا حال ہے...... کبھی چشتی وحدۃ الشہودی ہو جاتے ہیں ...... کبھی نقشبندی وحدۃ الوجودی ہو جاتے ہیں ...... اور جو لکیر کے فقیر ہیں ...... وہ کہتے ہیں چونکہ ہمارے ایک چشتی بزرگ نے وحدۃ الوجود کی بات کی ہے لہٰذا ہم سارے وحدۃ الوجودی ہو گئے ہیں۔ کوئی نقشبندی یہ کہے چونکہ ہمارے مجدد پاک نے

marfat.com

وحدۃ الشہود کی بات کی ہے لہٰذا میں وحدۃ الوجودی نہیں ہوسکتا۔ یہ باتیں غلط ہیں اصل بات یوں ہے کہ توحید کے رستے میں کسی پر، جو حال وارد ہوا ہے اس نے وہی بات کہہ دی ہے۔جس پر توحید وجودی منکشف ہوئی وہ وحدۃ الوجودی ہوگیا......جس پر توحید شہودی منکشف ہوئی وہ وحدۃ الشہودی ہوگیا۔ یہ سلاسل طریقت کیلئے کوئی الگ میراث نہیں ہے جو تقسیم کی جائے کہ وحدۃ الشہو د نقشبندیوں کی میراث ہے اور وحدۃ الوجود چشتیوں کی میراث ہے۔ یہ بنیادی بات سمجھنے میں بڑے بڑے علماء غلطی میں مبتلا ہیں۔ دعا کریں اللہ ہم سب کی غلطیاں دور فرمائے۔

فرمانِ غوث اعظم (قدمی ھذہ) اور حضرت مجدد الف ثانی

اسی طرح بعض علماء وصوفیاء یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ‘ کے قول گرامی قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ کو حضرت مجدد الف ثانی سکر یہ کلمہ قرار دیتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔یہی صورت حال پچھلے سال ۱۹۹۷ء کو میرے ساتھ بھی پیش آئی۔حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد انور شاہ گیلانی بغدادی مدظلہ(زیب سجادہ سدرہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) نے جناح ہال لاہور میں غوثیہ کانفرنس کا انعقاد فرمایا۔انہوں نے مجھے بھی مدعو کیا ہوا تھا۔میں اس وقت پہنچا جب حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ یہ لفظ ارشاد فرمارہے تھے کہ اہلسنت میں ہمارے ایک بڑے بزرگ ہوئے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ غوث اعظم کا یہ فرمانا ’’قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ ‘‘ کہ میرا قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے۔اس ہمارے بزرگ نے فرمایا ہے کہ یہ غوث اعظم نے سکر میں کہا تھا۔مولانا غلام علی بیان فرمارہے تھے اور تھوڑی سی مسکراہٹ کے ساتھ فرمانے لگے میں اس بزرگ کا نام نہیں لینا چاہتا جس بزرگ نے یہ کہا ہے۔لیکن میں یہ

marfat.com

کہتا ہوں کہ یہ بات کہتے وقت اس بزرگ کو بھی سکر ہو گیا تھا۔ اسٹیج پر صاحبزادہ انور شاہ، مولانا مفتی مختار احمد درانی، مولانا عبداللہ شیخ الحدیث قصور، مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، مولانا عبدالتواب صدیقی، اس زمرے کے کوئی ۱۰، ۱۲ علماء اسٹیج پر تشریف فرما تھے۔ شیخ القرآن کی یہ بات سن کر سب نے میری طرف تجسس کی نگاہوں سے دیکھا، یہ بھی مقرر ہیں کہیں اب کوئی بحث نہ چھڑ جائے تو میں نے نگاہیں نیچی کرلیں اور دل میں دعا مانگی کہ اللہ کرے کہ ان کے بعد میری باری آجائے۔

معلوم نہیں کہ پروگرام کیا تھا؟ وہ تقریر کرکے بیٹھے تو اسٹیج سیکرٹری نے از خود تقریر کے لئے میرا اعلان کر دیا تو میں نے حضور غوث پاک قدس سرہ' کی بارگاہ میں چند الفاظ ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے بعد کہا مجھے افسوس ہے اپنے بزرگ علماء پر کہ ہمارے علمائے کرام تحقیق نہیں کرتے اور بغیر تحقیق کے باتیں کر دیتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے یہ کہا ہے کہ حضور غوث پاک نے سکر میں یہ کلمہ کہہ دیا، کون کہتا ہے؟ کیا پڑھا ہے آپ لوگوں نے؟ کہاں لکھا ہے؟ اصل بات تو آپ نے کی نہیں۔ شیخ القرآن مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں آپ سخت مزاج اور جلالی آدمی ہیں اور اہل سنت کے بہت بڑے مناظر ہیں لیکن میں اس کو کیا سمجھوں کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی کا تصرف تھا کہ میرے اندر یہ جرأت پیدا ہوئی (میں اپنے دل میں ان کا بڑا احترام رکھتا ہوں اب بھی، پہلے بھی مگر خدا جانے میرے اندر یہ جرأت کہاں سے آگئی) میں نے کھڑے ہو کر تقریر میں یہ کہہ دیا کہ حضرت کتابیں پڑھا کریں ...... مکتوبات شریف کا مطالعہ کریں ...... دیگر کتب تصوف پڑھیں۔ صورتحال یہ ہے کہ حضور غوث اعظم زمانہ ءطالب علمی میں جب اپنے استاد حضرت حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم حاصل کرتے تھے (حضرت دباس حضور غوث پاک کے استاد بھی ہیں اور پیر بھی) انہوں نے طالب علموں کے درمیان حضور غوث پاک کی طرف اشارہ کرکے کہا میں

marfat.com

دیکھ رہا ہوں ایک وقت آئے گا یہ لڑکا دعویٰ کرے گا'' قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ '' اوراس کے اس قول سے مراد اس کے اپنے زمانے کے ولی ہوں گے، سارے ولی مراد نہیں ہوں گے۔ یہ غوث پاک کے استاد اور مرشد پیشین گوئی کرر ہے ہیں۔ وہ فرمار ہے ہیں کہ یہ لڑکا یوں کہے گا اور مراد بھی بیان کردی کہ اس کے اس قول سے مراد اس زمانے کے ولی ہوں گے، سارے نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا کہ ایک بات تو حضرت مجدد پاک نے مکتوب:۲۹۳ میں یہ نقل کی ہے۔اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی جو حضور غوث پاک کے مصاحبوں اور راز داروں میں سے ہیں انہوں نے فرمایا یہ کلمہ ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ '' یہ اثرات سکر کی وجہ سے صادر ہوا ہے۔

میں نے کہا حضور غوث پاک کے اس کلمے کو سکر یہ ان کے مصاحب و راز دار خاص نے کہا ہے اب غوث پاک کی ذات جانے یا شیخ شہاب الدین جانیں۔ مجدد الف ثانی نے جو کہا ہے وہ لفظ سب علماء سن لیں

حضرت شیخ درایں کلام محق اند ...... مامور باشند باظہار ایں کلام (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:۲۹۳) حضرت شیخ اس کلام میں حق بجانب ہیں اور اس کلام کے اظہار پر مامور ہیں۔

بس ہال میں نعرے لگ گئے ...... میں نے کہا مجدد الف ثانی کا ذہن تو غوث پاک کے بارے میں یہ ہے ...... اور آپ لوگوں کا ان کے بارے میں یہ ذہن ہے ۔مجھے آپ کی ذہنیت پر بڑا افسوس ہے ...... مجمع کا رنگ ہی بدل گیا ...... علمائے کرام کے چہروں پر بشاشت آ گئی۔ مفتی مختار احمد درانی بعد میں مجھے کہنے لگے کہ آپ نے مجمع لوٹ لیا ہے۔کانفرنس لوٹ لی ہے ...... علامہ عبدالتواب صدیقی، علامہ عبدالحکیم شرف صاحب نے مجھے مبارکباد دی کہ آپ نے برموقعہ شیخ القرآن کے سامنے بات کی ہے۔

marfat.com

علمائے اہل سنت کے لئے لمحہ فکریہ

دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے مدرسوں میں ہمارے سنی علماء بھی تصوف و طریقت چھوڑ گئے ہیں نہ تصوف کا علم ہے...... نہ طریقت کا...... نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ وحدت الوجود کیا ہے اور وحدت الشہود کیا ہے۔ بس وہابیوں کی طرح یہ بھی کتابی کیڑے بن گئے ہیں اور اپنے بزرگوں کی میراث کھو بیٹھے ہیں۔ آپ میرا یہ پیغام بے شک آگے تک پہنچائیں کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اہل سنت کے علماء اپنے مدارس میں تصوف کا نصاب بھی رکھتے۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑا مار کے اپنے آپ کو ذلیل ورسوا کرلیا ہے۔ وہ روحانی علوم جن کی برکت سے لوگ اسلام میں داخل ہوتے تھے اور وہ نگاہوں کی توجہات جن کی وجہ سے لوگ باطل عقیدوں سے توبہ کرتے تھے آج وہ اہل سنت میں مفقود ہیں نتیجتاً سنی عوام آج اہلسنت کا مسلک چھوڑ کر باطل عقیدوں پر اس لئے جارہے ہیں کہ

ع میر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

سنی بریلوی علماء کے پاس نہ روحانیت ہے...... نہ توجہ ہے...... نہ وہ نگاہ ہے

ع اٹھا میں مسجد و خانقاہ سے نمناک

جو اٹھتا ہے یہاں سے نمناک اٹھتا ہے اور کہتا ہے یہاں تو کچھ بھی نہیں، اس لئے کہ آباء کی میراث ہم نے کھودی ہے۔ ماسوائے کہیں کہیں چند علماء یا چند گنتی کے پیر ہیں جو اپنے بزرگوں کی روحانیت اور تصوف کے علم پر کچھ نہ کچھ نظر رکھتے ہیں اور وہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی بہت کم ملتے ہیں۔

marfat.com

پس احتیاج او تعالیٰ در موجودیت بوجود لازم

پس اس تعالیٰ کا موجودیت میں وجود کے ساتھ احتیاج لازم نہیں آتا ؎

نیاید تا گویند

کہ لوگوں کو کہنا پڑے

؎ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یوں عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے۔ ممکنات و موجودات کی طرح موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں تا کہ اشکالات واعتراضات سے بچنے کے لئے عینیت واتحاد کا قول نہ کرنا پڑے۔

اقسام وجود

علمائے متکلمین نے وجود کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

واجب الوجود اور ممکن الوجود

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ممکن الوجود نہیں۔ اس کا وجود، وجودِ حقیقی ہے جو اس کا ذاتی وجود ہے اور وہ وجود حقیقی اس کی ذات سے جدا نہیں اور نہ ہی اس کی ذات پر زائد ہے۔

جبکہ صوفیائے وجودیہ ممکن اور واجب (امکان اور وجوب) کو متحد اور عین جانتے ہیں اور کائنات کو وجود کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کو وجود کائنات کے ساتھ موجود جانتے ہیں۔ جس سے احتیاج الی الغیر لازم آتا ہے یعنی ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سبحانہ مطلق وجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی بھی ہے اور ممکن بھی۔ امکان بھی ہے اور وجوب بھی (امکان بھی وہی ہے اور وجوب بھی وہی ہے دونوں میں

marfat.com

کہ وجودِ اوتعالیٰ عینِ ذات ست نہ زائد
کہ اس تعالیٰ کا وجود عین ذات ہے زائد نہیں [3]

اتحاد ہے)۔یوں انہوں نے امکان اور وجوب کی عینیت اور اتحاد کا قول کیا ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کے نزدیک اللہ تعالیٰ وجود حقیقی کے ساتھ موجود ہے اور وہ وجودِ حقیقی اللہ کا ذاتی ہے (وجود حقیقی اللہ کی ذات ہے) اور وجود حقیقی اللہ تعالیٰ سے علیحدہ بھی نہیں اور نہ ہی زائد بر ذات ہے حق تعالیٰ وجود امکانی کے ساتھ موجود نہیں کہ کسی قسم کا احتیاج لازم آئے۔ (واللہ اعلم بحقیقة الحال)

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کو مقام صدیقیت کی سیر ومعرفت کے دوران بذریعہ کشف والہام معلوم ہوا کہ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر زائد ہے جس کے متعلق آپ رقمطراز ہیں:

وزائدیت وجود بر ذات جل وعلا دریں مقام ظاہر می شود چنانکہ مقرر علمائے اہل حق است یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر وجود کا زائد ہونا اسی مقام (مقام صدیقیت) میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ علمائے اہل حق کے نزدیک ثابت ہے۔ (دفتر اول مکتوب: ۱۸)

واضح رہے کہ صوفیائے مجددیہ اور صوفیائے وجودیہ دونوں وجود باری تعالیٰ کے قائل ہیں کیونکہ وجود باری تعالیٰ کا منکر دائرہ اسلام سے خارج وکافر ہے۔ صوفیائے مجددیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ وجود کی وجہ سے موجود نہیں بلکہ وہ خود بخود موجود ہے (اللہ تعالیٰ وجود حقیقی ہے) جبکہ صوفیائے وجودیہ مطلق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مطلق وجود ہے حقیقی بھی ہے اور ممکن بھی، امکان میں بھی وہی ہے اور وجوب میں بھی وہی...... حقیقی اور ممکن، امکان اور وجوب دونوں میں اتحاد ہے۔

marfat.com

صفات زائد بر ذات ہیں

۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز علم کلام کے ایک اہم اور دقیق مسئلہ کو بیان فرمار ہے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ذات میں سے نہیں بلکہ خارج میں ان کا وجود ہے۔ گویہ، ذات کے ساتھ قائم ہیں لیکن ذات پر زائد ہیں اور ذات حق تعالیٰ ان سے وراء ہے۔

زائد کا مفہوم

زائد کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات میں سے نہیں۔ بلکہ ذات کے علاوہ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ ذات پر زائد ہیں۔ایسے ہی اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کا وجود اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ ذات پر زائد ہے۔

زائد کا مفہوم ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح کسی شخص نے بازو پر گھڑی باندھ رکھی ہو تو وہ گھڑی اس شخص کی ذات میں سے نہیں بلکہ ذات کے ساتھ ہے اور ذات پر زائد ہے۔اگر گھڑی کو اس شخص کے بازو سے اتار لیا جائے تو اس کی ذات میں کوئی نقص اور کمی واقع نہیں ہوتی اور اگر اس گھڑی کو بازو پر رہنے دیا جائے تو اس شخص کی ذات میں کوئی اضافہ بھی نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

علمائے حق اہل سنت وجودِ صفات کے قائل ہیں اور ان کے وجود کو ذات پر زائد سمجھتے ہیں۔معتزلہ، شیعہ اور حکماء صفات کی نفی کے قائل ہیں اور صفات کو عین ذات کہتے ہیں۔متاخرین صوفیاء میں سے بعض حضرات جو وحدت الوجود کے قائل ہیں صفات کی نفی کے مسئلہ میں معتزلہ اور حکماء کے ساتھ متفق ہیں۔

marfat.com

جمہور متکلمین اہلسنت کی تحقیق کے مطابق صفات لَاھُوَ وَلَاغَیْرُہٗ ہیں یعنی صفات ذات کیلئے نہ عین ہیں نہ غیر ہیں۔لہٰذا ذات وصفات کے درمیان عینیت اور غیریت کا اطلاق کرنا منع ہے۔حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا بھی یہی مسلک ہے۔علمائے متکلمین اہلسنت نے صفات کے متعلق لاھو کہہ کر عینیت کے قول کی نفی کر دی تا کہ انتفائے صفات لازم نہ آئے اور لاغیرہ' کا قول کر کے غیریت کی نفی کر دی تا کہ تعددِ الٰھہ کا مفہوم ذہن میں نہ آئے۔

سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا نہ عین ہیں نہ غیر ہیں تو پھر آخر ہیں کیا؟

حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ صفات، ذات پر زائد ہیں تاہم اسی کے ساتھ قائم ہیں۔ (وللہ الحمد)

لاھو ولاغیرہ کا مفہوم

علمائے متکلمین اہل سنت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے صفات حق تعالیٰ کو جو لا ھو ولا غیرہ' قرار دیا ہے اس کا یہ معنی نہیں سمجھنا چاہئے کہ انہوں نے صفات کو ذات کا غیر ماننے سے انکار کیا ہے۔انہوں نے مطلق طور پر غیر کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ان کی مراد، اصطلاحی غیر ہے یعنی ایسا غیر جو نہ ذات کا عین ہو اور نہ ذات سے قائم ہو۔لہٰذا لا ھو میں عینیت واتحاد کی نفی کا معنی پایا جاتا ہے اور لاغیرہ میں ذات پر زائد نہ ہونے اور ذات کے ساتھ قائم نہ ہونے کی نفی کا مفہوم موجود ہے۔

marfat.com

غیریت کی دو قسمیں ہیں

غیریت دو قسم پر ہے

غیریت مطلقہ اور غیریت مصطلحہ

غیریت مطلقہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے مغایرت ہو۔

غیریت مصطلحہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان حقیقی و ذاتی طور پر مغایرت موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اگرچہ مغایرت مفہومی و مصداقی موجود ہے لیکن مغایرت حقیقی ذاتی موجود نہیں ہے۔ کیونکہ صفات اسی ذات کے ساتھ ہی قائم ہیں لہٰذا ذات و صفات کے درمیان غیریت مطلقہ ہے نہ کہ غیریت مصطلحہ پس ثابت ہوا کہ متکلمین نے کلمہ لا ھو کے ساتھ غیریت مطلقہ کا اثبات کیا ہے اور کلمہ لا غیرہ کے ساتھ غیریت مصطلحہ کی نفی فرمائی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۳۸)

حضرت امام ربانی کا تجزیہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ عینیت کے قائلین کا کشفی تجزیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

بعض مشائخ نے جو واجب تعالیٰ جل شانہٗ کی صفات کے (الگ) وجود سے انکار کر دیا ہے اور انہوں نے صفات کو خارج میں عین ذات کہہ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ کے مرتبہ میں ہیں۔ صفات ان کے لئے ذات جل شانہٗ کے

marfat.com

مشاہدے کے آئینے بن گئی ہیں اور آئینہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ خود دیکھنے والے کی نظر سے مخفی ہوتا ہے (اور وہی چیز نظر میں آتی ہے جو آئینے کے بالمقابل ہوتی ہے) لہٰذا صفات لامحالہ آئینہ بن جانے کے حکم کی وجہ سے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگئی ہیں اور چونکہ صفات انہیں نظر نہیں آتیں اس لئے وہ فیصلہ دے دیتے ہیں کہ وہ خارج میں عین ذات ہیں اور علم کے مرتبہ میں جو انہوں نے ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ صفات کی مغائرت (غیر ہونا) ثابت کی تو وہ محض اس بنا پر ہے تا کہ بالکلیہ صفات کی نفی لازم نہ آجائے اور اگر یہ بعض حضرات اس مقام سے اوراوپر پہنچ جاتے اور ان کا شہود، صفات کے ان آئینوں سے باہر نکل جاتا تو وہ حقیقت حال کو جو کچھ کہ ہے جان لیتے اور سمجھ جاتے کہ علمائے اہل سنت کا یہ فیصلہ صحیح اور واقعہ کے مطابق اور فانوس نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے ماخوذ ہے کہ صفات الگ موجود ہیں اور وہ ذات پر زائد ہیں۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب:۴)

marfat.com

تا احتیاج بغیر لازم نیاید ودراثباتِ عَینیتِ وجود مرذات را

تا کہ غیر کا احتیاج لازم نہ آئے اور خاص ذات جل سلطانہ کے لئے

جلّ سلطانہ محتاج بادلۂ متطاوِلہ گردیم، ومخالفت کردہ

عینیت وجود کے اثبات میں ہم طویل دلائل کے محتاج ہو جاتے ہیں۔

باشیم مرجمہور اہل سنت و جماعت را چہ ایں

اور ہم مخالفت کرنے والے ہو جاتے ہیں خاص کر جمہور اہل سنت و جماعت کی کیونکہ

بزرگواراں بعینیتِ وجود قائل نیستند وجود را زائد می دانند،

یہ بزرگوار وجود کی عینیت کے قائل نہیں ہیں وجود کو زائد جانتے ہیں [4]

وپوشیدہ نیست کہ حکم بزیادتی وجود مستلزِم احتیاج

اور پوشیدہ نہیں ہے کہ وجود کی زیادتی کا حکم واجب تعالیٰ و تقدس کے غیر

[4] حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر وجود کو اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کا عین کہا جائے تو طویل دلائل اور دور از کار تاویلات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات واشکالات کے جوابات کے لئے تکلفات بعیدہ سے کام لینا پڑتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جمہور اہلسنت کے مؤقف کی مخالفت بھی لازم آتی ہے۔اس لئے ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے وجود کے ساتھ موجود نہیں، وجود زائد بر ذات ہے تا کہ کسی قسم کا احتیاج لازم ہی نہ آئے۔

marfat.com

واجب ست تعالیٰ و تقدس بغیر اگر بوجودِ زائد واجب را

کے احتیاج کو مستلزم ہے اگر ہم واجب تعالیٰ و تقدس کو وجود زائد

تعالیٰ وتقدس موجود گوئیم و اگر بذات خود موجود

کے ساتھ موجود کہیں اور اگر ہم بذات خود موجود کہیں اور اس وجود کو ہم

گوئیم واں وجود را عرضِ عام بگیریم ہم سخنِ جمہور

عرض عام (کی حیثیت سے) لیں (تو) جمہور متکلمین اہل حق کی بات بھی

متکلمینِ اہل حق درست می گردد وہم اعتراضِ احتیاج

درست ہو جاتی ہے اور احتیاج کا اعتراض بھی جو مخالفین کرتے

کہ مخالفان دارند بالکلیۃ دفع می شود وفرق واضح است

ہیں بالکل اٹھ جاتا ہے ۵ اور فرق واضح ہے۔

درمیانِ آنکہ واجب را تعالیٰ بذات خود موجود گفتن واصلا

درمیان اس کے کہ واجب تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنے اور وجود کو بالکل دخل نہ دینے

وجود را دخل نادادن و درمیان آنکہ موجود بوجود گفتن ،

میں اور اس کے درمیان کہ وجود کے ساتھ موجود کہنے اور اس وجود کو عین ذات ثابت

۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو بذات خود موجود کہا جائے اور وجود کو زائد بر ذات مانا جائے یعنی اس وجود کو اللہ تعالیٰ کا جوہر نہیں بلکہ عرض سمجھا جائے۔ (باہر سے عارض ہونے والی چیز) تو متکلمین اہلسنت کا قول بھی درست ہو جاتا ہے اور غیر کے احتیاج پر مخالفین کا اعتراض بھی مکمل طور پر اٹھ جاتا ہے۔

marfat.com

وآں وجود را عین ذات اثبات کردن ھذہ المعرفۃُ مما خصّنی اللّٰہ

کرنے میں[6] یہ وہ معرفت ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے[7]

سبحانہ بھا الحمدللّٰہ سبحانہ علٰی ذلک والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ

اس بات پر اللہ سبحانہٗ کی حمد (شکر) ہے اور اس کے رسول ﷺ پر درود وسلام ہو۔

۶ منہا کے آخر میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنا اور وجود کو ہرگز اس میں دخل نہ دینا ......اور اللہ تعالیٰ کو (مطلق) وجود کے ساتھ موجود جاننا اور وجود کو عین ذات ثابت کرنا ان دونوں اقوال کے درمیان فرق عیاں ہے جو اربابِ بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔

۷ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز تحدیث نعمت کے طور پر اظہار فرمارہے ہیں کہ توحید کا یہ اہم اور ادق مسئلہ جس میں بعض صوفیاء، اشاعرہ اور فلاسفہ نے ٹھوکر کھائی۔ علمائے متکلمین اہل سنت (ماتریدیہ) نے اسے کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت کردیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے کشفی طور پر اس فقیر پر عیاں فرمادیا ہے۔ ذالك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ العزیز اس خصوصی معرفت کے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی حمد وثنا میں رطب اللسان ہیں۔

ع حمد بے حد مر خدائے پاک را

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام کے ہدیے پیش کررہے ہیں کہ جن کے طفیل اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خصوصی معرفت سے ممتاز فرمایا۔

والحمد للّٰہ علٰی ذالك

marfat.com

عالمی ادارہ تنظیم الاسلام